01

عرض ناشر

امی عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ اکثر فرض نمازوں کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے "اللّٰھم انی اسئلک علما نافعا "اور علماء نے علم نافع کی جن علامات کا تذکرہ فرمایا ہے ان میں ایک علامت دوسروں تک اس علم کا پہنچانا بھی ہے اور علم دوسروں تک پہنچانے کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً تدریس، خطابت، تبلیغ وغیرہ اور تحریر واشاعت بھی دوسروں تک علم کے پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے بلکہ آج کے میڈیا کے دور میں ایک انتہائی اہمیت کا حامل ذریعہ ہے۔

ماشاء اللہ مولانا محمد سلیمان صاحب فاضل جامعہ خیر المدارس ملتان دوسروں تک علم پہنچانے کے اکثر ذرائع سے وابستہ ہیں۔ اور یہ کتاب "توضیح الوقایۃ" بھی اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ موصوف انتہائی باصلاحیت اور ذی استعداد نوجوان استاذ ہیں۔ موصوف نے اس کتاب میں بقدر ضرورت صحیح اعراب، مطلب خیز ترجمہ، مسائل فقہیہ کی جامع مختصر دلنشیں انداز میں تشریح، اقوال فقہاء کو دلائل سے مبرہن کرنے اور غیر مختار اقوال کا مختصراً رد کا التزام کیا ہے اور اصل کتاب میں بعض مواقع پر موزوں تمہیدات کا بھی تذکرہ ہے جو مسائل کی تفہیم میں انتہائی مفید ہیں۔

یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد شرح وقایہ جلد ثالث کی شرح میں ہے اور دوسری جلد شرح وقایہ جلد رابع کی شرح میں ہے۔ اس بار اس کی اشاعت کا شرف ہمیں حاصل ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو علماء وطلباء کے لیے مفید بنائے، اور اس کے مصنف اور ناشر کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

نعیم احمد
مالک مکتبہ امدادیہ ملتان
26-03-2015

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

رائے گرامی استاذ الحدیث والفنون وحضرت مولانا شمشاد صاحب مدظلہ

برادر مکرم مولانا محمد سلیمان صاحب کی تالیف کردہ شرح توضیح الوقایہ کے چند مقامات دیکھے دلی مسرت ہوئی کہ مسائل شرح وقایہ کی جامعیت اور اختصار کے ساتھ ''توضیح'' کی گئی ہے اور تطویل لاطائل سے احتراز کیا گیا ہے، امید ہے کہ یہ شرح علماء اور طلبہ کے لیے یکساں مفید ہوگی، اور حضرات اہل علم اس کے مطالعہ سے حظ وافر حاصل کریں گے، دعا ہے کہ اللہ تعالی قبولیت عامہ عطا فرمائے اور فاضل مولف کے لیے اس کو صدقہ جاریہ بنائے، آمین

شمشاد احمد
جامعہ خیر المدارس ملتان
23 جولائی 2008ء

ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ

رائے گرامی شیخ المعقول والمنقول حضرت مولانا شبیر الحق صاحب مدظلہ،

جامعہ خیر المدارس ملتان

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

شرح وقایہ اخیرین کی تشریحات سے متعلق توضیح الوقایہ مولفہ برادر مکرم مولانا محمد سلیمان صاحب زید مجدہم فاضل جامعہ خیر المدارس ملتان کے ابتدائی حصے کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اس میں مندرجہ ذیل امور کی خصوصی رعایت کی گئی ہے۔

(۱) عبارت کتاب کو صحیح اعراب سے مزین کیا گیا ہے۔

(۲) مطلب خیز عمدہ ترجمہ کیا گیا ہے۔

(۳) مسائل فقہیہ کی انتہائی جامع آسان تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔

(۴) اختصار کے ساتھ اقوال فقہاء کو مدلل بھی کر دیا ہے

(۵) بعض مواقع میں قول غیر مختار کی دلیل کا بھی جواب دیا گیا ہے۔

(۶) جن مسائل کے فہم وتفہیم کے لیے تمہیدی مقدمات کی ضرورت تھی وہاں اولاً مناسب تمہید بھی ذکر کر دی گئی ہے۔

امور مذکورہ کے اہتمام کی وجہ سے ہدایہ اخیرین کے فہم وتفہیم کے لیے سہولت کا باعث ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی اپنے خصوصی فضل وکرم سے مقبولیت عامہ نصیب فرمائے اور فاضل موصوف کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

یرحم اللّٰہ عبداً قال آمین

کتبہ العبد الضعیف شبیر الحق کشمیری عفا اللہ عنہ
مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۴۲۹/۵/۸ھ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

رائے گرامی حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب

مہتمم جامعہ دارالعلوم کبیر والا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ الذی اعلی معالم العلم وعرفانه، واظهرشرائع الشرع واحكامه،وبعث رسلا وانبياء صلوات اللّٰہ عليهم اجمعين الى سبيل الحق هادين،واخلفهم علماء الى سنن سننهم داعين . يسلكون فيمالم يوثر عنهم مسلک الاجتهاد مسترشدين منه فی ذالک وهو ولی الارشاد اما بعد

عزیزم مولانا محمد سلیمان صاحب بارک اللہ فی علمہ وعملہ وعمرہ کی تحریر کردہ شرح وقایہ اخیرین کی شرح توضیح الوقایہ کے چوالیس صفحات برائے مطالعہ وتقریظ موصول ہوئے، چیدہ چیدہ مقامات کا مطالعہ کیا گیا، ماشاءاللہ عزیز نوجوان نے کلمات کے آخری حرف پر اعراب، ترجمہ، بعض مقامات پر ملتی جلتی اصطلاحات میں فرق اور عبارت کی تقطیع کر کے شرح کو سہل اور آسان بنادیا ہے، امید ہے کہ بقیہ شرح وکتاب بھی اسی طرز پر ہوگی۔

مجموعی اعتبار سے، توضیح الوقایہ، اسم بامسمی ہے، اساتذہ وطلبہ ہر دو طبقہ کے لیے یکساں مفید ہے، اللہم زد فزد دل سے دعا ہے کہ اللہ جل شانہ اس کتاب کو اور مرتب وشارح کو مقبولیت عامہ وتامہ نصیب فرما کر اپنی بارگاہ عالیہ میں قبولیت سے نوازے، آمین ثم آمین۔

ارشاد احمد عفی عنہ

♍

رائے گرامی حضرت مولانا محمد یسین صابر صاحب دامت برکاتہم

جامعہ عمر بن الخطاب ملتان

باسمہ تعالیٰ!

عزیز محترم حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب کی شرح وقایہ اخیرین کی شرح دیکھی بڑی خوشی ہوئی، علمی کام ہے جس کی ضرورت ایک عرصہ سے محسوس کی جارہی تھی، کیونکہ وفاق میں شرح وقایہ اخیرین کو شامل نصاب ہوئے چند سال ہوئے ہیں اور کوئی معتد بہ شرح منظر عام پر نہیں آئی، توضیح الوقایہ دیکھ کر شارح فاضل کے لیے دل سے دعائیں نکلتی ہیں، اللہ تعالی قبولیت عامہ نصیب فرمائے۔ اور طلبہ اور اساتذہ کے لیے اسے مفید سے مفید تر بنائے۔

آمین ثم آمین

بندہ محمد یسین صابر عفی عنہ

⌘

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

رائے گرامی حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

مہتمم جامعہ ابوہریرہ ♦ خالق آباد نوشہرہ

الحمد لحضرة الجلالة والصلوة والسلام على خاتم الرسالة

برادر مکرم، فاضل محترم حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب علم وقلم، تحریر وتصنیف میں اگرچہ نووارد ہیں، آغاز کار میں شرح وقایہ کی وقیع اور جامع، شاندار معیار اور ہر لحاظ سے مکمل درسی شرح لکھ ڈالی ہے، جب رفتار کار اور نقش اول کا یہ عالم ہے تو مجھے یقین ہے کہ نقش ثانی، ثالث رابع، خامس الخ مزید منور اور مبرہن ہوگا۔

موصوف جامعہ خیر المدارس ملتان کے فاضل، لائق وفائق مدرس، اپنی تازہ تالیف کی روشنی میں محقق عالم ہیں، مجھے زیادہ خوشی اس پر بھی ہے کہ موصوف میرے آبائی گاؤں چودھوان ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے باشندے ہیں۔ مزید تحریری شوق، والہانہ مطالعہ، تصنیف وتالیف اور تحقیقی وعلمی کام کرتے رہے تو ان شاء اللہ پورے عالم میں علم کا نور بکھیریں گے اور یہی میری دعا ہے۔

عزیز موصوف نے اپنی تحریر کردہ شرح کے جو چند صفحات مجھے بھیجے ہیں، احقر نے ان کے مطالعہ سے حظ وافر حاصل کیا، اپنے اوقات اور کثرت کار کے پیش نظر میں ان کے مطالعہ سے رخصت چاہتا تھا مگر موصوف کے تحریر کردہ علمی درسی، تحقیقی اور عمدہ فقہی مباحث نے مجھے اس وقت تک اپنی گرفت میں رکھا جب تک کہ میں نے مرسلہ چند صفحات کا مطالعہ مکمل نہ کرلیا۔

میری دلی دعا ہے کہ باری تعالی موصوف کے علم، قلم اور قدم، درس وتدریس اور اشاعت علوم نبوت کے کام میں مزید برکتیں عطا فرمائے، اور ان کی عظیم علمی تحریریں، صلاحیتیں ان کے والدین اساتذہ، اور محسنین ومربیین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے آمین۔

وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله وصحبه اجمعين۔

عبدالقیوم حقانی

۱۲ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

عرض حال

گزشتہ چند سالوں سے شرح وقایہ اخیرین وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب میں شامل کردی گئی ہے، چونکہ اس کی کوئی اردو شرح پہلے سے موجود نہیں تھی جس سے کما حقہ استفادہ کیا جاسکے، تو چند احباب نے اصرار کیا کہ استفادہ کے لیے کچھ مواد ہونا چاہیے جس سے طلبہ اور اساتذہ کی مشکل ختم ہوجائے، جو کہ اس کے شامل نصاب ہونے کی وجہ سے پیدا ہوگئی ہے، بندہ اگر چہ تحریر کے فن میں نا آشنا ہے اور یہ پہلی کاوش ہے، امید ہے غلطیوں سے قارئین درگزر کریں گے اور مطلع کریں گے تا کہ آئندہ کے لیے اس کی اصلاح کرلی جائے، اس شرح میں جن امور کا خاص طور پر التزام کیا گیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) عبارت کتاب کو صحیح اعراب سے مزین کیا گیا ہے۔

(۲) اصل کتاب میں موجود کثیر تعداد میں غلطیوں کی اصلاح کی گئی ہے۔

(۳) سہولت کی خاطر عبارت کی ایک مقدار لیکر اس کا پہلے ترجمہ کیا گیا ہے، پھر بیان اغراض کے ساتھ اس کا آسان مطلب بیان کیا گیا ہے۔

(۴) اختصار مخل اور طوالت ممل سے مکمل طور پر اجتناب کی کوشش کی گئی ہے، جس کا قارئین بخوبی اندازہ لگا پائیں گے۔

(۵) سہل اور قابل فہم ترجمہ کیا گیا ہے تا کہ مسئلے کو سمجھنے میں کسی قسم کی دشواری نہ ہو۔

تمام طلبہ اور اساتذہ سے گزارش ہے کہ اپنی مستجاب دعاؤں میں ان تمام دوستوں کو یاد رکھیں جن کی ان تھک محنتوں سے یہ کام انجام پایا۔

والسلام

محمد سلیمان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

حالات صاحبِ وقایہ ♋

نام ونسب:

نام محمود بن احمد بن عبیداللہ بن ابراہیم محبوبی، لقب تاج الشریعہ، عالم فاضل، بے مثال دانشور، بحر ذاخر، نحریر کامل اور حبر فاخر تھے، آپ نے بہت بے بہا اور جلیل القدر تصانیف مرتب کیں، اپنے دادا صدر الشریعۃ احمد سے کسب فیض کیا اور کتاب وقایہ (وقایہ فقہ کی شہرہ آفاق متون اربعہ میں سے ایک متن ہے، متون اربعہ یہ ہیں (۱): المختار (۲) کنز الدقائق، (۳): وقایہ (۴): مجمع البحرین) کو اپنے نبیرہ (پوتے) صدر الشریعہ عبیداللہ بن مسعود بن محمود کے حفظ کرنے کے واسطے ہدایہ سے منتخب اور ملخص کیا۔ آپ کی تصنیفات یہ ہیں۔

تصنیفات:

- فتاوی : درمسائل متفرقہ۔
- واقعات : تاریخی کتاب معلوم ہوتی ہے۔
- وقایہ : اپنے پوتے کے یاد کرنے کے لیے ہدایہ سے اختصار کیا۔
- شرح ھدایہ: یہ آپ کی بہترین اور ضخیم کتاب ہے۔

وفات:

غالبا آپ کی وفات آٹھویں صدی ہجری کے وسط میں ہوئی ہے۔

☒☒☒☒☒

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

حالات صاحبِ شرح وقایہ ۞

نام ونسب:

عبید اللہ صدر الشریعہ الاصغر بن مسعود بن تاج الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ الاکبر احمد بن جمال الدین عبید اللہ المحبوبی، مصنف شرح وقایہ اپنے زمانے کے عالی مقام، فاضل اجل علامہ عصر، حافظ شریعت، حاوی فروع واصول، جامع معقول ومنقول تھے، آپ کا سلسلہ نسب حضرت عبادہ بن صامتؓ تک پہنچتا ہے اور صدر الشریعہ کے لقب سے مشہور تھے اور اپنے جد امجد امام تاج الشریعۃ سے کسب فیض کیا، اس کے علاوہ اپنے والد اور دوسرے ائمہ وقت سے استفادہ اور استفاضہ کیا، آپ اپنے جد امجد کی تقیید نفائس اور ان کے اسرار ورموز اور فوائد جمع کرنے اور نیز ان کے حقائق ومعارف سمیٹنے میں بڑا اہتمام کرتے تھے، اس لیے آپ نے ان کی مختصر (متن) وقایہ کی نہایت عمدہ، جید اور مفید شرح (شرح وقایہ نامی) تصنیف کی جو اب تک مقبول بین الخواص والعوام ہے اور بہت متداول اور درس نظامی کے نصاب میں شامل ہے، علاوہ ازیں آپ نے کتاب وقایہ کی تلخیص نہایت ایجاز واختصار کے ساتھ کر کے اس کا نام نقایہ رکھا۔

نیز اصول فقہ میں بھی آپ نے ایک عجیب وغریب بینظیر متن "تنقیح" کے نام سے بھی تصنیف کیا پھر خود ہی اس کی ایک زبردست اور نفیس شرح توضیح کے نام سے تصنیف فرمائی، بعد میں جس کی شرح یا حاشیہ علامہ تفتازانی نے لکھا جو اپنی مثال آپ ہے، آپ کی یہ کتاب بھی درسِ نظامی کی کتب میں داخل ہے، علامہ صدر الشریعہ فقہ اور اصول فقہ میں امام متفق علیہ ہونے کے علاوہ خلافی، جدلی، محدث، مفسر، نحوی، لغوی، ادیب، نظار، متکلم اور منطقی بھی تھے۔

تصنیفات:

آپ کی تصنیفات میں سے بعض عمدہ، اور چیدہ چیدہ کتب کی فہرست درج ذیل ہے۔

(۱): شرح وقایہ (۲): نقایہ (۳): تنقیح (۴): توضیح (۵): مقدمات اربعہ: جو توضیح کے مقدمات اربعہ کے نام سے معروف ہیں (۶): تعدیل العلوم فی اقسام العلوم العقلیہ (۷): کتاب الحاضرہ وغیرہ۔

یہ تمام کتب آپ کی مشہور تالیفات، بے مثال اور گرانقدر تصنیفات ہیں، آپ کی یہ تمام کتب معتبر بیش قیمت اور معتمد عند الفقہاء والعلماء ہیں، بے شمار علمائے اعلام نے ان کی شرحیں تعلیقات اور حواشی لکھے ہیں۔

وفات:

آپ کی وفات ۷۴۷ ہجری میں ہوئی، آپ کے سارے خانوادے کی قبریں شرع آباد بخارا میں ہیں لیکن آپ کے دادا تاج الشریعۃ اور نانا برہان الدین کے مزار کرمان میں ہیں چونکہ ان کا انتقال کرمان میں ہوا تھا لہٰذا ان کی قبریں بھی یہیں ہیں، آپ کی تاریخ وفات جلیل المراتب کے جملہ سے برآمد ہوتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب البیع

هُوَ مُبَادَلَةُ المَالِ بِالمَالِ يَنعَقِدُ بِايجابٍ وقُبولٍ بِلفظَيِ المَاضِي وبتِعاطٍ فِي النفِيسِ والخَسيسِ فُمبادَلةُ المَالِ بِالمَالِ عَلةُ صُورِيَةٌ لِلبيعِ وَ الايجَابُ و القبولُ والتّعَاطِي عِلّةٌ مَادِيَةٌ لَهُ وَ المُبادَلَةُ يَكُونُ بَينَ اِثنَينِ فَهُمَا العِلّةُ الفَاعِلِيّةُ وَلَم يَقُل عَلى سَبِيلِ التَراضِي لِيَشمَلَ مَالَا يَكُونُ بِالتَراضِي كَبَيعِ المُكرَهِ فَانّهُ يَنعقدُ هُو الصَّحيحُ انما قَالَ هذا لانّ عند البعضِ اِنّمَا ينعقدُ بالتعاطي فى الخسيسِ لا فى النفيسِ.

ترجمہ : وہ مال کا مال کے ساتھ مبادلہ ہے، وہ بیع منعقد ہوتی ہے ایجاب وقبول کے ساتھ ماضی کے دولفظوں کے ساتھ اور تعاطی کے ساتھ عمدہ اور خسیس (گھٹیا) چیز میں، پس مبادلۃ المال بالمال علت صوریہ ہے بیع کے لیے، اور ایجاب وقبول اور تعاطی اس کے لیے علت مادیہ ہیں، اور مبادلہ دو کے درمیان ہوتا ہے پس وہ دونوں علت فاعلیہ ہونگے، اور نہیں کہا ''علی سبیل التراضی'' تا کہ یہ اس بیع کو شامل ہوجائے جو باہم رضامندی کے ساتھ نہیں ہوتی جیسے مجبور کی بیع، اس لیے کہ وہ منعقد ہوجاتی ہے، یہی صحیح ہے، بہرحال یہ بات اسلئے کہی کہ بعض کے نزدیک تو بیع تعاطی کے ساتھ منعقد ہوتی ہے خسیس میں، نہ کہ نفیس میں۔

توضیح : بیع کا لغوی معنی ایک دوسرے کے ساتھ شئی کا تبادلہ کرنا ہے اور اصطلاحی معنی یہ ہے ''مبادلۃ المال بالمال'' یعنی مال کو مال کے ساتھ تبدیل کرنا۔ المال کا الف لام عہد کا ہے اس سے مراد مال شرعی ہے یا مال عرفی ہے، اس سے وہ چیز خارج ہوجائیگی جو مال نہیں ہے نہ عرفا اور نہ شرعاً جیسے دم اور میتہ۔

(ینعقد... الخ): اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایجاب وقبول دونوں بیع میں رکن ہیں ایجاب افعال سے ہے، مشتری اور بائع میں سے جو پہلے بات کرے اسے ایجاب کہتے ہیں اور دوسرے کی بات قبول کہلاتی ہے بشرطیکہ وہ پہلے کی بات کے موافق ہو، لہٰذا بیع اس وقت منعقد ہوگی جب دوسرا قول پہلے قول کے موافق ہو، اگر مخالف ہو تو بیع منعقد نہ ہوگی جیسے ایک کہے ''بعت ہذا بعشرۃ'' (میں نے یہ چیز دس کے بدلے میں بیچی) جبکہ دوسرا کہے ''اشتریت بثمان'' (میں نے یہ چیز آٹھ کے بدلے خریدی) تو بیع منعقد نہ ہوگی۔

(بلفظی الماضی... الخ): یعنی ایجاب وقبول دونوں لفظ ماضی کے ساتھ ہوں جیسے ایک کہے بعت تو دوسرا کہے اشتریت ایجاب وقبول دونوں کا لفظ ماضی کے ساتھ ہونا اس لئے ضروری ہے کہ بیع انشاء تصرف شرعی ہے، اور انشاء تصرف شرعی شرع سے معلوم ہوتا ہے، لہٰذا بیع بھی شرع سے معلوم ہوگی اور شرع میں بیع کے لیے لفظ ماضی مستعمل ہوا ہے لہٰذا ایجاب وقبول جو کہ رکن بیع ہیں ان کا بلفظ ماضی ہونا ضروری ہے۔

(وبتعاط... الخ): تعاطی کا لغوی معنی ہے التناول یعنی لینا دینا، اور یہاں مراد یہ ہے کہ جانبین کی طرف سے ثمن اور مبیع کی ادائیگی بغیر ایجاب وقبول کے ہو، حاصل یہ ہے کہ تعاطی کے ساتھ بیع منعقد ہوجاتی ہے خواہ خسیس (گھٹیا) میں ہو یا نفیس (عمدہ) میں، خسیس اور نفیس کی تعریف میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ خسیس وہ ہے جس کی قیمت کم ہو جیسے روٹی گوشت وغیرہ، اور نفیس وہ ہے جس کی قیمت زیادہ ہو جیسے غلام اور باندی، بعض کہتے ہیں خسیس وہ ہے جس کی قیمت نصاب سرقہ سے کم ہو اور نفیس وہ ہے جس کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قیمت نصاب سرقہ سے زیادہ ہو یا اس کی مثل ہو۔

01

(فبادلہ... الخ): یہاں سے شارح بیع میں علل اربعہ کو بیان کرتے ہیں جس کی وضاحت یہ ہے کہ شئے چار علتوں کے بغیر نہیں پائی جاتی ۱۔علت غائیہ۔یعنی وہ چیز جو شئے سے مقصود ہو۔۲۔علت فاعلیہ یعنی شئے کا موجد اور صانع۔۳۔علت مادیہ یعنی وہ چیز جس سے شئے بنتی ہے۔۴۔علت صوریہ یعنی اس شئے کی ہیئت، اسکی مثال جیسے چارپائی، اس میں علت مادیہ لکڑی ہے اور علت فاعلیہ نجار یعنی بڑھئی ہے اور علت صوریہ چارپائی کی ہیئت ہے اور علت غائیہ جلوس (بیٹھنا) ہے، اس طرح بیع میں مبادلہ علت صوریہ ہے اور ایجاب وقبول اور تعاطی علت مادیہ ہیں اور عاقدین علت فاعلیہ ہیں۔

سوال ہوتا ہے کہ بیع میں علت غائیہ کیا ہے اور شارح ؒ نے اس کو بیان کیوں نہیں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ علت غائیہ ملک ہے، شارح نے اس کو شہرت کی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔

(ولم یقل... الخ): یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ مصنف ؒ نے بیع کی تعریف میں ''علی سبیل التراضی'' کی قید کو کیوں ذکر نہیں کیا جیسا کہ دوسرے حضرات نے یہ قید ذکر کی ہے، تو اس کا جواب دیا کہ مصنف نے اس کو ذکر نہیں کیا تا کہ بیع کی یہ تعریف اس بیع کو بھی شامل ہو جائے جو باہم رضامندی کے ساتھ نہیں ہوتی جیسے مکرہ کی بیع اس لیے کہ مکرہ (دھمکی کے ساتھ جس کو بیع پر مجبور کیا جائے) کی بیع بھی منعقد ہو جاتی ہے حالانکہ اس میں تراضی (باہمی رضامندی) نہیں ہوتی۔

سوال: ہوتا ہے کہ اکراہ کا حکم تو یہ ہے کہ اس میں اختیار یعنی اکراہ کے زائل ہونے تک کا انتظار کیا جاتا ہے، اسکے بعد اگر مکرہ بیع پر راضی ہو تو بیع جائز ہوتی ہے ورنہ باطل ہو جاتی ہے تو شارح نے فانہ ینعقد کیسے کہہ دیا کہ اکراہ سے بیع منعقد ہو جاتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انعقاد سے مراد یہاں انعقاد صوری ہے، یعنی مکرہ کی بیع صورۃ منعقد ہو جاتی ہے اگر چہ حقیقۃ منعقد نہیں ہوتی۔

(ھو الصحیح ...الخ): ھو ضمیر کا مرجع جواز بیع البیع بالتعاطی فی النفیس والخسیس ہے۔یعنی تعاطی کا مطلقاً جائز ہونا یہی صحیح قول ہے۔

(انما... الخ): یہاں سے ھو الصحیح کے فائدے کو بیان کرتے ہیں کہ مصنف نے ھو الصحیح کہا تا کہ امام کرخی پر رد ہو جائے اس لیے کہ وہ فرماتے ہیں تعاطی خسیس میں تو جائز ہے نفیس میں تعاطی کے ساتھ بیع منعقد نہیں ہوتی، تو مصنف نے ھو الصحیح کہہ کر ان پر رد کر دیا، اور رد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تعاطی میں رضاء فعلی پائی جاتی ہے اور بیع جس طرح رضاء قولی یعنی ایجاب وقبول سے منعقد ہو جاتی ہے ایسے ہی رضاء فعلی کے ساتھ بھی منعقد ہو جاتی ہے۔

والتعاطی عند البعضِ الاعطاءُ من الجانبینِ ویکفی عند البعضِ من اَحَدِ الجَانِبَینِ کمَا اذا ساوَمَ احدٌ المَبیعَ وَلَم یَکُن مَعَہٗ وِعَاءٌ یَجعَلُ المَبِیعَ فِیہِ فَکَالَ فَفَارَقَہٗ فَجَاءَ بِالوِعَاءِ وَاَعطَی الثَّمَنَ فَھُوَ جَائِزٌ وَلَو قَالَ کَیفَ تَبِیعُ الحِنطَۃَ فَقَالَ قَفِیزٌ بِدِرھَمٍ وَقَالَ کِلنِی خَمسَۃَ اَقفِزَۃٍ فَکَالَ فَذَھَبَ بِھَا فَھذا بَیعٌ وَعَلَیہِ خَمسَۃُ دَرَاھِمَ .

توضیح: اور تعاطی بعض کے نزدیک جانبین سے لینا دینا ہوتا ہے اور کافی ہے بعض کے نزدیک ایک جانب سے (بھی) جیسے کہ کوئی ایک مبیع کا بھاؤ لگائے حالانکہ اس کے پاس برتن نہ ہو کہ مبیع کو اسمیں ڈال سکے، پس اس نے کیل کر دیا پھر اس سے جدا ہو گیا پھر برتن لے آیا اور ثمن دیدیے تو جائز ہے، اور اگر کہا تم گندم کیسے بیچتے ہو؟ اس نے کہا ایک قفیز ایک درہم کے بدلے میں اور اس نے کہا مجھے پانچ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قفیز کیل کر کے دے دو اس نے کیل کر دیے پھر وہ اس گندم کو لے گیا تو یہ بیع ہوگئی اور اس پر پانچ درہم لازم ہو جائیں گے۔

01

توضیح: (والتعاطی... الخ): بعض کہتے ہیں کہ تعاطی کے ساتھ بیع اس وقت منعقد ہوتی ہے جب اعطاء من الجانبین ہو یعنی بائع اور مشتری مجلس واحد میں مبیع اور ثمن ایک دوسرے کو سپرد کر دیں، جبکہ بعض کہتے ہیں بیع تعاطی کے انعقاد کے لیے جانب واحد سے اعطا کافی ہے۔ (یعنی متعاقدین میں سے کوئی ایک آدمی عوضین میں سے ایک عوض سپرد کر دے تو بیع کے انعقاد کے لیے کافی ہو جائیگا)

(کما اذا... الخ): یہ "اعطاء من الجانبین" کی مثال ہے کہ مشتری نے مبیع کا بھاؤ طے کیا اور اس کے پاس برتن نہیں تھا کہ مبیع کو اس میں ڈالے پھر بائع نے مبیع کو کیل کیا اس کے بعد مشتری بائع سے جدا ہو گیا اور برتن لے آیا اور ثمن دے دیا اور بائع نے مبیع مشتری کے حوالے کر دی تو دیکھیں یہاں بائع نے مبیع اور مشتری نے ثمن سپرد کر دیے تو یہ اعطاء من الجانبین ہوا۔

(ولو قال... الخ): یہ اعطاء من جانب واحد کی مثال ہے، مشتری نے بائع سے پوچھا گندم کیسے بیچتے ہو؟ بائع نے جواب دیا کہ ایک قفیز ایک درہم کے بدلے میں، مشتری نے کہا مجھے پانچ قفیز کیل کر کے دیدو، بائع نے کیل کیا اور مشتری وہ پانچ قفیز لے گیا تو اب بیع ہوگئی اور مشتری پر پانچ درہم لازم ہونگے، تو اس میں بائع کی طرف سے اعطاء پایا گیا اور مشتری کی طرف سے نہیں پایا گیا پس یہ اعطاء من جانب واحد (ایک جانب سے ادائیگی) ہوئی۔

وَ اِذَا اَوجَبَ وَاحِدٌ قَبلَ الآخَرُ فِی المَجلِسِ کُلَّ المَبِیعِ بِکُلِّ الثَّمَنِ اَوتَرَکَ اِلا اِذَا بَیَّنَ ثَمَنَ کُلِّ اَی اذا قَالَ بِعتُ هَذا بِدِرهَمٍ وَذَالِکَ بِدِرهَمٍ فَقَبِلَ اَحَدُهُمَا بِدِرهَمٍ یَجُوزُ وَمَا لَم یَقبَل بَطَلَ الایجَابُ اِن رَجَعَ المُوجِبُ او قَامَ احدُهُما عَن مَجلسه وَاذَا وُجِدا لزمَ البیعُ ای لایثبُتُ خِیارُ المَجلِسِ خِلافًا لِلشافِعِی ؒ .

ترجمہ: اور جب کوئی ایک ایجاب کرلے تو دوسرا مجلس میں کل مبیع کو قبول کرے کل ثمن کے بدلے میں یا چھوڑ دے مگر یہ کہ بیان کر دے ہر ایک کا ثمن، یعنی جب کہے میں نے یہ چیز ایک درہم کے بدلے میں بیچی اور وہ چیز دو درہم کے بدلے میں بیچی، پس اس مشتری نے ان دو میں سے ایک کو قبول کر لیا ایک درہم کے بدلے میں تو یہ جائز ہے، اور جب تک دوسرا قبول نہ کرے تو ایجاب باطل ہو جائیگا اگر موجب رجوع کرلے یا ان میں سے ایک کھڑا ہو جائے اپنی مجلس سے، اور جب دونوں (ایجاب وقبول) پائے جائیں تو بیع لازم ہو جائیگی یعنی خیار مجلس ثابت نہ ہوگا بخلاف امام شافعی ؒ کے۔

توضیح: (واذا... الخ): حاصل یہ ہے کہ جب متعاقدین میں سے ایک ایجاب کرے تو دوسرے کو دو اختیار ہیں یا تو مجلس میں پوری مبیع پورے ثمن کے ساتھ قبول کرے یا چھوڑ دے، ایسا نہیں کر سکتا کہ بعض مبیع کو بعض ثمن کے ساتھ قبول کرے مثلا بائع نے کہا **بعت هذین بعشرة** (میں نے یہ دو چیزیں دس کے بدلے میں بیچیں) تو مشتری یہ نہیں کہہ سکتا **اشتریت احدهما بخمسة** (میں نے ان میں سے ایک کو پانچ کے بدلے میں خریدا) اس لیے کہ بیع کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ **تفرق صفقه** (سودے کا متفرق ہونا) لازم نہ ہو، اگر مشتری بعض مبیع کو بعض ثمن کے ساتھ خریدتا ہے تو تفرق صفقہ لازم آتا ہے۔

(الا اذا... الخ): یہاں مستثنیٰ منہ مذکور نہیں ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے **لیس له حق القبول فی البعض الا اذا بین** مطلب یہ ہے کہ مشتری کے لیے بعض کو قبول کرنے کا حق نہیں ہے، ہاں اگر بائع ہر چیز کا ثمن علیحدہ بیان کر دے تو اب مشتری بعض کو قبول کر سکتا ہے، جیسے بائع کہے: **بعت هذا بدرهم وذالک بدرهم** (میں نے یہ چیز ایک درہم کے بدلے میں بیچی اور وہ چیز ایک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

درہم کے بدلے بیچی) اب مشتری اگر ایک چیز کو ایک درہم کے بدلے میں قبول کرتا ہے تو یہ جائز ہے اس لیے کہ اب صفقہ متعدد ہے کیونکہ جب یہ کہا: **بعت هذا بدرهم** تو یہ ایک ایجاب ہوا اور جب کہا: **و ذالک بدر همیہ** دوسرا ایجاب ہوا لہٰذا مشتری کے لیے جائز ہے کہ وہ ان دو میں سے ایک ایجاب کو قبول کرے اور دوسرے کو رد کردے یا دونوں کو قبول کرے یا دونوں کو رد کردے۔

(**وان لم یقبل... الخ**): یہاں سے ایجاب کے باطل ہونے کی صورتوں کا بیان ہے کہ قبول کرنے سے پہلے اگر دو باتوں میں سے کوئی ایک بات پائی جائے تو ایجاب باطل ہوجاتا ہے۔ ایک یہ کہ موجب اپنے ایجاب سے رجوع کرے اور دوسری یہ کہ مشتری اور بائع میں سے کوئی ایک اپنی مجلس سے کھڑا ہوجائے، پہلی صورت میں تو ایجاب اس لیے باطل ہوگا کہ ایجاب سے رجوع کرنے کا حق موجب کو حاصل ہوتا ہے جب تک دوسرا قبول نہ کرے، اور دوسری صورت میں ایجاب اس لیے باطل ہوجائیگا کہ ایجاب اعراض سے باطل ہوجاتا ہے اور **قیام عن المجلس** (مجلس سے کھڑا ہونا) اعراض کی دلیل ہے۔

(**واذا وجدا... الخ**): حاصل یہ ہے کہ جب ایجاب وقبول دونوں پائے جائیں تو بیع لازم ہوجاتی ہے یعنی خیار مجلس کسی کو حاصل نہ ہوگا، کہ جب تک مجلس برخواست نہ ہو بائع یا مشتری بیع کو فسخ کرسکے، امام شافعی ؒ فرماتے ہیں کہ عاقدین میں سے ہر ایک کو خیار مجلس حاصل ہوگا ان کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: **البیعان بالخیار مالم یتفرقا**، وجہ استدلال یہ ہے کہ خیار سے مراد خیار مجلس ہے اور تفرق سے مراد **تفرق بالابدان** ہے۔ معنی یہ ہے کہ بائع اور مشتری دونوں کو خیار مجلس حاصل ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: **یا ایھاالذین آمنوا اوفو ا بالعقود** (اے ایمان والو عقدوں کو پورا کرو،) وجہ استدلال یہ ہے کہ ایجاب وقبول کے بعد عقد ہوجاتا ہے اور عقد کو پورا کرنا اس آیت کی رو سے ضروری ہے اب اگر خیار مجلس دیں تو یہ **ایفاء عقد** (عقد کے پورا کرنے) کے منافی ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ خیار مجلس میں غیر کے حق کا ابطال ہے اور وہ غیر کا حق، حق ملک ہے اور غیر کے حق کو باطل کرنا جائز نہیں۔ باقی یہ جو کہا کہ غیر کا حق، حق ملک ہے یہ اس لیے کہ صورت مذکورہ ایجاب وقبول کے بعد کی صورت ہے اور ایجاب وقبول کے بعد ملک مشتری کو حاصل ہوجاتی ہے۔

باقی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس میں تفرق سے مراد **تفرق بالاقوال** ہے اور خیار سے مراد خیار قبول ہے۔ معنی یہ ہے کہ بائع اور مشتری خیار قبول کے ساتھ ہیں جب تک ان میں **تفرق بالاقوال** نہ ہو یعنی ایک کی طرف سے اگر ایجاب ہوگیا ہے تو دوسرے کو اختیار ہے چاہے قبول کرے چاہے رد کردے اس طرح قبول کرنے سے پہلے موجب (ایجاب کرنے والے) کو اپنے ایجاب سے رجوع کرنا بھی جائز ہے لیکن جب قبول ہوجائے تو اب دونوں میں سے کسی کو بھی خیار نہ ہوگا۔

باقی رہی یہ بات کہ اس بات پر کیا دلیل ہے کہ خیار سے مراد خیار قبول ہے؟ تو وہ دلیل یہ ہے کہ بائع اور مشتری کی تین حالتیں ہیں (۱) ایجاب اور قبول سے پہلے (۲) ایجاب وقبول کے بعد (۳) ایجاب کے بعد اور قبول سے پہلے، پہلی حالت کے اعتبار سے بائع اور مشتری پر بیعان کا اطلاق مجازاً ہے باعتبار **ما یؤول** کے (یعنی اس اعتبار سے کہ مستقبل میں یہ دونوں بائع اور مشتری بننے والے ہیں ،) اور دوسری حالت کے اعتبار سے ان پر **بیعان** کا اطلاق بھی مجازاً ہے باعتبار **ما کان** کے (یعنی اس اعتبار سے کہ ماضی میں یہ بائع اور مشتری تھے)، اور تیسری حالت کے اعتبار سے ان پر **بیعان** کا اطلاق حقیقۃً ہے اور حقیقت پر جب تک عمل ممکن ہو مجاز کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا لہٰذا یہاں مراد بائع اور مشتری کی وہ حالت ہے جو ایجاب کے بعد اور قبول سے پہلے ہو اور ظاہر ہے اس صورت میں جو خیار

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوگا وہ خیار قبول ہوسکتا ہے خیار مجلس نہیں ہوسکتا۔

01

وَلما ذكرَ الأ يجَا بَ والقُبولَ اَرا دَا ن يذكُرَ الثمنَ والمبيعَ وانما قدَّمَ ذِكرَ الثمنِ لانه وَسيلةٌ الى حُصولِ المَبيعِ وَهوَ المقصودُ والوسائلُ متقدمةٌ على المقاصدِ فقالَ: وصحَّ البيعُ فى العوضِ المُشَارِ اَلَيهِ بِلاعلمِ بقدره ووصفِه ،لا فى غيرِ المُشارِاليهِ فانهٗ حينئذٍ لا بد مِن أن يَذكُرَ قدرَه ووصفَهٗ وبِثَمنٍ حالٍ والى اَجَلٍ عُلَمَ وبالثمنِ المطلَقِ اى اِن لَم يَذكُر صِفَتهٗ بِأن قِيلَ: بِعتُ بِعَشرَةِ دراهمَ فَان استوَت مَاليةُ النقودِ فَعلى مَا قُدّرَ به من ايّ نوعٍ، اَى يَقَعُ البيعُ على عشرةِ دراهمَ مِن ايّ نَوعٍ كا نَ، اَى يُعطِى المُشترَى اَيَّ نَوعٍ شَاءَ وَان اختَلفَ فَعلى الاَروَجِ وَفَسَدَ اِن استوَى رِوَاجُهَا اَى فَى صُورةِ اِختِلافِ مَالِيةِ النُقُودِ الا اَن يُبَينَ اَحَدَهَا اَى اَحَدَ النَقُودِ وَهذا استثناءٌ مُنقطعٌ لانَّ البَحثَ فِى البَيعِ بالثَّمن المُطلَقِ فَلا يَكُونُ حَالُ بَيانِ اَحَدِ النُقُودِ مِن جَنسِ اَحوالِ اِطلاقِ الثَّمنِ .

ترجمہ: اور جب ایجاب وقبول کو ذکر کیا تو ارادہ کیا کہ ثمن اور مبیع کو ذکر کریں، اور ثمن کے ذکر کو مقدم کیا اس لیے کہ یہ وسیلہ ہے مبیع کے حصول کا، اور وہ مقصود ہے اور وسائل مقدم ہوتے ہیں مقاصد پر۔ پس کہا: اور صحیح ہے بیع ایسے عوض میں جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہو بغیر اس کی مقدار اور وصف کے معلوم ہونے کے، نہ کہ اسمیں جس کی طرف اشارہ نہ کیا گیا ہو، اسلئے کہ اس وقت ضروری ہے کہ اس کی مقدار اور وصف کو ذکر کیا جائے، اور (بیع صحیح ہے) نقد ثمن کے ساتھ اور ایسی مدت تک جو معلوم ہو اور ثمن مطلق کے ساتھ، یعنی اگر صفت ذکر نہ کی بایں طور کہ یوں کہا: میں نے اس کو دس دراہم کے بدلے میں بیچا۔ پس اگر نقود کی مالیت برابر ہو تو یہ بیع محمول ہوگی ان پیسوں پر جن کو مقرر کیا جائے خواہ وہ کسی بھی نوع سے ہوں یعنی بیع دس دراہم پر واقع ہوجائیگی خواہ وہ کسی بھی نوع سے ہوں یعنی مشتری دے دے جونسی نوع چاہے، اور اگر نقود کی مالیت مختلف ہو تو یہ بیع ان پیسوں پر محمول ہوگی جو زیادہ رائج ہوں اور فاسد ہوجائیگی اگر ان کا رواج برابر ہو یعنی نقود کی مالیت کے مختلف ہونے کی صورت میں مگر یہ کہ وہ بیان کردے ان میں سے کسی ایک کو یعنی نقود میں سے کسی ایک کو اور یہ استثناء منقطع ہے اس لیے کہ بحث ثمن مطلق کے ساتھ بیع میں ہے۔ پس نہیں ہوگا نقود میں سے کسی ایک کے بیان کا حال اطلاق ثمن کے احوال کی جنس میں سے۔

توضیح: (ولما ...الخ): یہ مابعد کی تمہید ہے جب مصنف ایجاب وقبول کے ذکر سے فارغ ہوئے تو اب مبیع اور ثمن کا ذکر شروع کرتے ہیں۔

(وانما... الخ): یہاں سے ذکر ثمن کو مقدم کرنے کی وجہ کو بیان کرتے ہیں کہ مصنف نے ثمن کے ذکر کو اس لیے مقدم کیا کہ ثمن مبیع کے حصول کا وسیلہ ہے اور مبیع مقصود ہے اور وسائل مقاصد پر مقدم ہوتے ہیں اس لیے ثمن کو مقدم کیا۔

(وصح ... الخ): بیع میں عوض یا مشارالیہ (حاضر) ہوگا یا نہیں اگر مشارالیہ ہو یعنی حاضر ہو جیسے: **اشتريت هذا الثوب بما فى هذه الصرة من الدارهم** کہ میں تم سے یہ کپڑا خریدتا ہوں ان دراہم کے بدلے میں جو اس تھیلی یا ہمیانی میں موجود ہیں تو یہ بیع صحیح ہوگی اگرچہ اس عوض کی مقدار اور وصف معلوم نہ ہو یعنی پتہ نہ ہو کہ وہ دراہم کتنے ہیں، اور جید ہیں یا کھوٹے ہیں، اور اگر عوض مشارالیہ یعنی حاضر نہ ہو تو اس وقت قدر اور وصف کا معلوم ہونا ضروری ہے، اگر عوض حاضر ہو تو قدر اور وصف کا معلوم ہونا اسلئے ضروری نہیں ہے کہ اس وقت ثمن کی طرف اشارہ کیا جائیگا اور اشارہ ابلغ ہوتا ہے اور وصف اگرچہ مجہول ہے، پتہ نہیں ہے کہ دراہم کھوٹے ہیں یا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کھرے ہیں،لیکن یہ ایسی جہالت نہیں جو مفضی الی المنازعت (جھگڑے کی طرف پہنچانے والی) ہو۔

01

(وبثمن حال... الخ): بیع نقد ثمن کیساتھ بھی جائز ہے اور ادھار کے ساتھ بھی، بشرطیکہ ادائیگی ثمن کی مدت معلوم ہو اس لیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (اللہ تعالی نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا) تو لفظ بیع دونوں قسم کی بیع کو شامل ہے، نقد ثمن کی بیع کو بھی اور ادھار والی بیع کو بھی۔

اور اگر بیع ادھار کے ساتھ ہو تو ادائیگی ثمن کی مدت کا معلوم ہونا اس لیے ضروری ہے کہ اگر مدت مجہول ہو تو منازعت ہوگی، بائع مدت قریب میں ثمن کا مطالبہ کریگا اور مشتری مدت بعید میں ثمن کی ادائیگی پر راضی ہوگا۔

(وبالثمن ...الخ): اگر ثمن مطلق ذکر کیا یا یں طور کہ ثمن کا وصف بیان نہ کیا یوں کہا: بعت بعشرة دراهم (میں نے دس دراہم کے بدلے میں بیچا) اور اس شہر میں مختلف دراہم چلتے ہیں بخاریہ بھی اور سمرقندیہ بھی مثلا، تو دیکھیں گے کہ ان نقود کی مالیت برابر ہے یا نہیں یا یں طور کہ بخاری دس دراہم کی قیمت سمرقندی دس درہم کے برابر ہے یا نہیں، اگر ان نقود کی مالیت برابر ہو تو مشتری کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی بھی نوع کے دس دراہم دیدے خواہ بخارا کے ہوں یا سمرقند کے، اور اگر مالیت مختلف ہے مثلا بخارا کے دراہم کی قیمت سمرقندی دراہم سے زیادہ ہے تو دیکھیں گے کہ وہ دراہم چلنے میں برابر ہیں یا نہیں، اگر چلنے میں مختلف ہوں یا یں طور کہ بخارا کے دراہم زیادہ چلتے ہوں اور سمرقندیہ کم چلتے ہوں تو مشتری اس نوع کے دراہم ادا کریگا جو زیادہ چلتے ہوں اور اگر رواج میں برابر ہوں تو یہ بیع فاسد ہے۔ ہاں اگر اس صورت میں کوئی ایک نوع بیان کردی جائے مثلا یہ کہا جائے: بعت بعشرة دراهم بخارية (میں نے دس بخارا کے دراہم کے بدلے میں بیع کی) تو یہ بیع جائز ہوگی۔

(وهذا... الخ): یہ مصنف ؒ کے قول الا ان... الخ کی ترکیب ہے کہ یہ استثناء منقطع ہے متصل نہیں، اسلئے کہ استثناء منقطع میں مستثنی مستثنی منہ کی جنس سے نہیں ہوتا اور یہاں بھی ایسا ہے اسلئے کہ یہ مطلق ثمن کے بدلے میں بیع کی بحث ہے لہٰذا مستثنی منہ احوال اطلاق الثمن ہوا اور حال بیان احد النقود (نقود میں سے ایک نقدی بیان کردینے کا حال) مستثنی ہے، ظاہر ہے کہ بیان احد النقود کا حال یہ احوال اطلاق الثمن کی جنس میں سے نہیں ہے۔

ثُمَّ بَعدَ ذِكرِ الثَّمنِ شَرعَ فِي ذِكرِ المَبيعِ فَقَالَ: وَفِي الطَّعامِ وَالحُبُوبِ كَيلًاوَجَزَافاً اِن بِيعَ بِغَيرِ جِنسِه وَبِاِنَاءٍ اَوحجرٍ مُعيّنٍ لم يُدرَ قَدرُهُ وَفِي صَاعٍ فِي بيعِ صُبرَةٍ كلَّ صَاعٍ بِكذا اى اذاقالَ: بِعتُ هذه الصُبرَةَ كُلَّ صاعٍ بدرهمٍ صحَّ فِي صاعٍ واحدٍ، وفِي كُلها ان سمّٰى جُملةَ قُفزانِها اى اذاقال : بِعتُ هذه الصُبرةَ وهي عَشرةُ اقفزةٍ كُلُ قَفيزٍ بدرهمٍ صح فِي الكُلِ وَفسدَ فِي الكلِّ فِي بيعِ ثلةٍ اوثوبٍ كلُ شاةٍ اوذراعٍ بِكذا لان البيعَ لا يجوزُ الا فِي واحدٍ وذالكَ الواحدُ مُتفاوتٌ وكذا كلُ معدودٍ متفاوتٍ فان باعَ صُبَّةً على انها مائةُ صاعٍ بمائةٍ وهي اقلُّ او اكثرُ اخذَ المُشترى الاقلَّ بحصّتِه اوفسخَ البيعَ ومازادَ للبائعِ؛ لانهُ لم يَبِع الا مائةَ صاعٍ فالزائدُ لهُ.

ترجمہ: پھر ثمن کے ذکر کے بعد شروع ہوئے مبیع کے ذکر میں، پس کہا: اور اناج اور دانوں میں ناپ کر اور اندازے کے ساتھ (بیع جائز ہے) اگر بیچا جائے غیر جنس کے بدلے میں اور معین برتن اور معین پتھر کے ساتھ جس کی مقدار معلوم نہ ہو (جائز ہے) اور ایک صاع میں ڈھیری کی بیع میں جس کا ہر صاع اتنے کے بدلے میں ہو یعنی جب کہے: میں نے یہ ڈھیری بیچی ہر صاع ایک درہم کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بدلے میں۔تو ایک صاع میں یہ بیع صحیح ہے،اور تمام میں (جائز ہے) اگر تمام قفیزوں کا ذکر کردے یعنی جب کہے: میں نے یہ ڈھیری بیچی حالانکہ یہ دس قفیز ہیں ہر قفیز ایک درہم کے بدلے میں ہے،تو تمام میں بیع صحیح ہوجائیگی،اور تمام میں بیع فاسد ہوجائیگی ایک ریوڑ یا ایک کپڑے کی بیع میں ہر بکری یا ہر ذراع اتنے کے بدلے میں ہو اس لیے کہ بیع جائز نہیں مگر ایک میں اور وہ ایک متفاوت ہے،اور اسی طرح ہر گنتی والی شے میں جو متفاوت ہو (بیع جائز نہیں) پس اگر ایک ڈھیری بیچی اس بنا پر کہ یہ سو صاع ہیں سو کے بدلے میں حالانکہ وہ سو سے کم ہیں یا سو سے زیادہ ہیں تو مشتری کم لے لے اس کے حصے کے ساتھ یا بیع کو فسخ کردے اور جو مقدار زائد ہو وہ بائع کی ہوگی اس لیے کہ اس نے نہیں بیچے مگر سو صاع پس زائد اسی کا ہوگا۔

توضیح: (ثم ...الخ) : یہ مابعد کی تمہید ہے کہ جب ثمن کے ذکر سے فارغ ہوئے تو اب مبیع کا ذکر شروع کرتے ہیں۔

(وفی الطعام... الخ): طعام اور اناج کی بیع کیل کے ساتھ بھی جائز ہے اور اندازے کے ساتھ بھی جائز ہے،لیکن اندازے کے ساتھ اس وقت جائز ہوگی جب طعام اور اناج کی بیع غیر جنس کے بدلے میں ہو اور اگر ہم جنس کے بدلے میں ہو جیسے گندم کی بیع گندم کے بدلے میں تو اب جائز نہ ہوگی،غیر جنس کے ساتھ بیع مجازفۃ یعنی اندازے کے ساتھ اس لیے جائز ہے کہ حدیث میں ہے **اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم بعد ان یکون یدا بید** (جب عوضین مبیع اور ثمن مختلف جنس کے ہوں پس تم بیچو جیسے چاہو بعد اس کے کہ وہ ہاتھوں ہاتھ ہوں) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب نوعین مختلف ہوں یعنی جنس کی خلاف جنس کے ساتھ بیع ہو تو جس طرح سے چاہیں بیع کرسکتے ہیں **کیف شئتم** کا لفظ عام ہے اس بیع کو بھی شامل ہے جو کیل کے ساتھ ہو اور اس بیع کو بھی شامل ہے جو اندازے کے ساتھ ہو۔اور اگر ہم جنس کے ساتھ بیع ہو تو مجازفہ اس لیے جائز نہیں ہے کہ اس میں ربا کا احتمال ہے۔

(وباناء... الخ): اناء سے مراد وہ برتن ہے جس سے کسی شے کو کیل کیا جائے اور حجر سے مراد وہ حجر ہے جس سے کسی شئے کو وزن کیا جائے،حاصل یہ ہے کہ بیع اگر ایسے اناء معین یا حجر معین کیساتھ ہو رہی ہو جس کی مقدار معلوم نہیں تو یہ بیع جائز ہے اس لیے کہ یہاں اگرچہ جہالت ہے کہ اس برتن یا حجر کی مقدار معلوم نہیں ہے لیکن یہ جہالت اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ بائع اور مشتری کے درمیان اس جہالت کی وجہ سے جھگڑا ہوجائے۔

(وفی صاع... الخ): اگر بائع نے کہا: **بعت هذه الصبرة کل صاع بدرهم**،میں اس ڈھیری کا ہر صاع ایک درہم کے بدلے میں بیچتا ہوں تو یہ بیع ایک صاع میں جائز ہوگی باقی میں جائز نہ ہوگی،لیکن اگر تمام قفیز بتادیئے ہوں کہ یہ ڈھیری بیچتا ہوں جو کہ دس قفیزوں پر مشتمل ہے ہر قفیز ایک درہم کے بدلے میں ہے تو یہ بیع تمام قفیزوں میں جائز ہوجائیگی۔

(وفسد...الخ): اگر یہ کہا میں یہ بکریوں کا ریوڑ بیچتا ہوں ہر بکری ایک درہم کے بدلے میں ہے،یا یوں کہا کہ میں یہ کپڑا بیچتا ہوں ہر ذراع ایک درہم کے بدلے میں ہے تو یہ بیع تمام میں یعنی تمام بکریوں اور تمام کپڑے میں فاسد ہوگی۔

(لان... الخ): یہ مسئلہ مذکورہ کی دلیل ہے کہ جیسے کہ پہلے گزرا اگر تمام کی تعداد بیان نہ کی جائے تو فقط ایک میں بیع جائز ہوتی ہے،چنانچہ جب کہے: **بعت هذه الصبرة کل صاع بدرهم** تو چونکہ یہاں تمام صاعوں کے بارے میں بیان نہیں کیا کہ وہ کتنے ہیں اس لیے ایک صاع میں بیع جائز ہے،تو یہاں بھی کل ذراع اور کل بکریاں بیان نہیں کیں لہٰذا ایک میں بیع جائز ہونی چاہیے،یہاں ایک میں بھی بیع اس لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ایک متفاوت ہے کیونکہ بکری بکری میں فرق ہوتا ہے،اسی طرح کپڑے کے ایک ذراع اور دوسرے ذراع میں فرق ہوتا ہے لہٰذا منازعت ہوگی مشتری اچھی بکری لینا چاہے گا جبکہ بائع کمزور بکری دینے پر راضی ہوگا لہٰذا ایک میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بھی بیع جائز نہیں۔اسی طرح کپڑے کا حال ہے لہٰذا کپڑے کے ایک ذراع میں بھی جائز نہ ہوگی۔کپڑے میں یہ تفصیل اس وقت ہے جب واقعۃً کپڑے کا ایک ذراع دوسرے سے عمدہ اور گھٹیا ہونے کے لحاظ سے متفاوت ہو،اگر تفاوت نہیں ہے تو ایک ذراع میں بھی بیع جائز ہو جائیگی۔بخلاف پہلے مسئلے کے کہ اس میں تمام صاع برابر ہوتے ہیں کوئی تفاوت نہیں ہوتا اس لیے ایک صاع میں بیع کو جائز قرار دیا گیا۔

(وکذاکل... الخ): حاصل یہ ہے کہ ہر معدود متفاوت کا یہ حال ہے،وہ چیزیں جو گنی جاتی ہیں اور ان میں قیمت کے لحاظ سے تفاوت ہوتا ہے جیسے تربوز سیب انار،وغیرہ ان کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ میں یہ بیچتا ہوں ہر انار ایک درہم کے بدلے میں تو یہ بیع ایک میں بھی جائز نہ ہوگی۔

(فان باع ...الخ): اگر کسی نے طعام کی ڈھیری بیچی سو صاع ایک سو درہم کے بدلے میں اور واقع میں وہ سو صاع سے کم تھی تو مشتری کو دو اختیار ہیں چاہے تو اقل اسکے حصے کے عوض میں لے لے،مثلاً نوے ذراع ہیں تو نوے درہم کے بدلے میں لے لے،اور چاہے تو بیع کو فسخ کر دے اسلئے کہ مشتری پر عقد کے تام ہونے سے پہلے سودا متفرق ہو گیا ہے اور اس جیسی صورتحال میں مشتری بیع کو فسخ کر سکتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کی ضرورت مثلاً نوے ذراع سے پوری نہ ہو سکتی ہو۔

باقی رہی یہ بات کہ مشتری پر سودا عقد کے تام ہونے سے پہلے کیسے متفرق ہو گیا ہے؟ تو وہ اس طرح کہ عقد قبضے کے ساتھ تام ہوتا ہے اور یہاں مشتری کی طرف سے قبضہ پائے جانے سے پہلے سودا متفرق ہو گیا اس لیے کہ اس کو پورے سو صاع نہیں مل رہے ہیں تو یہ عقد کے تام ہونے سے پہلے مشتری پر سودا متفرق ہو گیا۔

اور اگر واقع میں وہ سو صاع سے زائد ہو تو مشتری سو صاع سو دراہم کے بدلے میں لے لے اور باقی زائد بائع کا ہوگا اس لیے کہ مبیع فقط سو صاع ہے زائد نہیں ہے اور یہ صاع قدر ہے جس کے مقابلے میں ثمن آتے ہیں لہٰذا زائد بائع کا ہوگا۔

وان باعَ المذروعَ هكذا اخذَ الاقلّ بكلِّ الثمنِ اوتركَ والاكثرُ لهُ بلاخيارٍ للبائعِ لان الذرعَ فى الثوبِ وصفٌ والمرادُ بالوصفِ الامرُ الذى اذا قامَ بالمحلِّ يُوجِبُ فى ذالكَ المحلِّ حُسنًا او قبحًافالكميةُ المحضةُ لا يكونُ من الاوصافِ بل هى اصلٌ لان الكميةَ عبارةٌعن قِلةِ الاجزاءِ او كثرتِها والشئُ انما يُوجدُ بالاجزاءِ والوصفُ ما يقومُ بالشئُ فلا بد ان يكونَ مُوَخراً عن وُجودِ ذالكَ الشئُ فالكميةُ التى تختلفُ بها الكيفيةُ كالذرعِ فى الثوبِ امرٌ يختلفُ به حسنُ المزيدِ عليه فان الثوبَ اذا كانَ عشرةَ اذرعٍ تُساوِى عَشرَةَ دَنانِيرَ وَان كا نَ تسعةُ اذرعٍ لا تُساوى تسعةَ دنانيرَ لانه لا يَكفى جبةً والعشرةُ تكفى فوجودُ الذرعِ الزائدِ على التسعةِ يزيدُ التسعةَ حسناً فيصيرُ كا لاوصافِ الزائدةِ فلا يقابلها شئٌ من الثمنِ اى الثمنُ لا ينقسمُ على الاجزاءِ كما ينقسمُ فى الحنطةِ فانه اذا كان عشرةُ اقفزةٍ بعشرةِ دراهمَ كان قفيزٌ واحدٌ بدرهمٍ ولا كذالک فى الثوبِ فاذا باعَ عشرةَ اذرعٍ بعشرةٍوكانَ الثو بُ تسعةُ اذرعٍ كما فى مسئلتِنا لا ياخذُهُ بتسعةٍ بل ان شاءَ اخذَهُ بعشرةٍ وان شاءَ فسخَ وان كا ن زائدًا كانَ للمشترى فانه باعَ هذا الثوبَ فوجد المشترى فيه امرًا مَرغوباً فكانَ للمشترى كما اذا اشترى عبدًا فوجدَه كاتباً.

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

ترجمہ: اوراگر مذروعی شے اسی طرح بیچی تو مشتری اقل لے لے پورے ثمن کے ساتھ یا چھوڑ دے۔اورزائداسی مشتری کا ہوگا بغیر بائع کے خیار کے اس لیے کہ ذراع کپڑے میں وصف ہے،اورمرادوصف سے وہ امر ہے جو جب محل کے ساتھ قائم ہوتو اس محل میں حسن یا قبح کو واجب کرے پس کمیت محضہ اوصاف میں سے نہ ہوگی بلکہ یہ اصل ہے۔اس لیے کہ کمیت عبارت ہے اجزاء کی قلت یا ان کی کثرت سے اور شے نہیں ہے سوائے اس کے کہ پائی جاتی ہے اجزاء کے ساتھ،اوروصف وہ ہے جو شے کے ساتھ قائم ہو پس ضروری ہے کہ وہ موخر ہواس شے کے وجود سے۔پس وہ کمیت جس کی وجہ سے کیفیت مختلف ہوجائے،جیسے کپڑے میں ذراع،ایسا امر ہے جس کی وجہ سے اس شے کا حسن بڑھ جاتا ہے جس پر اسے زائد کیا گیا ہواس لیے کہ کپڑا اگر دس ذراع ہوتو وہ دس دنانیر کے برابر ہوگا اوراگر نو ذراع ہوتو وہ نو دنانیر کے برابر نہ ہوگا اس لیے کہ وہ نو ذراع جبے کے لیے کافی نہیں ہوتے جبکہ دس ذراع کافی ہوجاتے ہیں۔پس اس ایک ذراع کا وجود جو نو پر زائد ہے وہ نو ذراع میں حسن کو واجب کرتا ہے۔پس یہ اوصاف زائدہ کی طرح ہوجائیگا لہٰذا ان کے مقابلے میں ثمن کا کچھ حصہ نہ ہوگا یعنی ثمن اجزاء پر تقسیم نہ ہوگا جیسا کہ گندم میں تقسیم ہوتا ہے اس لیے کہ اگر وہ دس قفیز ہوں دس درہم کے بدلے ،تو ایک قفیز ایک درہم کے بدلے میں ہوگا اوراسی طرح نہیں ہے کپڑے میں،پس جب دس ذراع دس درہم کے بدلے میں بیچے اور کپڑا نو درہم ہو،جیسا کہ ہمارے مسئلے میں ہے،تو اس کو نہ لے نو کے بدلے میں بلکہ اگر چاہے تو لے لے اس کو دس کے بدلے،اوراگر چاہے تو فسخ کردے اوراگر زائد ہوتو وہ مشتری کا ہوگا اس لیے کہ اس نے یہ کپڑا بیچا پس مشتری نے اس میں ایک امر مرغوب کو پایا تو یہ مشتری کا ہوگا جیسا کہ جب ایک غلام خریدے پس اس کو مکاتب پالے۔

توضیح: (وان باع... الخ): اگر کسی نے سو ذراع کپڑا سو درہم کے بدلے میں بیچا اور واقع میں وہ کپڑا سو ذراع سے کم تھا تو اب مشتری کو دو اختیار ہیں یا تو وہی کم کپڑا کل ثمن کے بدلے میں لے لے یا بالکل چھوڑ دے،اوراگر واقع میں وہ کپڑا سو ذراع سے زائد ہوتو سو درہم کے عوض وہ سارا کپڑا لے لے اور بائع کو کوئی خیار نہ ہوگا۔

(لان الذرع... الخ): یہ مسئلہ مذکورہ کی دلیل ہے کہ ذراع وصف ہے اور وصف کے مقابلے میں ثمن نہیں آتا لہٰذا مشتری اگر وہ کپڑا لینا چاہے تو اس پر کل ثمن سو درہم لازم ہونگے کمی کی صورت میں بھی اور زیادتی کی صورت میں بھی۔

(والمراد... الخ): یہ ایک سوال کا جواب ہے،سوال یہ ہے کہ ذراع تو مقدار ہے پھر آپ کیسے کہتے ہیں کہ ذراع وصف ہے؟ تو اس کا جواب دیا کہ وصف سے مراد وہ امر ہے جو محل (کسی شے) کے ساتھ قائم ہوتو اس محل میں حسن یا قبح کو واجب کرے اور ذراع پر یہ تعریف صادق ہے اسلئے کہ یہ اگرچہ کمیت ومقدار ہے،لیکن یہ ایسا امر ہے جسکی وجہ سے کپڑے میں حسن یا قبح پیدا ہوجاتا ہے جیسے کپڑا اگر دس ذراع ہوتو یہ دس درہم کے برابر ہوگا اوراگر نو ذراع ہوتو یہ نو درہم کے برابر نہ ہوگا اس لیے کہ نو ذراع مثلاً جبے کے لیے کافی نہیں ہوتا اور دس ذراع کافی ہوجاتا ہے پس نو ذراع پر ایک ذراع کی زیادتی کی وجہ سے نو ذراع میں حسن پیدا ہوجاتا ہے لہٰذا ذراع وصف ہوا۔

(فالکمیۃ...الخ): یہاں سے شارح حسناً اور قبحاً کے فائدے کو بیان کرتے ہیں کہ چونکہ وصف اس کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے محل میں حسن یا قبح پیدا ہوجائے لہٰذا کمیت محضہ وصف نہ ہوگی اس لیے کہ کمیت دراصل اجزاء کی قلت اور اجزاء کی کثرت کو کہتے ہیں اور شے اپنے اجزاء کے ساتھ موجود ہوتی ہے جبکہ وصف شے کے ساتھ قائم ہوتا ہے لہٰذا اس کا وجود شے کے وجود سے موخر ہوگا،پس وصف چونکہ شے کیساتھ قائم ہونے کیوجہ سے اس شے سے موخر ہوتا ہے اور کمیت محضہ شے کے ساتھ پائی جاتی ہے شے سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

موخرنہیں ہوتی لہٰذا کمیت محضہ وصف نہ ہوگی۔

01

(ای الثمن ...الخ): یہ فلا یقابلها... الخ کے معنی کا بیان ہے کہ اوصاف کے مقابلے میں ثمن کے نہ آنے کا یہ مطلب ہے کہ اس صورت میں ثمن کو اجزاء پر تقسیم نہ کیا جائے گا جیسے گندم میں تقسیم کیا جاتا ہے، مثلاً اگر کسی نے دس قفیز گندم دس دراہم کے بدلے میں بیچی تو ایک قفیز ایک درہم کے بدلے میں ہوگا لیکن کپڑے میں اس طرح نہ ہوگا اگر کپڑا دس ذراع دس درہم کے بدلے میں بیچا تو ایسا نہیں کہ ایک ذراع ایک درہم کے بدلے میں ہو پس اگر کپڑا نو ذراع نکل آیا تو مشتری انہیں نو درہم کے بدلے میں نہ لے گا بلکہ اگر چاہے تو دس درہم کے بدلے میں لے اور چاہے تو بیع کو فسخ کر دے، اور اگر کپڑا دس ذراع سے زائد نکل آیا تو وہ زائد کپڑا مشتری کا ہوگا لیکن اس پر فقط دس دراہم لازم ہونگے اسلئے کہ کپڑے میں زیادتی وصف ہے جس کے مقابلے میں ثمن نہیں آتا، نیز مشتری نے زیادتی کو پایا جو کہ امر مرغوب ہے اور مشتری جب مبیع میں امر مرغوب کو پالے تو وہ مبیع مشتری کی ہوتی ہے جیسے کسی نے غلام خریدا بعد میں پتہ چلا کہ وہ تو کاتب بھی ہے تو یہ غلام مشتری کا ہوگا اور اس پر زائد ثمن بھی لازم نہ ہونگے۔

وان قالَ کلَّ ذراعٍ بدرهمٍ اخذَ الاقلَّ بحصته اوتَرکَ وکلَّ الاکثرِ کلَّ ذراعٍ بدرهمٍ اوفسخَ؛ لانه افردَ کلَّ ذراعٍ بدرهمٍ فلا بُدَّ من رعایةِ هذا المعنی. واعلم ان المسئلةَ فیما اذا باعَ ثوباً علی انه عشرةُ اذرعٍ بعشرةِ دراهمَ کلَّ ذراعٍ بدرهمٍ فاذا هو تسعةُ اذرعٍ اواحدَ عشرَ ذراعاً حتی لو کانَ تسعةً ونصفاً اوعشرةً ونصفاً فحکمُه لیسَ کذالکَ علی ما سیاتی فی هذه الصفحةِ .

ترجمہ: اور اگر کہا ہر ذراع ایک درہم کے بدلے میں، تو مشتری اقل لے لے اس کے حصے کے ساتھ یا چھوڑ دے، اور لے لے زائد کے کل کو ہر ذراع ایک درہم کے بدلے میں یا فسخ کر دے، اس لیے کہ اس نے علیحدہ ذکر کیا ہر ذراع ایک درہم کے بدلے، پس ضروری ہے اس معنی کی رعایت، اور جان تو کہ یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب کہ ایک کپڑا بیچا اس بنا پر کہ یہ دس ذراع ہیں دس درہم کے بدلے میں ہر ذراع ایک درہم کے بدلے میں پھر دیکھا تو وہ نو ذراع تھے یا گیارہ ذراع تھے حتی کہ اگر وہ کپڑا ساڑھے نو ذراع ہو یا ساڑھے دس ذراع ہو تو اس کا حکم ایسا نہیں ہے، جیسا کہ اس صفحے میں آئے گا۔

توضیح: (وان قال... الخ): اگر کسی نے کپڑا دس دراہم کے بدلے میں بیچا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ ہر ذراع ایک درہم کے بدلے میں ہے اور واقع میں وہ کپڑا دس ذراع سے کم ہے تو مشتری اگر چاہے تو وہی کم کپڑا اس کے حصے کے ثمن کے ساتھ لے لے، مثلاً دس میں سے نو ذراع ہیں تو وہ ان کو نو درہم کے بدلے میں لے لے، اور چاہے تو بیع کو فسخ کر دے، اور اگر واقع میں وہ کپڑا دس ذراع سے زائد ہے تو بھی اگر چاہے تو سارا کپڑا لے لے ہر ذراع ایک درہم کے بدلے میں، مثلاً گیارہ کپڑے ہیں تو گیارہ درہم کے بدلے میں لے لے، اور چاہے تو بیع کو فسخ کر دے۔

(لانہ... الخ): یہ اس مسئلہ کی دلیل ہے کہ جب اس نے ہر ذراع ایک درہم کے بدلے میں بیچا ہے اور اس کو صراحۃً ذکر کیا ہے تو ذراع مبیع کا جزء بن گیا لہٰذا اس معنی کی رعایت رکھنی لازم ہے، لہٰذا اب ذراع کے مقابلے میں ثمن آئیگا۔

(واعلم... الخ): یہاں سے ایک وہم کا ازالہ ہے، وہم یہ ہے کہ اس مسئلہ کی صورت شاید یہ بھی ہوسکتی ہے کہ بائع نے دس دراہم کے بدلے میں دس ذراع کپڑا بیچا اور یہ کہا کہ ہر ذراع ایک درہم کے بدلے میں ہے، پھر واقع میں وہ کپڑا ساڑھے نو ذراع یا ساڑھے دس ذراع نکل آیا تو اس کا حکم وہی ہے جو اوپر گزرا، اس وہم کو دور کر دیا کہ اوپر بیان کردہ مسئلہ کی صورت یوں ہے کہ دس ذراع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کپڑا بیچتا ہے پھر واقع میں وہ کپڑا نو ذراع نکلتا ہے یا دس ذراع نکلتا ہے، اور اگر واقع میں وہ کپڑا ساڑھے نو یا ساڑھے دس ذراع نکلتا ہے تو اس کا حکم اور ہے جو آگے آرہا ہے۔

وَصحَّ بيعُ عشرة اسهمٍ من مائةِ سهمٍ لا بيعُ عشرةِ اذرعٍ من مائةِ ذراعٍ من دارٍ هذا عند ابى حنيفةؒ وقالا صحَّ فى الوجهينِ. لانه باعَ عشراً مشاعاً من الدارِ وله اَنَّ فى الثانى المبيعُ محلُ الذراعِ وهو معينٌ مجهولٌ لا مُشاعٌ بخلافِ السهمِ .

ترجمہ: اور صحیح ہے سو حصوں میں سے دس حصوں کی، بیع نہ کہ دار کے سو ذراع میں سے دس ذراع کی بیع، یہ امام صاحب کے نزدیک ہے، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں صحیح ہے، اس لیے کہ اس نے دار کے ایسے دس حصے بیچے ہیں جو مشاع (سارے دار میں پھیلے ہوئے) ہیں، اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ دوسری صورت میں مبیع محل ذراع ہے اور وہ معین مجہول ہے نہ کہ مشاع ، بخلاف سہم کے۔

توضیح: (وصح ...الخ): اگر کسی نے کہا: میں گھر کے سو سہام یعنی حصوں میں سے دس سہام بیچتا ہوں، تو یہ جائز ہے اور اگر کہا کہ میں دار کے سو ذراع میں سے دس ذراع بیچتا ہوں تو امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں ہے، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔

(لانہ... الخ) یہ صاحبین ؒ کی دلیل ہے کہ دوسرے مسئلے میں جو اس نے دس ذراع بیچے ہیں تو وہ دس ذراع مشاع ہیں یعنی پورے گھر میں پھیلے ہوئے ہیں اور مشاع کی بیع جائز ہوتی ہے جیسے سو حصوں میں سے دس حصوں کی بیع اس لیے جائز ہے کہ وہ دس حصے مشاع ہیں (پورے گھر میں پھیلے ہوئے ہیں)

(ولہ... الخ): یہ امام صاحب کی دلیل ہے، حاصل یہ ہے کہ جب اس نے کہا میں سو ذراع میں دس ذراع بیچتا ہوں تو اب ذراع سے مراد اس کا معنی حقیقی نہیں ہوسکتا، اسلئے کہ ذراع حقیقۃً اس آلے کو کہتے ہیں جس سے ناپا جاتا ہے، لہٰذا مجازاً یہاں ذراع سے مراد محل ذراع ہوگا (یعنی وہ جگہ مراد ہوگی جس کو ناپا جاتا ہے) اور محل ذراع تو مشاع نہیں ہے بلکہ معین ہے اور مجہول ہے، معین اس لحاظ سے ہے کہ اسمیں کمی بیشی نہیں ہوسکتی اس کی مقدار متعین اور متشخص ہوتی ہے، اور مجہول اس لحاظ سے ہے کہ یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ دس ذراع گھر کی مشرقی جانب میں ہونگے یا مغربی جانب میں، گھر کے اگلے حصے میں ہونگے یا پچھلے حصے میں اور جب مبیع معین ومجہول ہو تو بیع جائز نہیں ہوتی۔

سوال: ہوتا ہے کہ تعیین تو جہالت کے منافی ہے اور اجتماع منافیین محال ہے تو پھر شارح نے کیسے کہا "وھو معین مجھول" ؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ تعیین اور جہالت کی جہت مختلف ہے، تعیین اس لحاظ سے ہے کہ وہ دس ذراع مشاع نہیں ہیں، اور جہالت اس لحاظ سے ہے کہ یہ معلوم نہیں ہے وہ دس ذراع گھر کی کس جانب میں ہونگے لہٰذا کوئی اشکال نہیں۔

(بخلاف... الخ): یہ صاحبین ؒ کے قیاس کا جواب ہے کہ ذراع والے مسئلے کو سہم والے مسئلے پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، اس لیے کہ دس حصے پورے دار میں پھیلے ہوئے ہیں متعین نہیں ہیں، جب دس سہام شائع ہیں تو ان کی بیع جائز ہوگی اس لیے کہ مشاع کی بیع جائز ہوتی ہے۔

ولا بيعُ عَدلٍ على انه عشرةُ اثوابٍ وهو اقلُّ او اكثرُ لانه اذا كانَ اقلَّ لا يُدرى ثمنُ ما ليسَ بموجودٍ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

فیکونُ حصةُ المبیعِ مجھولةً وان کا نَ اکثرَ لا یکونُ المبیعُ معلوماً ولوبیَّنَ لکلٍّ ثمناً صح فی الاقلِ بقدرہ وخُیِّرَوفسدَ فی الاکثرِ لان المبیعَ مجھولٌ .

ترجمہ: صحیح نہیں ہے ایک گٹھڑی کی بیع اس بنا پر کہ وہ دس کپڑے ہیں حالانکہ وہ کم ہوں یا زیادہ ہوں، اس لیے کہ جب وہ کم ہونگے تو اس کپڑے کا ثمن معلوم نہ ہوگا جو موجود نہیں ہے پس موجود کپڑے کا حصہ مجہول ہوگا، اور اگر زیادہ ہوں تو مبیع معلوم نہیں ہوگی ،اور اگر ہر ایک کا ثمن بیان کر دیا تو کم کی صورت میں اس کے بقدر صحیح ہے اور اس کو اختیار دیا جائیگا اور زائد کی صورت میں بیع فاسد ہوگی اس لیے کہ مبیع مجہول ہے۔

توضیح: (ولا بیع... الخ): اگر کسی نے کپڑے کا ایک گٹھڑ یہ کہتے ہوئے بیچا کہ یہ دس کپڑے دس درہم کے بدلے میں ہیں اور واقع میں وہ دس سے کم ہوں یا دس سے زائد ہوں تو یہ بیع جائز نہیں، اس لیے کہ اگر یہ کم ہوں تو جو کپڑا غائب ہے اس کا ثمن معلوم نہیں ہے، جب غائب کپڑے کا ثمن معلوم نہیں ہے تو موجودہ کپڑوں کا ثمن بھی مجہول ہوگا، اور ثمن جب مجہول ہو تو بیع جائز نہیں ہوتی، اور اگر واقع میں وہ کپڑے زائد ہوں پس بیع اس لیے جائز نہیں کہ مبیع مجہول ہے اس لیے کہ مبیع تو دس کپڑے ہیں ان گیارہ کپڑوں میں جو کپڑا دس سے زائد ہے وہ بیع کے تحت داخل نہیں ہے، لہٰذا اس کو واپس کرنا ضروری ہے اور کپڑے مختلف ہوتے ہیں یہ معلوم نہیں کہ کونسا کپڑا واپس کرنا ہے جید، ردی یا متوسط، جب وہ کپڑا مجہول ہے جس کو واپس کرنا ہے تو مبیع بھی مجہول ہوگی، اور مبیع جب مجہول ہو تو بیع جائز نہیں ہوتی۔

(ولو بیین... الخ): اگر دس کپڑے دس دراہم کے بدلے میں بیچے اور ساتھ یہ بھی کہا: ہر کپڑا ایک درہم کے بدلے میں ہے، تو اگر واقع میں وہ کپڑے دس سے کم ہوں تو مشتری کو اختیار ہے چاہے تو وہی کم کپڑے ان کے ثمن کے حصے کے ساتھ لے لے مثلاً نو کپڑے ہیں تو نو درہم کے بدلے میں لے لے اور چاہے تو چھوڑ دے، پس یہاں بیع اس لیے جائز ہے کہ مبیع چونکہ سامنے موجود ہے اس لیے معلوم ہے اور ثمن بھی معلوم ہے کیونکہ جب کہا ہر کپڑا ایک درہم کے بدلے میں ہے تو غائب کپڑے کا حصہ معلوم ہو گیا کہ وہ غائب کپڑا بھی ایک درہم کا ہوگا جب غائب کا ثمن معلوم ہے تو موجودہ کپڑوں کا ثمن بھی معلوم ہے، لہٰذا یہ بیع جائز ہے۔

اور اگر واقع میں وہ کپڑے دس سے زائد ہوں تو یہ بیع فاسد ہے کیونکہ اب مبیع مجہول ہے، اسلئے کہ عقد فقط دس کپڑوں کو شامل ہے لہٰذا زائد کپڑے کو واپس کرنا ضروری ہے اور وہ زائد کپڑا مجہول ہے جب وہ مجہول ہے تو مبیع بھی مجہول ہوگی۔

و فِی بیعِ ثو بٍ علی انہٗ عشرۃُ اذرعٍ کلُّ ذراعٍ بدرھمٍ اَخذَ بعشرۃٍ فی عشرۃٍ ونصفٍ بلا خیارٍ وبتسعۃٍ فی تسعۃٍ ونصفٍ ان شاءَ وَقال ابویوسفؒ اِن شاءَ اَخذَ باحدَ عشرَ فی الاولِ وبِعشرۃٍ فی الثانی وقالَ محمدؒ اِن شاءَ اخذ بعشرۃٍ ونصفٍ فی الاولِ وبتسعۃٍ ونصفٍ فی الثانی لانَّ من ضَرورۃِ مقابلۃِ الذراعِ بالدرھمِ مقابلۃُ نصفِہ بنصفِہ ولا بی یوسفؒ انہ لما اَفردَ کلَ ذراعٍ ببدلٍ نُزِّلَ کلُ ذراع منزلۃَ ثوبٍ وَقد انتَقصَ ولا بی حنیفۃؒ اَنّ الذرعَ وصفٌ وانما اخذَ حکمَ المقدا رِ بالشرطِ وھو مقیدٌ بالذراعِ ففی الاقلِّ عاد الحکمُ الی الاصلِ.

ترجمہ: اور ایک کپڑے کی بیع میں اس بنا پر کہ وہ دس ذراع ہیں ہر ذراع ایک درہم کے بدلے میں تو ساڑھے نو کی صورت میں دس درہم کے بدلے میں لے لے بغیر خیار کے، اور ساڑھے نو میں اگر چاہے تو نو درہم کے بدلے میں لے لے، اور امام ابو یوسفؒ فرماتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

ہیں کہ اگر چاہے تو پہلی صورت میں گیارہ کے بدلے میں لے لے، اور دوسری صورت میں دس کے بدلے میں لے لے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر چاہے تو پہلی صورت میں ساڑھے دس درہم کے بدلے میں لے لے اور دوسری صورت میں ساڑھے نو درہم کے بدلے میں لے۔ اس لیے کہ ذراع کے درہم کے مقابلے کی ضرورت میں سے ہے ذراع کے نصف کا درہم کے نصف کے بدلے میں مقابلہ، اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس نے جب ہر ذراع کا بدل کے ساتھ علیحدہ ذکر کیا تو ہر ذراع کو اس نے ایک کپڑے کے مرتبہ میں اتارا حالانکہ وہ کپڑا کم ہو گیا، اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ ذراع وصف ہے اور نہیں ہے سوائے اس کے کہ اس ذراع نے شرط کے ساتھ مقدار کا حکم لے لیا اور وہ ذراع کے ساتھ مقید ہے پس کمی کی صورت میں حکم اصل کی طرف لوٹ آئیگا۔

توضیح: (وفی بیع... الخ): اگر کسی نے دس ذراع کپڑا دس دراہم کے بدلے میں بیچا اور ساتھ یہ کہا: ہر ذراع ایک درہم کے بدلے میں ہے، اور واقع میں وہ کپڑا ساڑھے نو یا ساڑھے دس ذراع نکل آیا تو اب امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کپڑا ساڑھے دس ذراع ہو تو مشتری دس درہم ادا کرے اور اس کو بیع فسخ کرنے کا خیار نہ ہوگا، اور اگر کپڑا ساڑھے نو ذراع ہو تو اس پر نو درہم لازم ہونگے اور اس کو بیع فسخ کرنے کا خیار حاصل ہوگا۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ساڑھے دس کی صورت میں اس پر گیارہ درہم لازم ہونگے اور اس کو خیار فسخ حاصل ہوگا، اور ساڑھے نو کی صورت میں دس درہم لازم ہونگے اور فسخ کا خیار بھی حاصل ہوگا، اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ساڑھے دس کی صورت میں ساڑھے دس درہم لازم ہونگے اور ساڑھے نو کی صورت میں ساڑھے نو درہم لازم ہونگے اور دونوں صورتوں میں اس کو خیار فسخ حاصل ہوگا۔

(لان... الخ): یہ امام محمد ؒ کی دلیل ہے کہ یہاں ذراع کا درہم کے ساتھ مقابلہ کیا گیا ہے، کیونکہ یوں کہا گیا **کل ذراع بدرھم**، اور ذراع کا درہم کے ساتھ مقابلہ تقاضہ کرتا ہے کہ ذراع کا نصف درہم کے نصف کے مقابل ہو لہٰذا جتنا کپڑا نکل آئے اتنا ثمن لازم ہوگا اور اس کو خیار اس لیے حاصل ہوگا کہ ساڑھے دس کی صورت میں اس پر زائد ثمن لازم آرہا ہے اور ساڑھے نو کی صورت میں اس کو کم کپڑا مل رہا ہے۔

(ولابی یوسف ؒ... الخ): یہ امام ابو یوسف ؒ کی دلیل ہے کہ جب یہ کہا **کل ذراع بدرھم** تو ہر کپڑے کا علیٰحدہ بدل ذکر کیا، پس ہر ذراع بمنزلہ ایک کپڑے کے ہوگا اور ایک کپڑا ان میں سے ناقص ہے کیونکہ وہ آدھا ذراع ہے اور کپڑا جب اس طرح فروخت ہو کہ یہ اتنے ذراع ہیں اور پھر کپڑا کم نکل آئے تو اسکے مقابلے میں ثمن ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ پہلے گزرا کہ وصف کے تغیر سے ثمن میں کمی نہیں ہوتی لیکن خیار ہوتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ ذراع وصف ہے اور وصف کے مقابلے میں ثمن نہیں آتا اس لیے نصف ذراع کا ثمن کل ذراع کے ثمن کے برابر ہوگا یعنی ایک درہم، لہٰذا ساڑھے دس کی صورت میں گیارہ درہم اور ساڑھے نو کی صورت میں دس درہم خیار کے ساتھ لازم ہونگے۔

(ولابی حنیفۃ ؒ...الخ): یہ امام صاحب ؒ کی دلیل ہے کہ ذراع اصل کے لحاظ سے وصف ہے جس کے مقابلے میں ثمن نہیں آتا، ذراع کیلئے مقدار کا حکم اس وقت ہوتا ہے جب کہ شرط پائی جائے اور وہ شرط یہ ہے کہ بائع یہ کہے **کل ذراع بدرھم**، اور یہ شرط پورے ذراع کے پائے جانے کے ساتھ مقید ہے اور یہاں یہ شرط معدوم ہے اس لیے کہ پورا ذراع نہیں پایا گیا بلکہ نصف پایا گیا اور نصف ذراع کل ذراع نہیں ہے لہٰذا حکم اپنے اصل کی طرف لوٹ جائیگا کہ ذراع وصف ہے جس کے مقابلے میں ثمن نہیں آتا لہٰذا دس اور نو جو نصف ذراع کی زیادتی ہے وہ مشتری کو مفت مل جائیگی لہٰذا ساڑھے دس ذراع کپڑا تو وہ دس دراہم کے بدلے میں لے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گا اور اس کو فسخ کا خیار نہ ہوگا کیونکہ مشتری کا کوئی نقصان نہیں ہوا ہے اور ساڑھے نو ذراع کو وہ نو درہم کے بدلے میں لے گا اور اس کو فسخ کا خیار بھی ہوگا اسلئے اسے نصف ذراع کپڑا کم مل رہا ہے، اور یہ ایسا وصف ہے جس میں رغبت ہوتی ہے اور بیع میں جب وصف مرغوب فوت ہوجائے تو فسخ کرنے کا خیار ہوتا ہے۔

01

وَصح بيعُ البرِ فی سُنبلِه والباقلّی والارُزِّ والسِمسِمِ فی قَشرِها بيعُ البرِ فی سُنبلِه يَجوزُ عِندنا وعن الشافعیؒ قَولانِ وبَيعُ الباقلی الاَخضَرِ لا يجوزُ عندَه والجَوزِ واللوزِ والفستقِ فی قشرِها الاولِ اِنما قال فی قَشرِها الاول لانَّ فيه خَلاف الشافعی ؒ اَمَّا فِی قَشرِها الثانی فَيجوزُ اتفاقاً .

ترجمہ: اور صحیح ہے گندم کی بیع اس کے سٹے میں اور لوبیا کی بیع اور چاول اور تلوں کی بیع ان کے چھلکوں میں۔ گندم کی اس کے سٹوں میں ہمارے نزدیک بیع جائز ہے اور امام شافعیؒ سے دو قول منقول ہیں اور سبز لوبیا کی بیع ان کے نزدیک جائز نہیں، اور اخروٹ اور بادام اور پستے کی بیع ان کے پہلے چھلکے میں (جائز ہے) مصنف نے ''فی قشرها الاول'' کہا اس لیے کہ اس میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے۔ بہرحال ان کے دوسرے چھلکے میں پس بالاتفاق جائز ہے۔

توضیح: (وصح ... الخ): گندم کی بیع اس کے سٹے میں اور لوبیا اور تل کی بیع ان کے چھلکے میں جائز ہے، اور امام شافعیؒ کے اس کے بارے میں دو قول ہیں قول جدید یہ ہے کہ جائز نہیں اور قول قدیم میں جائز ہے، قول جدید کی دلیل یہ ہے کہ اس صورت میں معقود علیہ (وہ چیز جس کا عقد کیا گیا ہے) ایسی چیز میں پوشیدہ ہے جس کی کوئی منفعت نہیں ہوتی مثلاً گندم جس کا عقد ہو رہا ہے وہ سٹے میں پوشیدہ ہے اور سٹے کی کوئی منفعت نہیں ہے اور اس جیسا عقد درست نہیں ہوتا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے ''نهى رسول الله ﷺ عن بيع النخل حتى يزهى وعن بيع السنبل حتى يبيض ويامن العاهة'' حضور ﷺ نے کھجور کے پھل کی بیع سے منع کیا حتی کہ وہ رنگ پکڑے، اور سٹے کی بیع سے منع کیا حتی کہ وہ سفید ہوجائے اور آفت سے مامون ہوجائے، وجہ استدلال یہ ہے کہ غائت کے مابعد کا حکم غائت کے ماقبل کے حکم سے مختلف ہوتا ہے، یہاں حتیٰ غائیۃ وَ کا ماقبل السنبل ہے، یعنی سفیدی سے پہلے سٹے کی بیع کرنا اور غائت کا مابعد ہے سٹے کے سفید ہونے کے بعد بیع کرنا، اس حدیث میں غائت سے پہلے جو کچھ مذکور ہے اس سے منع کیا گیا ہے، لہٰذا غائت کے مابعد کا حکم جواز والا ہوگا پس گندم کا سٹہ جب سفید ہوجائے، تو اس کی بیع جائز ہوگی۔

(وبيع الباقلی ... الخ): امام شافعی ؒ کے نزدیک سبز لوبیا کی بیع جائز نہیں ہے، اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنبلہ میں تو امام شافعیؒ کے دو قول ہیں لیکن سبز لوبیا کے بارے میں ان کا ایک قول ہے یعنی عدم جواز، حالانکہ ایسی بات نہیں ہے بلکہ یہاں بھی دو قول ہیں، ہاں اتنی بات ہے کہ امام شافعیؒ نے جس کو صراحۃً بیان کیا ہے اور جو ان کے مذہب میں ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ اس کی بیع جائز نہیں ہے، اس لیے یہاں فقط عدم جواز کو ذکر کیا۔

(والجوز .. الخ): اخروٹ، بادام اور پستہ کی بیع ان کے پہلے چھلکے میں جائز ہے۔

(انما قال ... الخ): یہاں سے ''قشرها الاول'' کے فائدے کو بیان کرتے ہیں کہ ''قشرها الاول'' اس لیے کہا کہ ان چیزوں کو اگر ان کے پہلے چھلکے میں بیچا جائے تو اس میں ہمارا اور امام شافعیؒ کا اختلاف ہے، ہمارے نزدیک جائز ہے اور امام شافعی ؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور ان چیزوں کی بیع ان کے دوسرے چھلکے میں بالاتفاق جائز ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

وَبيعُ ثَمرةٍ لم يَبدُ صَلاحُها اوقد بَدا يَجبُ قطعُها وشَرطُ تَركِها على الشجرِ يُفسِدُ البيعَ كاستثناءِ قَدرٍ معلومٍ منها اى باعَ الثمرَ على النخيلِ واستَثنى قدراً معلوماً لا يجوزُ البيعُ لانه رُبمالا يبقٰى شئٌ بعدَ المُستثنٰى.

ترجمہ: اس پھل کی بیع جس کی صلاح ظاہر نہ ہوئی ہو یا ظاہر ہوگئی ہو ان کو کاٹنا واجب ہوگا اور ان کو درخت پر چھوڑ دینے کی شرط بیع کو فاسد کردے گی جیسا کہ ان سے مقدار معلوم کا استثناء کرنا، یعنی درخت پر لگے پھل کو بیچا اور مقدار معلوم کا استثناء کرلیا تو بیع جائز نہ ہوگی اس لیے کہ بسا اوقات مستثنی کے بعد کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔

توضیح: (وبیع... الخ) بدو صلاح کا مطلب یہ ہے کہ پھل انسان کے کھانے اور جانور کے چارے کے قابل ہو جائے، مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے ایسا پھل بیچا جس کی صلاح ظاہر ہوگئی تھی یا ابھی تک ظاہر نہ ہوئی تھی تو یہ بیع جائز ہے، لیکن اس وقت اس پھل کو کاٹنا واجب ہوگا پکنے کے وقت تک انتظار نہ کیا جائیگا، کاٹنا اس لیے واجب ہے تاکہ بائع کی ملک کو مشتری کی ملک سے فارغ کردیا جائے، یہ تفصیل اس وقت ہے جب کہ مشتری نے وہ پھل اس شرط کے ساتھ خریدا ہو کہ وہ اس پھل کو کاٹے گا یا اس نے یہ پھل اس شرط کے بغیر خریدا ہو، اور اگر اس نے اس شرط کے ساتھ خریدا کہ اس پھل کو درخت کے ساتھ لگا رہنے دیا جائیگا اور پکنے کے بعد کاٹا جائیگا تو بیع فاسد ہو جائیگی، اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایسی شرط ہے جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا کیونکہ پھل مشتری کے ہیں اور درخت بائع کا ہے تو جب مشتری یہ کہے کہ یہ پھل اس وقت تک درخت پر لگے رہیں گے جب تک کہ یہ پک نہ جائیں تو گویا مشتری اپنے غیر یعنی بائع کی ملک کو اپنی ملک کے ساتھ مشغول رکھنے کی شرط لگا رہا ہے، اور یہ ایسی شرط ہے جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا اور جب بیع میں ایسی شرط ہو جس کا عقد تقاضا نہ کرے تو بیع فاسد ہو جاتی ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اس صورت میں صفقۃ فی صفقۃ یعنی ایک سودے میں دوسرا سودا لازم آتا ہے، اس لیے کہ پھل کو درخت پر لگا رہنے کی شرط کے ساتھ پھل کی بیع کرنا یا تو بیع میں اعارہ ہے یا بیع میں اجارہ ہے، کیونکہ ترک (درخت پر پھل کو لگا رہنے دینا) یا اجرت کے ساتھ ہوگا یا بغیر اجرت کے ہوگا اگر اجرت کے ساتھ ہو تو یہ بیع میں اجارہ ہے، یعنی مشتری جو اپنا پھل بائع کے درخت پر لگا رہنے کی شرط لگا رہا ہے اس کی وہ اس کو اجرت ادا کریگا، اور اگر بغیر اجرت کے ہو تو یہ بیع میں اعارہ ہے گویا مشتری نے پھل خرید لیے اور بائع کا درخت بطور عاریت کے اس سے لے لیا تاکہ اس پر اپنا پھل باقی رکھ سکے پس صفقۃ فی صفقۃ لازم آیا جو جائز نہیں ہے۔

(کاستثناء... الخ): اگر کسی نے درخت پر لگے پھل کو بیچا اور مقدار معلوم مثلاً آٹھ ارطال کا استثناء کیا تو یہ بیع جائز نہ ہوگی، اس لیے ہوسکتا ہے مستثنی کے بعد کوئی بھی چیز باقی نہ رہے۔ یعنی ہوسکتا ہے کہ اس درخت پر سارا پھل آٹھ ارطال کے برابر ہو جب شرط کے موافق آٹھ ارطال نکال لیے جائیں گے تو باقی کچھ نہ بچے گا پس اس وقت معدوم کی بیع لازم آئیگی۔

واُجرةُ الكيلِ والوزنِ والعددِ والذرعِ على البائعِ واجرةُ وزنِ الثمنِ ونقدِه على المُشترِى وفى بيعِ سلعةٍ بثمنٍ سُلِّمَ هو اولًا وفى غيره سُلِّمَا مَعاً اى فى بيعِ السلعةِ يتعينُ بالبيع والدراهمُ والدنانيرُ لا يَتعينُ الا بالتسليمِ فلابُدَّ من تعيينِه لِئلا يَلزمَ الرِبَوا وَفى غيرِه اى فى بيعِ السِلعَةِ بالسِلعَةِ وهوبيعُ المقايضةِ وفى بيعِ الثمنِ بالثمنِ اى الصرفِ سُلِّمَا معاً لِتَساوِيهما فى التعيينِ وعدِمه .

ترجمہ: ماپنے، وزن کرنے، گننے، اور ناپنے کی اجرت بائع کے ذمے ہوگی، اور ثمن کے وزن کی اجرت اور اس کو پرکھنے کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

اجرت مشتری کے ذمے ہوگی، اور سامان کی ثمن کے بدلے بیع میں پہلے ثمن سپرد کیے جائیں گے، اور اسکے غیر میں دونوں اکٹھے سپرد کیے جائیں گے، یعنی سامان کے ثمن یعنی دراہم یا دنانیر کے بدلے میں بیع میں پہلے ثمن ادا کیا جائے گا اس لیے کہ سامان بیع کے ساتھ متعین ہوجاتا ہے اور دراہم اور دنانیر متعین نہیں ہوتے مگر سپردگی کے ساتھ، پس ان کا متعین کرنا ضروری ہے تا کہ ربا لازم نہ آئے، اور اس کے غیر میں یعنی سامان کی سامان کے بدلے میں بیع میں اور وہ بیع مقائضہ ہے، اور ثمن کی ثمن کے بدلے بیع میں یعنی بیع صرف میں دونوں اکٹھے سپرد کیے جائیں گے تعیین اور عدم تعیین میں ان کے برابر ہونے کی وجہ سے۔

توضیح: (واجرۃ... الخ): مبیع کو کیل کرنے، وزن کرنے، گننے اور ناپنے کی اجرت بائع پر ہوگی، اس لیے کہ بائع پر واجب ہے کہ وہ مبیع مشتری کے سپرد کرے اور سپرد کرنے کے لیے کیل وغیرہ ضروری ہے پس جب مبیع کی سپردگی بائع پر واجب ہے تو ان چیزوں کی اجرت بھی بائع پر ہوگی۔

(واجرۃ ...الخ) ثمن کے وزن اور اسکے پرکھنے کی اجرت مشتری پر واجب ہے، اسلئے کہ مشتری پر واجب ہے کہ وہ بائع کو ثمن کی ادائیگی کرے، اور ثمن کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ ان کا وزن کیا جائے اور وہ جید ہوں جب ثمن کی ادائیگی مشتری پر واجب ہے تو ان کے وزن کرنے اور ان کو پرکھنے کی اجرت بھی مشتری پر واجب ہوگی۔

(وفی بیع... الخ): اگر سامان کی ثمن کے بدلے میں بیع کی، یعنی دراہم اور دنانیر کے بدلے میں بیع کی، تو ثمن پہلے ادا کیا جائے گا بعد میں مبیع کی تسلیم ہوگی، اس لیے سامان بیع کے ساتھ متعین ہوجاتا ہے لہٰذا مشتری کا حق متعین ہے، جب کہ دراہم اور دنانیر بیع کے ساتھ متعین نہیں ہوتے بلکہ ادائیگی کے ساتھ متعین ہوتے ہیں، لہٰذا بائع کا حق بیع کے ساتھ متعین نہیں ہوا پس پہلے ثمن ادا کیا جائے گا تا کہ بائع کا حق بھی متعین ہوجائے اور ربا لازم نہ آئے۔

نوٹ : یہاں ربا سے مراد مطلق فضل یعنی زیادتی ہے، ربا ممنوع مراد نہیں ہے۔

اور اگر سامان کی بیع سامان کے ساتھ ہے یعنی بیع مقایضہ ہے، یا ثمن کی بیع ثمن کے ساتھ ہے یعنی بیع صرف ہے تو اب عوضین اکٹھے ادا کیے جائیں گے اسلئے کہ اب عوضین برابر ہیں، کیونکہ بیع مقایضہ میں دونوں متعین ہیں، لہٰذا بائع اور مشتری دونوں کا حق محض عقد سے ہی متعین ہوجائیگا اور بیع صرف میں دونوں غیر متعین ہیں۔ لہٰذا بائع اور مشتری دونوں کا حق محض عقد سے متعین نہ ہوگا بلکہ ادائیگی سے متعین ہوگا۔

■

﴿باب الخیار﴾

صَحَ خِیارُ الشرطِ لکلٍ من العاقدینِ ولهما ثلثةُ ایامٍ اواقلُ لا اکثرُ اِلا اَنه یجوزُ اِن اَجازَ فی الثلاثِ ای اذا بِیعَ وشُرِطَ الخیارُ اکثرَ من ثلاثةِ ایامٍ لا یجوزُ البیعُ خلافاً لهما، لکن اِن اُجیزَ فی ثلاثةِ ایامٍ جازَ البیعُ عند ابی حنیفةؒ خلافاً لزفرؒ .

ترجمہ: عاقدین میں سے ہر ایک کے لیے خیار شرط صحیح ہے، اور ان دونوں کو تین دن یا اس سے کم کے لیے خیار ہوگا نہ کہ اس سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

زیادہ کیلئے، مگر یہ کہ جائز ہوجائے گا اگر تین دنوں کے اندر اجازت دیدے، یعنی بیع کی گئی اور خیار شرط تین دنوں سے زائد کے لیے رکھا گیا تو بیع جائز نہ ہوگی۔ بخلاف صاحبین کے، لیکن اگر تین دنوں کے اندر اجازت دے دی گئی تو امام صاحب کے نزدیک بیع جائز ہوجائیگی، بخلاف امام زفر ؒ کے۔

توضیح: خیار کا لغوی معنی ہے پسند کرنا، اور اصطلاح میں خیار ایسی شرط کو کہتے ہیں جو عقد کے صحیح ہونے سے مانع نہ ہو، لیکن عقد کے نفاذ سے مانع ہو، اس کی کئی قسمیں ہیں، جیسے **خیار شرط ، خیار رویت ، خیار وصف ، خیار نقد** وغیرہ۔

(صح ... الخ): بائع اور مشتری دونوں کے لیے خیار شرط درست ہے پس اگر بیع ہوئی اور بائع نے کہا: میں بیع کرتا ہوں لیکن مجھے اس بات کا تین دن تک اختیار ہوگا کہ اگر چاہوں تو بیع کو برقرار رکھوں اور چاہوں تو بیع کو ختم کردوں، اسی طرح مشتری نے بھی کہا کہ میں خریدتا ہوں لیکن مجھے تین دن تک خیار ہوگا کہ اگر چاہوں تو بیع کو نافذ رکھوں اور اگر چاہوں تو تمہاری مبیع تمہیں واپس کرکے بیع کو فسخ کردوں، تو ان دونوں کو خیار حاصل ہوگا۔ اگر بیع کی گئی اور خیار شرط تین دن کے لیے یا اس سے کم دنوں کے لیے رکھا گیا تو یہ جائز ہے، اور اگر خیار تین دنوں سے زائد کیلئے رکھا گیا تو یہ امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں ہے، اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خیار کو دو مہینوں کے لیے جائز رکھا، معلوم ہوا کہ خیار شرط تین دنوں سے زائد کے لیے بھی جائز ہے

اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ خیار شرط مقتضی عقد کے خلاف ہے، اس لیے کہ عقد کا مقتضی لزوم ہے یعنی عقد تقاضا کرتا ہے اس بات کا کہ عقد لازم ہوجائے اور خیار شرط اس لزوم کے منافی ہے، کیونکہ خیار شرط کی صورت میں عقد لازم نہیں ہوتا بلکہ اس کو فسخ بھی کیا جاسکتا ہے، لیکن ہم نے خیار شرط کو خلاف قیاس نص کیوجہ سے جائز رکھا ہے اور وہ نص یہ ہے کہ حبان ابن منقذ رضی اللہ عنہ کو خرید وفروخت میں دھوکہ ہوجاتا تھا تو ان کو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم عقد کے وقت یوں کہا کرو: **لا خلابة ولی الخیار ثلاثة ایام** کہ میرے ساتھ کوئی دھوکہ نہ ہو اور مجھے تین دنوں تک خیار ہوگا، تو اس نص میں تین دن کا ذکر ہے اور جو چیز نص سے خلاف قیاس ثابت ہو وہ مورد نص پر بند ہوتی ہے۔ یعنی اس چیز کو صرف اتنی حد تک ثابت رکھا جاسکتا ہے جتنی حد تک اس کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے لہٰذا خیار شرط تین دنوں سے زائد کے لیے جائز نہ ہوگا۔

صاحبین ؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حدیث ابن حبان مشہور ہے اور جس حدیث ابن عمر کا حوالہ پیچھے گزرا وہ ابن عمر کا حال ہے، اور ابن عمر کے فعل کو نقل کرنا اس حدیث مشہور کے معارض نہیں ہوسکتا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث ابن عمر میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے خیار کو دو ماہ کے لیے جائز رکھا اس میں یہ بات نہیں بیان کی گئی کہ وہ خیار شرط تھا تو ہوسکتا ہے کہ مراد خیار رویت ہو کہ خیار رویت کو دو ماہ کے بعد بھی جائز رکھا۔

(لکن ان... الخ): اگر بیع کی گئی اور خیار شرط تین دنوں سے زائد کے لیے رکھا گیا، اور تین دنوں کے اندر بیع کی اجازت دے دی گئی یعنی بیع پختہ کردی گئی تو امام صاحب کے نزدیک یہ بیع جائز ہوجائیگی، اور امام زفرؒ کے نزدیک جائز نہ ہوگی۔ امام زفرؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب عقد میں تین دن سے زائد کے لیے خیار رکھا گیا تو یہ عقد شروع میں فاسد ہوکر ثابت ہوا اور جب شروع میں یہ عقد فاسد ہے تو بعد میں جائز نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ بقاء، ثبوت کے موافق ہوتی ہے جب اس عقد کا ثبوت فاسد ہے تو بقاء بھی فاسد ہوگی۔ اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ اس عقد کو جو چیز فاسد کررہی ہے وہ ہے چوتھے دن کے لیے خیار کا ہونا تو مفسد یوم رابع کی شرط ہے، اور اس کو اس کے پختہ ہونے سے پہلے ساقط کردیا گیا ہے کیونکہ یہ شرط پختہ تب ہوتی جب تین دن گزر جاتے حالانکہ ابھی تین دن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں گزرے لہٰذا بیع جائز ہوگی۔

01

فَإن شَرٰی علٰی اَنه اِن لَم ینقُدِالثمنَ الی ثلاثةِ ایامٍ فلا بیعَ صَح والی اربعةٍ لا، فَإن نقَدَ الثمن فی الثلا ثِ جاز اِنّما اَدخَلَ الفاءَ فی قَولِه" فَإن شَری" لانه فرعُ مسئلةِ خیارِ الشرطِ لِانَّ خَیارَ الشرطِ اِنَّما شُرِعَ لِید فَعَ بِالفسخِ الضَررَ عن نَفسِه سَواءٌ کانَ الضرَرُ تَاخِیرَ اداءِ الثمنِ اَوغَیرَه' فاذا کانَ الخیارُ لِضرَرِ التاخیرِ من صُوَرِ خِیارِ الشَرطِ فالتَصریحُ بِه یَکُونُ مِن فُرُوعِ خیارِ الشرطِ. هذا الذی ذَکَرَ قولُ ابی حَنیفةؒ وابی یوسفؒ خِلافاً لِمحمدٍؒ فإنه یُجوّزُ فی الاکثِ فَهو جَرٰی عَلی اَصلِه فی التجویزِ فی الاکثرِ وابوحنیفةؒ جَری عَلی اَصلِه فی عَد مِ التجویزِ فی الاکثرِ امّا ابویوسفؒ اِنَّما لَم یُجَوّز هٰهُنا جریاً عَلی القیاسِ وجَوّزَ ثَمّه لاثرِ ابنِ عُمَرَرضی اللّٰه عنهما(طفری) فَانه جوّزَاِلی شَهرَینِ.

ترجمہ: پس اگر اس شرط کے ساتھ خریدا کہ اگر اس نے تین دنوں تک ثمن کی ادائیگی نہ کی تو کوئی بیع نہ ہوگی، تو صحیح ہے اور چار دنوں تک صحیح نہیں۔ پس اگر تین دنوں تک ادائیگی کردی تو جائز ہے۔ فاء کو داخل کیا ''فان شری'' میں اس لیے کہ یہ خیار شرط کے مسئلے کی فرع ہے، کیونکہ خیار شرط اسلئے مشروع کیا گیا ہے تا کہ فسخ کے ذریعے ضرر کو اپنے آپ سے دور کرے، خواہ وہ ضرر ثمن کی ادائیگی کی تاخیر کا ہو یا اس کے علاوہ ہو، پس جب تاخیر کے ضرر کا خیار، خیار شرط کی صورتوں میں سے ہے تو اسکو صراحۃً ذکر کرنا خیار شرط کی فروع میں سے ہوگا، یہ جو کچھ مصنف نے ذکر کیا یہ امام صاحب اور امام ابو یوسفؒ کا قول ہے، بخلاف امام محمدؒ کے اس لیے کہ وہ تین دنوں سے زائد میں جائز قرار دیتے ہیں پس وہ اپنی اصل پر چلے تین دنوں سے زائد میں جائز قرار دینے میں، اور امام صاحب نے اپنی اصل پر عمل کیا تین دنوں سے زائد میں جائز قرار نہ دینے میں۔ بہر حال امام ابو یوسفؒ تو انہوں نے یہاں جائز قرار نہیں دیا قیاس پر عمل کرتے ہوئے اور وہاں جائز قرار دیا ابن عمرؓ کے اثر کی وجہ سے اس لیے کہ انہوں نے دو ماہ کے لیے جائز قرار دیا۔

توضیح: (فان شری ...الخ): اس مسئلے میں جس خیار کو ذکر کیا گیا ہے وہ خیار نقد ہے، یعنی ثمن کی ادائیگی کا خیار، اگر کسی نے شراء کی اس شرط کیساتھ کہ اگر اس نے تین دنوں تک ثمن ادا نہ کیا تو بیع نہ ہوگی تو ایسا کرنا صحیح ہے، لیکن اگر کہا اگر میں نے چار دنوں تک ثمن ادا نہ کیا تو بیع نہ ہوگی، یہ صحیح نہیں ہے، لیکن اس دوسری صورت میں اگر اس نے تین دنوں کے اندر اندر ثمن ادا کر دیا تو یہ بیع جائز ہو جائیگی۔

(انما... الخ): یہ ان شری پر فاء کو داخل کرنے کی وجہ کا بیان ہے کہ ان شری پر فاء کو اس لیے داخل کیا کہ یہ فاء تفریعیہ ہے، کیونکہ یہ مسئلہ خیار شرط کے مسئلے کی فرع ہے وہ اس طرح کہ خیار شرط کو اس لیے مشروع کیا گیا تا کہ خیار رکھنے والا فسخ کے ذریعے اپنے آپ سے ضرر کا دفعیہ کر سکے، اب عام ہے وہ ضرر ادائیگی ثمن میں تاخیر کی صورت میں ہو کہ ہوسکتا ہے مشتری ثمن کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرے تو بائع بیع کو فسخ کر سکے یا وہ اس ضرر کے علاوہ کوئی اور صورت میں ہو۔ مانحن فیه میں جو خیار نقد ہے وہ بھی اسلئے ہوسکتا ہے کہ اگر مشتری تین دن کے اندر ثمن کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرے تو بائع بیع کو فسخ کر سکے، پس ادائیگی ثمن کی تاخیر کے ضرر سے بچنے کے لیے خیار بھی خیار شرط کی صورتوں میں سے ہوا جب یہ خیار نقد خیار شرط کی صورتوں میں ایک صورت ہے تو یہ خیار خیار شرط کی فرع ہوا، اس لیے اس مسئلے پر فاء تفریعیہ کو ذکر کیا۔

(هذا... الخ) ہذا کا مشار الیہ تخصیص الجواز بالثلا ث ہے یعنی یہ جو کہا گیا کہ اگر خیار نقد تین دن سے زائد کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیے ہوتو یہ بیع جائز نہ ہوگی ہاں تین دن کا خیار نقد ہوتو جائز ہوگی یہ امام صاحب کا مذہب ہے، اور امام ابو یوسفؒ بھی اس کے قائل ہیں البتہ امام محمد ؒ فرماتے ہیں کہ تین دن سے زائد کا خیار نقد بھی جائز ہے، امام صاحب نے اپنی اصل پر عمل کیا کہ انکے ہاں جس طرح خیار شرط تین دن سے زائد کا جائز نہیں خیار نقد بھی جائز نہیں، اور امام محمدؒ نے بھی اپنی اصل پر عمل کیا کہ چونکہ ان کے ہاں خیار شرط تین دنوں سے زائد کے لیے جائز ہے تو خیار نقد بھی تین دنوں سے زائد کے لیے جائز ہے، البتہ امام ابو یوسفؒ نے یہاں اپنی اصل پر عمل نہیں کیا اس لیے کہ انہوں نے خیار شرط کو تین دن سے زائد کے لیے جائز رکھا لیکن خیار نقد میں وہ تین دن سے زائد کے قائل نہیں ہیں، وہ اسلئے کہ خیار شرط کو انہوں نے تین دنوں سے زائد کے لیے اس لیے جائز رکھا کہ حدیث ابن عمر موجود ہے جس میں دو ماہ تک کے لیے خیار کا ذکر ہے، اور خیار نقد کو تین دنوں سے زائد کے لیے اس لیے جائز نہیں رکھا کہ یہاں وہ قیاس پر عمل کرتے ہیں کہ خیار نقد عقد کے مقتضی یعنی لزوم کے منافی ہے کیونکہ عقد اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ لازم ہو لیکن مشتری جو یہ کہتا ہے کہ مجھے ادائیگی ثمن کا خیار ہے تو یہ اس لزوم کے منافی ہے لہٰذا یہ جائز نہیں ہونا چاہیے، لیکن خیار نقد کو جائز اس لیے رکھا جاتا ہے کہ حدیث حبان موجود ہے جس میں خیار کا تین دن تک کے لیے ذکر ہے، پس یہ خیار نص سے خلاف قیاس سے ثابت ہے اور نص میں تین دن کا ذکر ہے لہٰذا یہ مورد نص پر بند رہے گا۔

وَلا يُخرُجُ المَبيعُ عَن مِلكِ بائعِه معَ خيارِه فَان قَبضَهُ المشترى فَهُلكُه عَليه بِالقِيمةِ اى بِيعَ بشرطِ خيارِ البائعِ فقَبضَهُ المشترى فَهلكَت فى يَده يَجبُ عليه القيمةُ لانه مقبوضٌ على سَومِ الشراءِ وهو مضمونٌ بالقيمةِ ويخرجُ عن ملكِ البائعِ معَ خيارِ المُشترى وهُلكُه فى يده بالثمنِ كتَعيُبه اى اذا كان الخيارُ للمشترى وقَبَضَ المشترى فَهَلكَ اوتَعيَّبَ فى يده يَجِبُ الثمنُ ولا يَملكُه المُشترى اى اذا كانَ الخيارُ للمَشترى لا يَملكُه المشترى عِند ابى حنيفةؒ خلافًا لهما .

ترجمہ: اور مبیع نہیں نکلے گی اپنے بائع کی ملک سے اس کے خیار کے ساتھ پس اگر اس پر مشتری نے قبضہ کرلیا تو اس کی ہلاکت اس مشتری پر ہوگی قیمت کے ساتھ۔ یعنی خیار شرط کے ساتھ بیع ہوئی پھر اس پر مشتری نے قبضہ کرلیا پھر وہ اس کے قبضے میں ہلاک ہوگئی تو اس پر اس کی قیمت واجب ہوگی اس لیے کہ اس پر شراء کے بھاؤ کی بناء پر قبضہ کیا گیا ہے وہ قیمت کے ساتھ مضمون ہوتی ہے اور نکل جائیگی وہ مبیع بائع کی ملک سے مشتری کے خیار کے ساتھ اور اس کی ہلاکت اس کے قبضہ میں ثمن کے ساتھ ہوگی مثل اسکے عیب دار ہوجانے کے، یعنی جب خیار مشتری کا ہو اور مشتری قبضہ کرلے پس وہ ہلاک ہوجائے یا اسی کے قبضے میں عیب دار ہوجائے تو ثمن واجب ہوگا اور مشتری اس کا مالک نہ ہوگا یعنی جب خیار مشتری کا ہو تو مشتری اس کا مالک نہ ہوگا امام صاحب کے نزدیک، بخلاف صاحبین کے

توضیح: (ولا یخرج... الخ): اگر خیار بائع کے لیے ہو تو مبیع اس کی ملک سے نہیں نکلے گی اس لیے کہ مبیع بائع کی ملک سے تب نکلتی ہے جب بیع تام ہوجائے، اور بیع باہمی رضامندی سے تام ہوتی ہے اور باہمی رضامندی خیار کے ساتھ حاصل نہیں ہوسکتی لہٰذا مبیع بائع کی ملک سے نہیں نکلے گی۔

(فان قبضہ... الخ): خیار شرط بائع کے لیے تھا اور مشتری نے مبیع پر قبضہ کرلیا پھر مبیع اس کے قبضے میں ہلاک ہوگئی تو مشتری پر مبیع کی قیمت واجب ہوگی، اس لیے کہ اس صورت میں مبیع مقبوض علی سوم الشراء ہے اور مقبوض علی سوم الشراء ہلاک ہوجائے تو قیمت واجب ہوتی ہے، مقبوض علی سوم الشراء کی صورت یوں ہے کہ کسی نے بائع کو کہا کہ یہ چیز مجھے دے دو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں یہ گھر والوں کو دکھاتا ہوں اگر پسند آئی تو ہم لے لیں گے یہ چیز مقبوض علی سوم الشراء کہلائے گی اگر ہلاک ہوجاتی ہے تو اس کی قیمت واجب ہوتی ہے۔

(ویخرج... الخ): اگر خیار مشتری کے لئے ہو تو مبیع بائع کی ملک سے نکل جائیگی، اسلئے کہ مبیع بائع کی ملک سے اس وقت نکل جاتی ہے جب وہ اپنی ملک سے اس کے نکالنے پر راضی ہو اور یہاں وہ راضی ہے لہٰذا اس کی طرف سے بیع پکی ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ بیع کو فسخ نہیں کرسکتا۔

(وھلکہ... الخ): اگر خیار مشتری کا ہو اور مبیع اس کے قبضہ میں ہلاک ہوجائے تو مشتری پر ثمن واجب ہوگا۔ اس طرح اگر مبیع مشتری کے پاس عیب دار ہوگئی تو بھی اس پر ثمن واجب ہوگا، قیمت واجب نہ ہوگی۔

باقی رہی یہ بات کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ خیار بائع کی صورت میں اگر مشتری کے پاس مبیع ہلاک ہوجاتی ہے تو مشتری پر قیمت واجب ہوتی ہے، اور خیار مشتری کی صورت میں اگر مبیع مشتری کے پاس ہلاک ہوجاتی ہے تو اس پر ثمن واجب ہوتا ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مشتری کے پاس اگر مبیع کو عیب لاحق ہوجائے تو مبیع واپس نہیں کرسکتا اور ہلاکت مقدمہ عیب سے خالی نہیں ہوتی یعنی ہلاکت سے پہلے عیب ضرور لاحق ہوجاتا ہے لہٰذا ہلاکت کی صورت میں بھی مبیع واپس نہ ہوگی۔ اب ہم یہ کہتے ہیں کہ خیار مشتری کی صورت میں ہلاکت اس حال میں ہوئی کہ عقد پختہ ہو چکا تھا، کیونکہ عیب کیوجہ سے مبیع ناقابل واپسی تھی، اور عقد پختہ ہونے پر ثمن لازم ہوتا ہے اس لیے خیار مشتری کی صورت میں ہلاکت کے بعد ثمن واجب ہوگا۔ بخلاف خیار بائع کی صورت کے کہ وہاں مبیع اس حال میں ہلاک ہوئی کہ عقد موقوف تھا کیونکہ بائع اپنے خیار کی وجہ سے بیع پر راضی نہیں تھا، اور جب مبیع اس حال میں ہلاک ہوجائے کہ عقد موقوف ہو تو قیمت واجب ہوا کرتی ہے۔

(ولا یملکہ... الخ): اگر خیار مشتری کا ہو تو وہ مبیع کا مالک نہیں بنے گا اگرچہ وہ مبیع مالک کی ملک سے نکل جائیگی، یہ امام صاحب کے نزدیک ہے، صاحبین فرماتے ہیں کہ مشتری مالک بن جائیگا۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جب مبیع بائع کی ملک سے نکل گئی تو اگر مشتری کی ملک میں داخل نہ ہو تو لازم آئیگا کہ ایک شے ایک آدمی کی ملک سے نکل جائے اور دوسرے کی ملک میں داخل نہ ہو اور شرع میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔

اور امام صاحب ؒ کی دلیل یہ ہے کہ مشتری کی ملک سے ثمن نہیں نکلا پس اگر ہم یہ کہیں کہ مبیع اس کی ملک میں داخل ہوگئی ہے تو لازم آئیگا کہ مشتری ثمن اور مبیع دونوں کا مالک ہو اس سے مشتری کی ملک میں عوضین کا اجتماع لازم آئیگا جس کی شرع میں نظیر نہیں ہے۔

اور صاحبین کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اس بات کی شرع میں کوئی نظیر نہیں ہے کہ شے ایک ملک سے نکل جائے اور دوسری ملک میں داخل نہ ہو اس لیے کہ اگر کوئی آدمی مرجائے اور اس کا ترکہ مستغرق بالدین ہو یعنی اس نے اپنے پیچھے اتنا مال چھوڑا ہو جس سے صرف قرض ادا کیا جاسکتا ہے جو اس میت کے ذمے ہے، یا وہ اتنا تھوڑا مال ہے کہ اس سے اس کا قرضہ بھی ادا نہیں کیا جاسکتا تو ترکہ میت کی ملک سے نکل جائیگا، لیکن ورثہ کی ملک میں داخل نہ ہوگا، تو دیکھیں یہاں مال ایک ملک سے نکل گیا لیکن دوسری ملک میں داخل نہ ہوا۔

وثمرۃُ الخلافِ تظھرُ فی ھذہ المسائلِ وھی قَولُہ فَشراءُ عِرسِہ بالخیارِ لا یُفسِدُ نِکاحَہ عند ابی حنیفۃؒ لِعدمِ المِلکِ وعندھما یُفسِدُہ وإن وَطِیَھا رَدَّھا لِانہ بالنکاحِ اِلا فی البکرِ ای اِن وَطِیھا المشتری فی ایامِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الخيارِ يَملِكُ رَدَّها عند ابی حنيفةؒ لِانَّ الوطیَ بالنكاحِ فلا يكونُ اجازةً الاان تكونَ بكرًا لِانه نَقَصَها بالوطیِ فلا يملكُ الردَ وعندهما لا يملكُ الردَ وان كانت ثيبًا لِان المشترى قد ملَكَها فيَفسدُ النكاحُ فالوطیُ يكونُ بملكِ اليمينِ فيكونُ اجازةً .ولايعتقُ قريبُه عليه فی مدةِ خيارِه ای اِن شَرٰی قريبه بالخيارِ لا يَعتقُ عند ابی حنيفةؒ فی ايامِ الخيارِ خلافاً لهما ولا مَن شَراه قائلًا: اِن ملكتُ عبداً فَهوحرٌ ای قَالَ: ان ملكتُ عبدًا فهوحرٌ فشراه بالخيارِ لا يَعتقُ فی ايامِ الخيارِ عند ابی حنيفةؒ لعدمِ الملكِ ولا يَعُدُّ حيضُ المشتراةِ فی المدةِ مَن استبرَاها ای اِن اشترى امةً بالخيارِ فحاضت فی ايامِ الخيارِ فَهذه الحيضةُ لا تُعدُّ من الاستبراءِ عند ابی حنيفةؒلان الاستبراءَ انما يجبُ بعدَ ثبوتِ الملكِ ولا استبراءَ على البائعِ اِن رُدَّت عليه بالخيارِ ای اِن رُدَّت الامةُ المشتراةُ بالخيارِ لا يجبُ الاستبراءُ على البائعِ عند ابی حنيفةؒ لان الاستبراء انما يجبُ بالانتقا لِ من ملكِ الى ملكِ ولم تُوجَد عند ابی حنيفةؒ حيثُ لا يملكُها المشترى .

ترجمہ: اورثمرہ اختلاف ظاہر ہوگا ان مسائل میں اور وہ مسائل مصنف کا یہ قول ''فشراہ... الخ'' ہے، پس اپنی بیوی کو خریدنا خیار کے ساتھ اس کے نکاح کو فاسد نہیں کرتا امام صاحب کے نزدیک بوجہ ملک کے نہ ہونے کے، اور صاحبین کے نزدیک اس کو فاسد کردیتا ہے اور اگر اس کے ساتھ وطی کرلی تو اس کو واپس کرسکتا ہے اس لیے کہ یہ وطی نکاح کی وجہ سے ہے مگر باکرہ میں، یعنی اگر اس کے ساتھ مشتری نے وطی کرلی ایام خیار میں تو اس کو واپس کرنے کا مالک ہوگا امام صاحب کے نزدیک، اس لیے کہ وطی نکاح کی وجہ سے ہے، لہٰذا یہ وطی اجازت نہ ہوگی مگر یہ کہ وہ باکرہ ہو اس لیے کہ اس نے اس کو ناقص کردیا ہے وطی کے ساتھ پس واپس کرنے کا مالک نہ ہوگا۔ اور صاحبین ؒ کے نزدیک واپس کرنے کا مالک نہ ہوگا اگرچہ وہ ثیبہ ہو، اس لیے کہ مشتری تحقیق اس کا مالک ہوچکا ہے پس نکاح وطی کے ساتھ فاسد ہوجائیگا پس وطی ملک یمین کی وجہ سے ہوگی لہٰذا یہ وطی اجازت بیع ہوگی، اور نہیں آزاد ہوگا اس کا قریبی رشتہ دار اس پر اس کی مدت خیار میں یعنی اگر اپنے قریبی رشتہ دار کو خیار کے ساتھ خریدا تو وہ آزاد نہ ہوگا امام صاحب کے نزدیک ایام خیار میں، بخلاف صاحبین کے، اور نہ ہی وہ (آزاد ہوگا) جس کو اس نے خریدا ہو درآں حالیکہ اس نے یہ کہا ہو اگر میں کسی غلام کا مالک بنوں تو وہ آزاد ہے، یعنی کہا کہ اگر میں کسی غلام کا مالک بنوں تو وہ آزاد ہے، پھر اس کو خیار کے ساتھ خرید لیا تو ایام خیار میں وہ آزاد نہ ہوگا امام صاحب کے نزدیک ملک کے نہ ہونے کی وجہ سے۔ اور نہ شمار کرے خریدی ہوئی باندی کا حیض مدت میں وہ شخص جو اس باندی کا استبراء کرے، یعنی اگر باندی خیار کے ساتھ خریدی پھر اس کو ایام خیار میں حیض آگیا تو یہ حیض استبراء میں سے شمار نہیں کیا جائیگا امام صاحب کے نزدیک، اس لیے کہ استبراء نہیں ہے سوائے اس کے کہ واجب ہوتا ہے ملک کے ثبوت کے بعد، اور کوئی استبراء نہیں بائع پر اگر اس پر لونڈی کو لوٹادیا جائے خیار کیساتھ، یعنی اگر خیار کے ساتھ خریدی ہوئی باندی کو لوٹایا گیا تو بائع پر استبراء واجب نہ ہوگا امام صاحب کے نزدیک، اس لیے کہ استبراء نہیں ہے سوائے اس کے کہ واجب ہوتا ہے ایک ملک سے دوسری ملک کی طرف انتقال کے ساتھ، اور یہ انتقال نہیں پایا گیا امام صاحب کے نزدیک کیونکہ مشتری اس کا مالک نہیں ہوا تھا۔

توضیح: (فشراہ... الخ): یہاں سے ان مسائل کا بیان ہے جن میں ثمرہ اختلاف ظاہر ہوگا۔ پہلے مسئلے کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھیں کہ ملک یمین اور ملک نکاح جمع نہیں ہوسکتے، یعنی کوئی آدمی اپنی بیوی کو جو کہ کسی کی لونڈی ہے اسکے مالک سے خرید لیتا ہے تو اس پر اسے ملک یمین حاصل ہوجائیگی لہٰذا ملک نکاح ختم ہوجائیگی یعنی اب وہ اسکی بیوی نہیں رہے گی، صرف اس کی لونڈی بن جائیگی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

اب مسئلے کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی کی بیوی دوسرے شخص کی لونڈی تھی اور اس شوہر نے اپنی بیوی کو اس کے مالک سے خیار کے ساتھ خرید لیا تو امام صاحب کے نزدیک نکاح فاسد نہ ہوگا، اس لیے کہ مشتری اپنی بیوی کا مالک نہیں بنا ہے، اور صاحبین کے نزدیک نکاح فاسد ہو جائیگا، اسلئے کہ مشتری بیوی کا مالک بن چکا ہے جب وہ مالک بن چکا ہے تو اس کو اپنی اس بیوی پر ملک یمین حاصل ہوگئی ہے لہٰذا ملک نکاح ختم ہو جائیگی اس لیے کہ ملک یمین اور ملک نکاح جمع نہیں ہو سکتے۔

(وان وطی... الخ): اگر کسی نے اپنی بیوی کو جو کہ غیر کی لونڈی تھی خیار کے ساتھ خرید لیا پھر اس نے اس کے ساتھ وطی کر لی تو اگر وہ ثیبہ ہے تو امام صاحب کے نزدیک لونڈی کو واپس کرنے کا مشتری کو خیار حاصل ہوگا، کیونکہ جب وہ خیار کی وجہ سے مالک نہیں بنا ہے تو اس کا وطی کرنا نکاح کی وجہ سے ہے نہ کہ ملک یمین کی وجہ سے، لہٰذا وطی کرنے سے ہم یوں نہ سمجھیں گے کہ اس نے بیع کی اجازت دے دی ہے، اور صاحبین کے نزدیک وہ لونڈی واپس نہیں کر سکتا اس لیے کہ خیار کی وجہ سے وہ مالک بن گیا تھا، لہٰذا وطی کرنا ملک یمین کیوجہ سے تھا نہ کہ نکاح کی وجہ سے، کیونکہ نکاح تو پہلے سے فاسد ہو گیا تھا لہٰذا وطی کرنا اجازت بیع سمجھا جائیگا۔ پس واپسی کا خیار ختم ہو جائیگا۔

اور اگر وہ لونڈی باکرہ ہے اور مشتری نے خیار کے ساتھ خریدنے کے بعد اس سے وطی کر لی تو اب بالاتفاق واپس نہیں کر سکتا، اس لیے کہ اب وطی کی وجہ سے اس میں عیب پیدا ہو گیا جو پہلے نہیں تھا اور جب مبیع میں مشتری کے پاس نیا عیب پیدا ہو جائے تو اس کی واپسی نہیں ہو سکتی۔

(ولا یعتق... الخ): اس مسئلے کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھیں کہ کوئی آدمی اگر اپنے ذی رحم محرم کا مالک بن جائے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے اس حدیث کی رو سے ''من ملک ذارحم محرم عتق علیہ'' اب مسئلے کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنے قریبی رشتہ دار کو خیار کے ساتھ خریدا تو امام صاحب کے نزدیک وہ رشتہ دار ایام خیار میں آزاد نہ ہوگا، کیونکہ مشتری خیار کیوجہ سے مالک نہیں بنا لہٰذا اس پر یہ حدیث صادق نہیں ہے ''من ملک ذارحم محرم عتق علیہ'' کہ جو اپنے ذی رحم محرم کا مالک بن جائے تو وہ اس پر آزاد ہو جاتا ہے، اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری خیار کی وجہ سے مالک بن جاتا ہے تو انکے نزدیک یہ قریبی رشتہ دار ایام خیار میں آزاد ہو جائیگا۔

(ولا من شراہ... الخ): اگر کسی نے کہا: ان ملکت عبدا فھو حر کہ اگر میں کسی غلام کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہے، پھر اس نے ایک غلام خیار شرط کے ساتھ خریدا تو ایام خیار میں امام صاحب کے نزدیک وہ غلام آزاد نہ ہوگا اس لیے کہ وہ مالک نہیں بنا ہے، اور صاحبین کے نزدیک وہ ایام خیار میں ہی آزاد ہو جائیگا اس لیے کہ ان کے نزدیک مشتری اس کا مالک بن چکا ہے۔

(ولا یعد... الخ): اس مسئلے کو سمجھنے سے پہلے ایک بات جاننی چاہیے کہ جب باندی کسی کی ملک میں داخل ہو تو اس کے ساتھ وطی استبراء کے بعد جائز ہوتی ہے، اور استبراء کی تعریف یہ ہے: طلب برائة الرحم عن شغل ماء الغیر یعنی غیر کے پانی سے رحم کے بری ہونے کو طلب کرنا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس باندی کے ایک حیض آنے تک انتظار کیا جائے، جب اسکو ایک حیض آجائے تو اس کے ساتھ وطی کی جا سکتی ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے باندی کو خیار شرط کے ساتھ خریدا پھر اس کو ایام خیار میں حیض آ گیا تو امام صاحب کے نزدیک یہ حیض استبراء میں سے شمار نہ ہوگا، اس لیے کہ مشتری ابھی تک مالک نہیں بنا ہے اور استبراء اس وقت واجب ہوتا ہے جب ملکیت ثابت ہو جائے، اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری اس کا مالک ہو چکا ہے اس لیے یہ حیض استبراء میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شمار ہوگا۔

01 (ولا استبرا... الخ): اگر باندی کو خیار شرط کے ساتھ خریدا پھر ایام خیار میں واپس کر دیا تو امام صاحب کے نزدیک بائع پر استبراء واجب نہ ہوگا۔اس لیے کہ استبراء اس وقت واجب ہوتا ہے جب ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف انتقال ہو جائے ،اور یہاں چونکہ مشتری مالک نہیں بنا تھا،تو انتقال ملک نہیں پایا گیا۔جبکہ صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک بن گیا تھا لہٰذا جب اس نے باندی بائع کو واپس کی تو ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف انتقال پایا گیا پس بائع پر استبراء واجب ہوگا۔

وَمَن ولَدَت فی المدةِ بالنکاحِ لاتصیرُ اُمَ ولدِله ای اِن اشتریٰ زوجتَه بالخیارِ فَولدَت فِی ایامِ الخیارِ فی یدِ البائعِ لا تصیرُ امَّ ولدٍ لِلمشتری فَیملِکُ الرَّدَ عندَ ابی حنیفةؒ وعندهما تَصیرُ اُمَّ ولدٍ لَانَّها وَلدَت فی ملکِ المُشتری فلا یَملِکُ الرَّدَّ.واِنما قُلنا فی یدِ البائعِ حتّٰی لَو قَبَضَ المُشتری وَوَلدَت فِی یدِه تَصیرُ اُمَّ وَلَدٍ لَهٗ بِالاتّفاقِ لِاَنَّها تَعَیّبَ بالولادةِ فَلا یَملِکُ الرَّدَّ فصَارَت مِلکاً لِلمُشتَری فالوِلایةُ وقَعَت فی مِلکِ المُشتَری لا فی مِلکِه فتصیرُ اُمَّ ولدِلَهٗ.

ترجمہ: اور جس باندی نے مدت خیار میں بچہ جنا نکاح کی وجہ سے تو وہ اس کی ام ولد نہیں بنے گی،یعنی اگر اپنی بیوی کو خیار کے ساتھ خریدا پھر اس کا ایام خیار میں بچہ ہو گیا بائع کے قبضہ میں تو وہ مشتری کی ام ولد نہیں بنے گی،پس وہ واپس لوٹانے کا مالک ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک،وہ ام ولد بن جائیگی۔اسلئے کہ اس نے مشتری کی ملک میں بچہ جنا ہے پس وہ مشتری واپس کرنے کا مالک نہ ہوگا،اور نہیں ہے سوائے اس کے کہ ہم نے کہا ''فی ید البائع'' حتی کہ اگر مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا اور اس کے قبضہ میں اس کا بچہ ہو گیا تو وہ اس کی ام ولد بن جائیگی بالاتفاق۔اس لیے کہ وہ ولادت کی وجہ سے عیب دار ہو گئی ہے،پس وہ واپس کرنے کا مالک نہ ہوگا لہٰذا وہ باندی اس مشتری کی ملک ہو جائیگی پس ولادت مشتری کی ملک میں ہوئی نہ کہ بائع کی ملک میں لہٰذا وہ اس کی ام ولد بن جائیگی۔

توضیح: (ومن ولدت... الخ): اس کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھیں کہ اگر کوئی آدمی لونڈی کا مالک بن جائے،پھر اس لونڈی سے اس کا بچہ پیدا ہو جائے تو وہ اس کی ام ولد بن جاتی ہے،مسئلے کا حاصل یہ ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کو جو کہ غیر کی باندی تھی خیار شرط کے ساتھ خریدا اور ابھی تک قبضہ نہیں کیا تھا کہ بائع کے پاس اس کا بچہ پیدا ہو گیا تھا تو امام صاحب کے نزدیک مشتری کو باندی واپس کرنے کا خیار ہوگا اس لیے کہ واپسی اس وقت ناجائز ہوتی جب وہ مشتری کی ام ولد ہوتی،حالانکہ وہ مشتری کی ام ولد نہیں بنی اس لیے کہ مشتری ابھی تک خیار شرط کی وجہ سے اس کا مالک ہی نہیں ہوا،اور صاحبین کے نزدیک وہ واپس نہیں کر سکتا،اس لیے کہ مشتری اس باندی کا مالک خیار کے باوجود بن گیا تھا لہٰذا ولادت مشتری کی ملک میں ہوئی،جب ولادت مشتری کی ملک میں ہوئی،تو وہ باندی اس کی ام ولد بن گئی،جب وہ ام ولد بن گئی،تو مشتری اس کو واپس نہیں کر سکتا۔

(وانما... الخ): یہاں سے فی ید البائع کے فائدے کو بیان کرتے ہیں کہ اگر مشتری بالخیار نے صورت مذکورہ میں باندی پر قبضہ کر لیا اور پھر اس کا بچہ پیدا ہو گیا تو اب بالاتفاق وہ مشتری کی ام ولد ہوگی،لہٰذا واپس کرنے کا اس مشتری کو خیار نہ ہوگا۔اس لیے کہ جب ولادت مشتری کے قبضہ میں ہوئی باندی عیب دار ہو گئی لہٰذا واپسی کا خیار نہ رہا،جب واپسی کا خیار نہ رہا،تو وہ مشتری کی ملک ہو گئی لہٰذا ولادت مشتری کی ملک میں ہوئی اس لیے وہ مشتری کی ام ولد بن جائیگی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَهُلكُه فی یدِ البائعِ عَلَیه اِن قَبضَه المُشتری بِاذنِه واَودَعَه عِندَه لِارتِفاعِ القَبضِ بِالرَّدِّ لِعَدمِ المِلکِ ای المُشتَری بِالخِیَارِ ان قَبضَ مُشتَراه ثُمَّ اَودَعَه عِندَ البَائعِ فَهَلکَ فِی یدِ البائعِ فُهلکُه فی یدِه یَکُونُ عَلی البائعِ لِاَنَّ القبضَ قد ارتَفعَ بالردِّ لانَّ المُشتری لَم یَملِکه فلَم یَصِحّ الایداعُ بل رَدُّه الی البائعِ یَکُونُ رَفعاً للقبضِ فیکونُ الهلاکُ قبلَ القبضِ فیکونُ علی البائعِ وعندهما لکن لمَّا مَلکَه المشتری صحَّ ایداعُه ولَم یَرتَفِعِ القبضُ فکَانَّه هَلَکَ فی ید المشتری فیکونُ الهلاکُ من ماله وبَقِیَ خِیَارُ مَاذُونٍ شَرٰی بِالخِیَارِ وَابرَاَهُ بائعُه عَن ثَمنِه فی المُدةِ لان الماذونَ یَلِی عد مَ التَّملُّک اَی اِن شَرٰی عبدٌ ماذونٌ شئیاً بالخیارِ واَبرَاَه بائعُه عَن ثَمَنِه فی مدةِ الخِیارِ بَقِیَ خِیَارُه عند ابی حنیفةؒ وعندهما لا یَبقٰی له الخیارُ لِاَنَّه اِن بقِیَ کانَ لَهٗ وِلایةُ الردِ فردُّه یکونُ تملیکاً بغیرِ عِوضٍ والماذونُ لا یملکُ ذالکَ وعند ابی حنیفةؒ لَمَّا لَم یَملِکهٗ کانَ رَدُّه امتِناعاً عن التَّملُّکِ وِللماذونِ وِلایةُ ذالکَ فانَّه اِذَا وُهِبَ له شئٌ فله ولایةُ اَن لا یَقبلَهٗ .

ترجمہ: اوراس (مبیع) کا ہلاک ہونا بائع کے قبضے میں اسی (بائع) پر ہوگا اگر مشتری نے اس پر قبضہ کیا ہواس بائع کی اجازت کے ساتھ پھراس کو بطور ودیعت کے رکھوایا ہو بائع کے پاس بوجہ قبضہ کے ختم ہوجانے کے واپس کرنے کی وجہ سے ملک کے نہ ہونے کے سبب سے یعنی مشتری بالخیار نے اگر خریدی ہوئی شے پر قبضہ کرلیا، پھراسے بطور ودیعت کے بائع کے پاس رکھ دیا پھر وہ بائع کے پاس سے ہلاک ہوگئی تو اس کی ہلاکت بائع کے قبضہ میں بائع کے ذمے ہوگی، اس لیے کہ قبضہ (مشتری کا) تحقیق واپس کرنے کی وجہ سے ختم ہوگیا تھا، کیونکہ مشتری اس کا مالک نہیں ہوا تھا پس ودیعت رکھوانا صحیح نہیں تھا، بلکہ اس کا بائع کو واپس لوٹانا قبضہ کو ختم کرنا ہے لہٰذا ہلاکت قبضہ سے پہلے ہوگی پس وہ بائع کے ذمہ ہوگی، اور صاحبین کے نزدیک چونکہ وہ مشتری اس کا مالک بن گیا تھا لہٰذا اس کا امانت رکھوانا صحیح تھا اور قبضہ ختم نہیں ہوا پس گویا کہ وہ مشتری کے قبضے میں ہلاک ہوئی لہٰذا ہلاکت اسی کے مال سے ہوگی۔ اور باقی رہے گا اس عبد ما ذون کا خیار جس نے خیار کے ساتھ شراء کی اور اس کے بائع نے اس کو ثمنوں سے بری کردیا مدت خیار میں اس لیے کہ ماذون مالک ہوتا ہے مالک نہ بننے کا، یعنی اگر عبد ماذون نے کوئی شے خیار کے ساتھ خریدی اور بائع نے اس کو اس شے کے ثمن سے بری کردیا مدت خیار میں تو اس کا خیار باقی رہیگا امام صاحب کے نزدیک، اور صاحبین کے نزدیک اس کے لیے خیار باقی نہ ہوگا۔ اس لیے کہ اگر باقی ہو تو اس کو واپس کرنے کی ولایت حاصل ہوگی لہٰذا اس کا واپس کرنا مالک بنانا ہوگا بغیر عوض کے اور ماذون اس کا مالک نہیں ہوتا، اور امام صاحب کے نزدیک چونکہ وہ اس کا مالک نہیں ہوا تھا، تو اس کو واپس کرنا مالک بننے سے رکنا ہوگا اور ماذون کو اس کی ولایت ہوتی ہے اس لیے کہ اگر اسے کوئی چیز ہبہ کی جائے تو اس کو اس بات کی ولایت ہے کہ وہ اس کو قبول نہ کرے۔

توضیح: (وهلکه ...الخ): کسی نے خیار شرط کیساتھ کوئی شے خریدی اور اس پر قبضہ کرلیا، پھر وہ چیز بائع کے پاس امانت رکھوادی اور بائع کے پاس وہ چیز ہلاک ہوگئی تو امام صاحب کے نزدیک اس ہلاکت کی ذمہ داری بائع پر ہوگی، لہٰذا یہ ہلاکت بائع کے مال سے ہوگی، اس لیے کہ مشتری خیار کی وجہ سے مالک نہیں بنا تھا لہٰذا اس کا بائع کے پاس امانت رکھوانا گویا اپنا قبضہ ختم کرنا تھا پس اس کا امانت رکھوانا صحیح نہ تھا جب واپس کرنا اپنا قبضہ ختم کرنا تھا تو جب بائع کے پاس سے وہ چیز ہلاک ہوئی تو گویا مشتری کے قبضہ سے پہلے ہلاک ہوئی اور مشتری کے قبضہ سے پہلے جب مبیع ہلاک ہوجائے تو اس کا ذمہ دار بائع ہوتا ہے۔

اور صاحبین ؒ کے نزدیک چونکہ مشتری خیار کے باوجود مالک بن گیا تھا لہٰذا اس کا مبیع کو بائع کے پاس امانت رکھوانا درست تھا،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورمشتری کا قبضہ ختم نہ ہوا۔لہٰذا بائع کا قبضہ گویا مشتری کا قبضہ ہے گویا مشتری کے پاس وہ چیز ہلاک ہوگئی لہٰذا ہلاکت کی ذمہ داری مشتری پر ہوگی۔

01

(وبقی ... الخ): اگر عبد ماذون (وہ غلام کو جس کو اس کے مولی نے تصرفات مثلاً بیع وشراء کی اجازت دے رکھی ہو) نے کوئی شے خیار شرط کے ساتھ خریدی اور بائع نے مدت خیار میں اس کو ثمن سے بری کر دیا، تو امام صاحب کے نزدیک عبد ماذون کا خیار باقی ہے۔لہٰذا مبیع واپس کرسکتا ہے۔جبکہ صاحبین کے نزدیک اس کا خیار باطل ہوجائیگا۔ لہٰذا وہ مبیع واپس نہیں کرسکتا۔وجہ اس کی یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک چونکہ عبد ماذون خیار کے باوجود مالک بن گیا تھا اور ثمن معاف ہوگیا اب اگر خیار استعمال کرتے ہوئے مبیع واپس کرے تو لازم آئیگا کہ وہ بائع کو اس چیز کا بغیر عوض کے مالک بنا رہا ہے اور عبد ماذون کو اس بات کی اجازت نہیں ہوتی کہ وہ کسی کو بغیر عوض کے کسی چیز کا مالک بنائے۔لہٰذا بائع جب اس کو مدت خیار میں ثمن سے بری کر دے تو اس کا خیار ختم ہوجائیگا اور امام صاحب کے نزدیک چونکہ خیار شرط کی وجہ سے عبد ماذون اس شے کا مدت خیار میں مالک نہیں بنا تھا اور بائع نے اس کو ثمن سے بری کر دیا تو اگر اب یہ خیار کو استعمال کرتے ہوئے مبیع واپس کرے تو اس کا یہ واپس کرنا امتناع عن التملک ہوگا یعنی اپنے آپ کو مالک بننے سے روکنا اور عبد ماذون کو اس بات کی ولایت حاصل ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی شے کا مالک بننے سے روکے۔یہ ایسے ہے جیسے کوئی آدمی عبد ماذون کو کوئی شے ہبہ کرے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس ہبہ کو قبول نہ کرے۔چونکہ عبد ماذون کا خیار کو استعمال کرتے ہوئے مبیع واپس کرنا امتناع عن التملک ہوگا اسی لیے اس کا خیار اس صورت میں باقی ہوگا۔

وَ بَطَلَ شراءُ ذِمّيٍ من ذميٍّ خمرًا بالخيارِ اِن اَسلَمَ لِئَلا يَتَمَلَّكُها مُسلِماً بِاِسقَا طِ خيارِه اى اذا اشترى ذمّيٌ بشرطِ خيارِه من ذمي خمراً ثمَّ اَسلمَ المشترى بطلَ شراءُ ه. لانه اِن بَقِيَ فعند اسقاطِ الخِيَارِ يَتَمَلَّكُه المشترى فيلزمُ تملُّكُ ٱلمُسلِمِ الخمرَ. وعندهما يَنفُذُالشراءُ وبطل الخيارَ. لانه لَو بقيَ يملِكُ رَدَّها وَالرَّدُّ يكونُ تمليكاً والمُسلِمُ لا يَملِكُ تَمليكَ الخمرِ. فَهذه المسائلُ ثمر ةُ الخلافِ.

ترجمہ: اور باطل ہوگا ایک ذمی کا دوسرے ذمی سے شراب خریدنا خیار کے ساتھ اگر وہ مسلمان ہوجائے تاکہ وہ اس کا مالک نہ ہوسکے مسلمان ہونے کی حالت میں اپنے خیار کو ساقط کرنے کیساتھ، یعنی اگر ذمی نے خیار شرط کیساتھ دوسرے ذمی سے شراب خریدی پھر وہ مشتری مسلمان ہوگیا تو اس کی شراء باطل ہوجائیگی، اس لیے کہ اگر وہ شراء باقی رہے تو لازم آئیگا مسلمان کا شراب کا مالک بننا، اور صاحبین کے نزدیک شراء نافذ ہوجائیگی اور خیار باطل ہوجائیگا۔اسلئے کہ اگر خیار باقی رہے تو مشتری اس کو واپس کرنے کا مالک ہوگا اور واپس کرنا مالک بنانا ہوگا اور مسلمان مالک نہیں ہوتا شراب کا مالک بنانے کا، پس یہ مسائل ثمرہ اختلاف ہیں۔

توضیح: (وبطل ... الخ): اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے شراب خیار شرط کے ساتھ خریدی پھر مشتری مسلمان ہوگیا تو امام صاحب کے نزدیک یہ شراء باطل ہوگی، اور صاحبین کے نزدیک یہ شراء نافذ ہوگی اور خیار باطل ہوجائیگا۔امام صاحب کے نزدیک وجہ یہ ہے کہ اگر یہ کہیں کہ شراء باقی ہے تو چونکہ مشتری ابھی تک خیار شرط کی وجہ سے مالک نہیں بنا، لہٰذا جب خیار کو ساقط کریگا، تو اس وقت مالک بنے گا، حالانکہ اب وہ مسلمان ہو چکا ہے، لہٰذا مسلمان کا شراب کا مالک ہونا لازم آئیگا اور مسلمان کا شراب کا مالک بننا جائز نہیں ہے لہٰذا یہ شراء ہی باطل ہے۔اور صاحبین کے نزدیک وجہ یہ ہے کہ چونکہ مشتری پہلے سے خیار شرط کے باوجود مالک بن چکا ہے یعنی ذمی ہونے کی حالت میں مالک بنا ہے لہٰذا شراء کے باطل ہونے کی تو کوئی وجہ نہیں، کیونکہ وہ مسلمان ہونے کی حالت میں مالک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں بن رہا ہے۔ ہاں اب خیار شرط ضرور باطل ہوگا اس لیے کہ اگر خیار باقی رہے، تو اس کا مطلب ہے کہ وہ شراب واپس بھی کر سکتا ہے حالانکہ وہ اب مسلمان ہو چکا ہے، پس جب وہ شراب واپس کریگا تو بائع کو اسلام کی حالت میں شراب کا مالک بنائیگا اور مسلمان کسی کو شراب کا مالک نہیں بنا سکتا۔

01

وَمن له الخيارُ يُجيزُ وإن جَهِلَ صاحبُه ولا ينفسخُ بلا علمِه اى ان فسخَ من له الخيارُ ينفسخُ بلا علمِ صاحبِه خلافاً لا بى يوسفؒ والشافعىؒ. لَهما اَنه اِن شُرِطَ علمُ صاحبِه لم يبقَ فائد ةٌ فى شرطِ الخيارِ لان صاحبَه اِن اختفٰى فى مدةِ الخيارِ فلم يصلِ الخبرُ اليه فيتمُّ العقدُ فيتضررُ من له الخيارُ . فان فسخَ وعلَّمَه فى المدةِ انفسخَ وإلا تمَّ عقدُه ويُوَرثُ خيارُ العيبِ والتعيينِ لا الشرطِ والرويةِ خيارُ التعيينِ اَن يشتريَ احدَ الثوبينِ بعشرةٍ على اَن يُعيِّنَ اياً شاءَ وخيارُ الشرط يورثُ عند الشافعىؒ ايضاًوخيارُ الرويةِ لا يتاتّٰى على مذهبِه لان شراءَ مالم يرَه لا يجوزُ عنده فى اظهرِ القولينِ.

ترجمہ: اور جس کو خیار حاصل ہو وہ بیع کو جائز قرار دے سکتا ہے اگر چہ اسکے ساتھی کو پتہ نہ ہو، اور بیع فسخ نہ ہوگی اس ساتھی کے علم کے بغیر یعنی اگر من له الخیار بیع کو فسخ کرے تو وہ فسخ نہ ہوگی بغیر اس کے ساتھی کے جاننے کے بخلاف امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کے ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر اس کے ساتھی کے علم کی شرط لگا دی جائے تو شرط خیار کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہیگا اس لیے کہ اس کا ساتھی اگر مدت خیار میں چھپ جائے پس اس کو خبر نہ پہنچ سکے تو عقد تام ہو جائیگا لہٰذا من له الخیار کو ضرر ہوگا، پس اگر فسخ کر دی اور مدت کے اندر اپنے ساتھی کو بتلا دیا تو بیع فسخ ہو جائیگی، وگرنہ عقد تام ہو جائیگا۔ خیار عیب اور خیار تعیین میں وراثت ہوگی نہ کہ خیار شرط اور خیار رویت میں، خیار تعیین یہ ہے کہ دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا دس کے بدلے میں خریدے اس شرط کے ساتھ کہ وہ متعین کریگا جس کپڑے کو چاہے گا، اور خیار شرط میں بھی امام شافعی کے نزدیک وراثت جاری ہوتی ہے اور خیار رویت ان کے مذہب کے مطابق حاصل نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اس چیز کو خریدنا جس کو دیکھا نہ ہو یہ ان کے نزدیک جائز نہیں ان کے دو قولوں میں سے زیادہ ظاہر قول کے مطابق۔

توضیح: (ومن له... الخ): بائع اور مشتری میں سے جس کو خیار شرط حاصل ہو وہ اپنے خیار کو ساقط کر کے بیع کو نافذ اور جائز قرار دے سکتا ہے مطلقا، خواہ دوسرے ساتھی کو اسکا علم ہو یا نہ ہو، لیکن اگر وہ خیار استعمال کرتے ہوئے بیع کو فسخ کرنا چاہے تو طرفین کے نزدیک دوسرے ساتھی کو اس کا علم ضروری ہے، یعنی من له الخیار (جس کو خیار حاصل ہے) کو چاہیے کہ وہ دوسرے ساتھی کی موجودگی میں بیع کو فسخ کرے، اور امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جسطرح بیع کی اجازت دوسرے کی عدم موجودگی میں جائز ہے اس طرح فسخ بھی دوسرے کی عدم موجودگی میں جائز ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جس کو خیار حاصل ہے اس کو دوسرے ساتھی نے فسخ پر مسلط کیا ہے، یعنی دوسرے ساتھی نے اس کو فسخ کا خیار دیا ہے، لہٰذا فسخ دوسرے ساتھی کی موجودگی پر موقوف نہ ہوگا۔ اس لیے کہ جو آدمی کسی فعل پر دوسرے کی جہت سے مسلط ہو تو اس کا فعل دوسرے کے علم پر موقوف نہیں ہوتا، لہٰذا من له الخیار کا فسخ دوسرے ساتھی کی موجودگی اور علم پر موقوف نہ ہوگا۔

ان کی دوسری دلیل، جو صاحب کتاب نے ذکر کی ہے، یہ ہے کہ اگر فسخ کے لیے دوسرے کے علم اور موجودگی کو ضروری قرار دیا جائے تو خیار شرط کا فائدہ باقی نہ رہے گا، کیونکہ خیار شرط کا فائدہ یہ ہے کہ من له الخیار اپنے آپ سے ضرر کو دور کر سکے، تو ہو سکتا ہے کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دوسرا ساتھی چھپ جائے اور اس کو خبر نہ ہو سکے کہ من له الخیار بیع کو فسخ کرنا چاہتا ہے تو اس اثناء میں مدت خیار گزر جائیگی اور عقد لازم ہو جائیگا، تو اس سے دیکھیں من له الخیار کو ضرر ہوا لہٰذا وہ جس طرح بیع کی اجازت دوسرے کی عدم موجودگی میں دے سکتا ہے اس طرح بیع کو فسخ بھی دوسرے کی عدم موجودگی میں کر سکتا ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ فسخ غیر کے حق میں تصرف ہے اور وہ ہے عقد کو ختم کرنا۔ یعنی دوسرے ساتھی کا حق اس میں ہے کہ عقد ختم نہ کیا جائے اب اگر من له الخیار فسخ کرتا ہے تو اس ساتھی کے حق میں تصرف ہوگا اب اگر من له الخیار دوسرے ساتھی کی عدم موجودگی میں بیع کو فسخ کرتا ہے تو اس کو ضرر ہوگا۔ اس لیے کہ اس کا خیال ہوگا کہ عقد تام ہو چکا ہے لہٰذا دوسرا ساتھی اگر مشتری ہے اور خیار بائع کو ہے اور وہ خیار استعمال کرتے ہوئے مشتری کی عدم موجودگی میں بیع کو فسخ کرتا ہے تو مشتری کو چونکہ پتہ نہیں ہوگا، لہٰذا وہ مشتری یہ خیال کرتے ہوئے کہ بائع فسخ نہیں کریگا، وہ مبیع میں تصرف کریگا اور اگر وہ مبیع ہلاک ہوگئی تو اس کی قیمت کا ضمان مشتری پر لازم ہوگا جو ظاہر ہے اس کے لیے ضرر ہے، اور اگر دوسرا ساتھی بائع ہے اور خیار مشتری کو حاصل ہے اور وہ خیار استعمال کرتے ہوئے بائع کی عدم موجودگی میں بیع کو فسخ کر دے تو بائع کا ضرر ہے اس لیے کہ بائع تو یہ سمجھے گا کہ مشتری اب یہ چیز خرید چکا ہے لہٰذا وہ اپنی مبیع کے لیے دوسرا مشتری تلاش نہیں کریگا۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ من له الخیار اگر بیع کو فسخ کرنا چاہے تو دوسرے ساتھی کی موجودگی اور علم ضروری ہے۔

(فان فسخ... الخ): اگر من له الخیار نے دوسرے کی عدم موجودگی میں فسخ کیا اور مدت خیار میں اس دوسرے کو علم ہو گیا کہ من له الخیار نے بیع کو فسخ کر دیا ہے تو اب فسخ درست ہوگا، اگر مدت خیار میں دوسرے کو فسخ کا پتہ نہ چلا بلکہ مدت کے گزر جانے کے بعد اس کو پتہ چلا کہ من له الخیار نے بیع کو فسخ کر دیا ہے تو یہ فسخ ٹھیک نہ ہوگا۔ بلکہ عقد بیع پختہ ہو جائیگا اور بیع فسخ نہ ہوگی۔

(ویورث... الخ): خیار عیب اور خیار تعیین میں وراثت جاری ہوگی، خیار عیب میں وراثت کی صورت یہ ہے کہ کسی نے عیب دار چیز خریدی اور عیب پر مطلع ہونے سے پہلے مر گیا تو مرنے والے کے ورثاء کے لیے جائز ہوگا کہ بائع کو اپنی یہ عیب دار مبیع واپس کر دیں۔ اور خیار تعیین میں وراثت کی صورت یہ ہے کہ کسی نے دو غلاموں میں سے ایک غلام اس شرط کے ساتھ خریدا کہ جو غلام مجھے پسند آیا وہ میں ایک ہزار کے بدلے میں لے لوں گا اور دوسرا واپس کر دونگا، اس کے بعد وہ مشتری مر گیا تو اس کا وارث ایک غلام کو پسند کرنے میں مشتری کے قائم مقام ہوگا۔

(لا الشرط... الخ): خیار رویت اور خیار شرط میں وراثت جاری نہ ہوگی، یعنی کسی نے کوئی شے خیار شرط کے ساتھ خریدی پھر مدت خیار میں مشتری مر گیا تو اس کا خیار باطل ہو جائیگا اور بیع پختہ ہو جائیگی اور اس کا وارث اس خیار کو استعمال کرتے ہوئے مبیع بائع کو واپس نہیں کر سکے گا۔ اسی طرح اگر کسی نے کوئی ایسی چیز خریدی جس کو ابھی تک اس نے دیکھا نہ تھا، اس کے بعد مشتری مر گیا تو اس کے وارث نے اس کے بعد وہ چیز دیکھ لی اور اس کو پسند نہ آئی تو اب وہ خیار رویت استعمال کرتے ہوئے مبیع بائع کو واپس نہیں کر سکتا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ خیار شرط میں بھی وراثت جاری ہوگی جیسے خیار تعیین اور خیار عیب میں وراثت جاری ہوتی ہے، البتہ ان کے مذہب کے مطابق خیار رویت مشتری یا اس کے وارث کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ ان کے دو قولوں میں سے زیادہ ظاہر قول کے مطابق ایسی چیز خریدنا جائز ہی نہیں جس کو ابھی تک مشتری نے دیکھا نہ ہو۔

وان اشتری وشُرِطَ الخیارُ لغیرِہ فایّ اجازَ اونقضَ صحَّ ذالکَ فان اَجازَ احدُھُما وفسخَ الآخرُفالاولُ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

اَولٰی ولووُجِدا معاً فالفسخُ اولی قالوا: لان شرطَ الخیارِ لغیرِ العاقدِ انما یثبُتُ بطریقِ النیابةِ عن العاقدِ فیثبتُ له اقتضاءً اقولُ اذا اشتری علی اَنّ الغیرَ بالخیارِ لا یثبتُ الخیارُ الا برضاءِ المتعاقدینِ فیکونُ نائباً عن المتعاقدینِ ثُم رضی البائعِ بخیارِ الغیرِ لا یقتضی رضاه بخیارِ المشتری .

ترجمہ: اوراگرخریدااور خیار کی شرط لگادی اپنے غیر کے لیے تو جس نے بھی بیع کی اجازت دے دی، یااس کوختم کردیا تو یہ صحیح ہوگا، پس اگران میں سے کسی ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے فسخ کردیا تو اول اولی ہوگا، اور دونوں (فسخ واجازت) اکٹھے پائے جائیں تو فسخ اولی ہوگا، فقہاء نے کہا (یہ) اس لیے کہ عاقد کے غیر کے لیے خیار کی شرط نہیں ہے سوائے اس کے کہ ثابت ہوتی ہے عاقد سے نیابت کے طریق پر پس اس کے لیے خیار اقتضاءً ثابت ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ جب اس نے خریدا اس شرط کے ساتھ کہ غیر خیار کے ساتھ ہوگا تو خیار ثابت نہ ہوگا مگر متعاقدین کی رضاء کے ساتھ پس وہ غیر، متعاقدین کا نائب ہوگا پھر بائع کا، غیر کے خیار پر راضی ہونا تقاضا نہیں کرتا اس (بائع) کے مشتری کے خیار پر راضی ہونے کا۔

توضیح: (وان اشتری... الخ) مشتری نے کوئی چیز خریدی اور یہ کہا کہ خیار کسی اور کے لیے ہوگا، مثلاً زید مشتری ہے اور اور وہ عمرو کو خیار شرط دیتا ہے تو یہ صحیح ہے لہٰذا مشتری اور وہ غیر دونوں میں سے ہر ایک کو خیار حاصل ہوگا، ان میں سے کسی نے بھی بیع کی اجازت دے دی یا بیع کو فسخ کردیا تو یہ جائز ہوگا، اور اگر ان میں سے کسی ایک نے اجازت دے دی اور دوسرے نے بیع کو فسخ کردیا تو اب دو صورتیں ہیں یا تو یہ فسخ اور اجازت یکے بعد دیگرے ہونگے یا اکٹھے ہونگے، اگر یہ فسخ اور اجازت دونوں متعاقباً ہوں یعنی یکے بعد دیگرے ہوں تو فعل اول اولی ہوگا، خواہ وہ فعل اول فسخ ہو یا اجازت ہو اس لیے کہ جس وقت فعل اول واقع ہوا اس کا کوئی مزاحم موجود نہیں تھا لہٰذا اول اولیت کی وجہ سے راجح ہوگا۔ اور اگر فسخ اور اجازت دونوں اکٹھے ہوں یعنی بیک وقت ہوں تو فسخ اولی ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ فسخ اجازت سے قوی ہے اور اجازت ضعیف ہے۔ چونکہ فسخ قوی ہے اس لیے فسخ اولی ہوگا۔ باقی رہی یہ بات کہ فسخ قوی کیوں ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ جب بیع فسخ ہوجائے تو اس کے بعد اس کو اجازت لاحق نہیں ہوسکتی یعنی نافذ نہیں ہوسکتی، لیکن اگر بیع کو نافذ کردیا جائے تو اس کے بعد اس کو فسخ کیا جاسکتا ہے۔

(قالوا... الخ): یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جب غیر عاقد کیلئے خیار کی شرط لگائی گئی تو عاقد کو بھی خیار حاصل ہوگا، حاصل یہ ہے کہ غیر عاقد کیلئے خیار اسلئے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عاقد کا نائب ہوتا ہے، جب نائب کیلئے خیار ثابت ہے تو عاقد جو کہ اصل ہے اس کے لیے خیار اقتضاء کے طریقے کے ساتھ ثابت ہوگا۔ اس لیے کہ گویا عاقد اپنے نائب کو خیار کا مالک بنا رہا ہے جب عاقد اپنے غیر یعنی نائب کو خیار کا مالک بنا رہا ہے تو وہ خود بھی خیار کا مالک ہوگا، اس لیے کہ مالک بنانا مالک ہونے کی فرع ہے یعنی انسان ایسی چیز کا دوسرے کو مالک بنا سکتا ہے جس کا وہ خود مالک ہو، لہٰذا عاقد خود بھی خیار کا مالک ہوگا۔

(اقول... الخ): پیچھے جو فقہاء نے عاقد کے لیے خیار کے ثابت ہونے کی دلیل بیان کی اس پر شارح رد کرتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی شے اس شرط کے ساتھ خریدے کہ خیار شرط دوسرے کے لیے ثابت ہوگا تو یہ خیار غیر کے لیے تب ثابت ہوگا جب بائع اور مشتری دونوں غیر کے لیے خیار پر راضی ہوں، نہ کہ صرف مشتری راضی ہو، جب دونوں کی رضامندی غیر کے لیے خیار کے ثابت ہونے کے لیے ضروری ہے تو وہ غیر دونوں کا نائب ہوا اب ہوسکتا ہے کہ بائع اس غیر کے خیار پر تو راضی ہو لیکن خود اس مشتری کے خیار پر راضی نہ ہو اس لیے کہ غیر کے لیے خیار پر بائع کا راضی ہوجانا اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ وہ بائع مشتری کے لیے بھی خیار کے ثبوت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر راضی ہے، پس غیر کے لیے خیار کے ہونے سے یہ لازم نہیں ہے کہ خود عاقد مشتری کے لیے بھی خیار ثابت ہے۔ فقہاء کی طرف سے اس کا جواب دیا جاسکتا ہے کہ مشتری کا خیار ہم اس لیے ثابت کریں گے تا کہ تملیک بغیر ملک کے لازم نہ آئے اور یہی اقتضاء ہے۔ (اس کی وضاحت ہم پیچھے کر چکے ہیں)

01

وبيعُ عبدينِ بالخيارِ فی احدِهما صح ان فصَّل ثمنَ كلٍ وعيَّنَ محلَّ الخيارِ وفسدَ فی الاوجُهِ الباقيةِ وهی ماذا لم يُفَصِّلِ الثمنَ ولم يُعيِّنِ محلَّ الخيارِ اوفصّلَ الثمنَ ولم يُعَيِّن اوعَيّنَ ولم يُفَصّل لجهالةِ الثمنِ والمبيعِ اوجهالةِ احدِهما بَقِيَ اَنّ فی صورةِ الجوازِ وإن لم يُوجَدِ الجهالةُ لكن قبولُ ما ليس بمبيعٍ جُعِلَ شرطاً لقبولِ ما هو مبيعٌ فينبغی ان يفسُدَ بالشرطِ الفاسدِ عنده والجوابُ ان المبيعَ بشرطِ الخيارِ داخلٌ فی الايجابِ لا الحكمِ فلا يصدُقُ عليه انه ليس بمبيعٍ من كلِ وجهٍ بل هو مبيعٌ من وجهٍ فاعتبرنا الوجهينِ ففی صورةِ الجهالةِ اعتبرنا انه ليس بمبيعٍ حتی يفسُدَ العقدُ وفی صورةِ اَن يكونَ كلُ واحدٍ منهما معلوماً اعتبرنا انه مبيعٌ حتی لا يفسُدُ العقدُ .

ترجمہ: اور دو غلاموں کو خریدنا ان میں سے کسی ایک میں خیار کے ساتھ صحیح ہے اگر بیان کردے ہر ایک کا ثمن، اور محل خیار کو متعین کردے، اور فاسد ہے باقی صورتوں میں اور وہ یہ ہیں کہ جب ثمن بیان نہ کرے اور محل خیار متعین نہ کرے، یا ثمن بیان کرے اور متعین نہ کرے، یا متعین کرے اور ثمن بیان نہ کرے بوجہ ثمن کے مجہول ہونے یا مبیع کے مجہول ہونے یا ان میں سے کسی ایک کے مجہول ہونے کے، باقی رہ گئی یہ بات کہ جواز کی صورت میں اگر چہ جہالت نہیں پائی جاتی لیکن ''غیر مبیع کو قبول کرنا'' اس کو بنا دیا گیا ہے اس چیز کو قبول کرنے کی شرط جو مبیع ہے، پس مناسب ہے کہ یہ بیع فاسد ہو شرط فاسد کی وجہ سے امام صاحب کے نزدیک، اور جواب یہ ہے کہ مبیع بشرط الخیار ایجاب میں داخل ہے نہ کہ حکم میں، پس اس پر یہ بات صادق نہیں ہے کہ وہ من کل وجہ مبیع نہیں ہے بلکہ وہ من وجہ مبیع ہے، پس ہم نے دو وجہوں کا اعتبار کیا پس جہالت کی صورت میں ہم نے اس بات کا اعتبار کیا کہ وہ مبیع نہیں ہے تا کہ عقد فاسد ہو جائے، اور اس صورت میں کہ ثمن اور مبیع میں ہر ایک معلوم ہو، ہم نے اس بات کا اعتبار کیا کہ وہ مبیع ہے تا کہ عقد فاسد نہ ہو۔

توضیح: (وبیع ... الخ): کسی نے دو غلام فروخت کیے اس طور کہ ایک غلام میں تو بیع پکی ہے اور ایک میں مشتری کو خیار شرط حاصل ہے، تو یہاں چار صورتیں ہیں (۱) دونوں غلاموں میں سے ہر ایک کا ثمن بھی معلوم ہو اور من فیه الخیار (وہ غلام کہ جس میں خیار ہے) وہ بھی معلوم ہو۔ (۲) نہ ہر ایک کا ثمن معلوم ہو اور نہ ہی من فیه الخیار متعین ہو۔ (۳) ہر ایک کا ثمن تو معلوم ہو لیکن من فیه الخیار معلوم نہ ہو۔ (۴) ہر ایک کا ثمن معلوم نہ ہو اور من فیه الخیار معلوم ہو، ان چار صورتوں میں سے فقط پہلی صورت میں بیع جائز ہے باقیوں میں جائز نہیں ہے، پہلی صورت میں اس لیے جائز ہے کہ وہاں مبیع بھی معلوم ہے اور ثمن بھی معلوم ہے، اور دوسری صورت میں اس لیے جائز نہیں کہ ہر ایک غلام کا ثمن بھی مجہول ہے اور مبیع بھی مجہول ہے، اور تیسری صورت میں اسلئے جائز نہیں ہے کہ اس میں مبیع مجہول ہے، اور چوتھی صورت میں اسلئے جائز نہیں ہے کہ اس میں ثمن مجہول ہے۔

(بقي ... الخ) یہاں سے ایک اشکال کو نقل کر کے اس کا جواب دیتے ہیں۔ سوال کا حاصل یہ ہے کہ پہلی صورت میں بھی بیع ناجائز ہونی چاہیے، اس لیے کہ اس میں اگر چہ ثمن اور مبیع میں جہالت نہیں ہے لیکن من فیه الخیار (وہ غلام کہ جس میں خیار ہے) غیر مبیع ہے اور دوسرا غلام مبیع ہے اور بائع چونکہ دونوں غلام بیچ رہا ہے تو اس نے گویا مبیع کو قبول کرنے کے لیے غیر مبیع کو قبول کرنے کی شرط

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لگائی اور یہ شرط فاسد ہوتی ہے، اور شرط فاسد کی وجہ سے بیع فاسد ہوجاتی ہے، تو چاہیے کہ اس صورت میں بھی بیع فاسد ہو؟ تو اسکا ''والجواب'' سے جواب دیا کہ من فیه الخیار عقد بیع کے تحت داخل ہے اگر چہ عقد بیع کے حکم یعنی ملک میں داخل نہیں، لہٰذا اس پر یہ بات صادق نہیں ہے کہ وہ بالکل مبیع نہیں ہے بلکہ وہ من وجہ مبیع ہے تو من فیه الخیار من وجہ مبیع ہے اور من وجہ غیر مبیع ہے، من وجہ مبیع اس طور پر ہے کہ وہ عقد بیع کے تحت داخل ہے اور من وجہ غیر مبیع اس طرح ہے کہ وہ حکم بیع یعنی ملک کے تحت داخل نہیں ہے، پس ہم نے دونوں وجہوں کا اعتبار کیا اور کہا کہ اگر ثمن مجہول ہو یا مبیع مجہول ہو یا دونوں (مبیع وثمن) مجہول ہوں تو من فیه الخیار کے غیر مبیع ہونے کا اعتبار کیا جائیگا، لہٰذا عقد فاسد ہوگا اور اگر ہر ایک کا ثمن معلوم ہو اور مبیع بھی معلوم ہو بایں طور کہ من فیه الخیار متعین ہو تو ہم نے من فیه الخیار کے مبیع ہونے کا اعتبار کیا تا کہ عقد جائز ہوجائے، پس اب یہ اشکال وارد نہ ہوگا کہ جواز والی صورت میں مبیع کو قبول کرنے کے لیے غیر مبیع کو قبول کرنے کی شرط لگائی گئی.

وَ شراءُ احدِ الثوبینِ او احدِ ثلاثةٍ علی اَن یُعَیِّنَ ایاً شاءَ فی ثلاثةِ ایامٍ صَحَّ لا اِن لم یُشتَرَط تعیینُه ولا فی احدِ اربعةٍ لان القیاسَ عد مُ الجوازِ. لکنا استحسنا فی الثلاثةِ لمکانِ الحاجةِ فان الثلاثةَ مشتملةٌ علی الجیدِ والردی والمتوسطِ وفی الزائدِ علی الثلاثةِ ابقیناه علی الاصلِ وهوعدمُ الجوازِ

ترجمہ: دو کپڑوں میں سے ایک کپڑے کو خریدنا، یا تین میں سے ایک کپڑا خریدنا اس شرط کے ساتھ کہ وہ متعین کریگا جس کو چاہے گا تین دنوں میں، تو یہ صحیح ہے، (صحیح نہ ہوگا) اگر مشروط نہ ہو اس کی تعیین اور نہ ہی چار میں سے ایک میں، اس لیے کہ قیاس عدم جواز ہے، لیکن ہم نے تین میں استحساناً جائز قرار دیا ضرورت کی وجہ سے اس لیے کہ تین مشتمل ہوتے ہیں عمدہ، گھٹیا اور متوسط پر، اور تین سے زائد میں ہم نے اس کو اصل پر باقی رکھا اور وہ عدم جواز ہے۔

توضیح: (وشراء... الخ): اگر کسی نے دو میں سے ایک کپڑا یا تین میں سے ایک کپڑا خریدا اس شرط کے ساتھ کہ ان میں سے میں جس کو چاہوں گا تین دن کے اندر اندر شراء کے لیے متعین کرلوں گا تو یہ صحیح ہے اور اس کا نام خیار تعیین ہے، اگر وہ تعیین کی شرط نہیں لگاتا بایں طور کہ کہتا ہے میں تین کپڑوں میں سے ایک کپڑا خریدتا ہوں یا دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا خریدتا ہوں تو یہ جائز نہیں ہے، اسی طرح اگر اس نے کہا میں ان چار کپڑوں میں سے ایک کپڑا تعیین کی شرط کے ساتھ خریدتا ہوں تو بھی جائز نہیں ہے۔

(لان... الخ): دلیل یہ ہے کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ خیار تعیین کے ساتھ بیع جائز نہ ہو کما مر اس لیے کہ یہ عقد کے مقتضی یعنی لزوم کے منافی ہے، لیکن ہم نے اس کو استحساناً ضرورت کے پیش نظر جائز رکھا اور یہ ضرورت تین تک کپڑوں میں تو پائی جاتی ہے چار میں نہیں، اس لیے کہ اوصاف تین ہیں عمدہ، گھٹیا اور درمیانہ پس تین کپڑوں میں تو ہم نے اس کو جائز رکھا اور تین کپڑوں سے زائد میں ہم نے اصل پر عمل کیا جو کہ عدم جواز ہے۔

واخذُه بالشفعةِدارًا بیعَت بجنبِ ما شُرِطَ فیه الخیارُ رضاءٌ ای اشتری دارًا علی انَّه بالخیارِ فَبِیعَت دارٌ بجنبِ تلک الدارِ واَخذَها المشتری بشفعةٍ فهذا الاخذُ دلیلُ رضاءٍ بشراءِ تلک الدارِ لِاِن الاخذَ بالشفعةِ یقتضی اجازةً فی شراءِ المشفوعِ به وخیارُ شرطِ المشتریین یسَقُطُ برضاءِ احدِهما وکذا خیارُ العیبِ والرویةِ لانه اِن رَدَّه الآخرُ یکونُ معیباً بعیبِ الشرکةِ وعندهما لِلآخَرِ ولایةُ الرَّدّ لِان الخیارَ ثَابتٌ لکلِ واحدٍ وعبدٌ مشرِیٌّ بشرطِ خُبزِه اوکتَبِه وَوُجدَ بخلافِه اُخِذَ بثمنِه اوتُرِکَ لان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الاوصافَ لا يُقابِلها شيٌ من الثمنِ .

01

ترجمہ: اورمشتری کا لینا شفعہ کی وجہ سے ایسے دار کو جو فروخت ہوا اس دار کے پڑوس میں جس میں خیار کی شرط لگائی گئی تھی، رضاء ہے، یعنی اگر دار خریدا اس شرط کے ساتھ کہ وہ مشتری خیار کے ساتھ ہے پھر ایک دار اس دار کے پڑوس میں فروخت ہوا اور مشتری نے اس کو شفعہ کے ساتھ لے لیا تو یہ لینا اس دار کی شراء پر رضاء کی دلیل ہوگا، اس لیے کہ شفعہ کے ساتھ لینا تقاضا کرتا ہے اس دار کی شراء میں اجازت کا جس دار کی وجہ سے شفعہ کیا گیا ہے۔ اور دو مشتریوں کی شرط کا خیار ساقط ہو جاتا ہے ان میں سے ایک کی رضاء کے ساتھ، اور اسی طرح خیار عیب اور خیار رویت ہے، اسلئے کہ اگر دوسرا اس کو واپس کر دے تو وہ (مبیع) عیب دار ہوگی شرکت کے عیب کے ساتھ، اور صاحبین کے نزدیک دوسرے کو واپس کرنے کی ولایت حاصل ہوگی اس لیے کہ خیار ہر ایک کے لیے ثابت ہے، اور ایسا غلام جو خریدا گیا ہو اس کے خباز (نانبائی) ہونے کی شرط کے ساتھ، یا کاتب ہونے کی شرط کے ساتھ اور وہ پایا گیا اس کے خلاف تو اسے لے لیا جائے اس کے ثمن کے بدلے میں یا چھوڑ دیا جائے، اس لیے کہ اوصاف کے مقابلے میں ثمن کا کوئی حصہ نہیں آتا۔

توضیح: (واحدہ... الخ): اگر کسی نے گھر خیار شرط کے ساتھ خریدا اور ایام خیار میں اس کے پڑوس میں دوسرا گھر فروخت ہوا اور مشتری نے وہ گھر شفعہ کر کے لے لیا تو اب شفعہ کے ساتھ یہ دوسرا گھر لینا دلیل ہے اس بات کی کہ وہ پہلے گھر کی شراء پر راضی ہو چکا ہے، لہٰذا بیع پکی ہوگئی اور خیار ختم ہو جائیگا، اس لیے کہ شفعہ کی وجہ سے دوسرا گھر لینا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ شفیع اس گھر کا مکمل طور پر مالک ہے جس کی وجہ سے یہ شفعہ کر رہا ہے۔

(وخیار... الخ): دو آدمیوں نے مشترکہ طور پر کوئی چیز خیار شرط کے ساتھ خریدی، اسکے بعد ان میں سے ایک اس بیع پر راضی ہو گیا تو اس کی وجہ سے دوسرے ساتھی کا بھی بیع کو فسخ کرنے کا خیار ختم ہو جائیگا لہٰذا اب مبیع واپس نہ کی جا سکے گی۔ اس طرح اگر دو آدمیوں نے کوئی چیز خریدی جو کہ عیب دار تھی ایک اس مبیع پر عیب کے باوجود راضی ہو گیا جبکہ دوسرا راضی نہیں تو دوسرے کا خیار عیب بھی ساقط ہو جائیگا لہٰذا اب یہ مبیع بائع کو واپس نہ کی جا سکے گی، اسطرح خیار رویت کا حال ہے کہ دو آدمیوں نے ایسی چیز خریدی جس کو انہوں نے دیکھا نہ تھا پھر اس کو دیکھا اور ایک نے ارادہ کیا کہ وہ چیز خیار رویت استعمال کرتے ہوئے واپس کر دی جائے جبکہ دوسرے کا ارادہ نہیں ہے تو بھی مبیع واپس نہ کی جا سکے گی یہ امام صاحب کا مذہب ہے۔ البتہ صاحبین کے نزدیک خیار شرط، خیار رویت اور خیار عیب ان تمام میں دوسرے ساتھی کو اگر مبیع پسند نہ آئی تو وہ واپس کر سکتا ہے، امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ مبیع کو ایسی حالت میں واپس نہیں کیا جا سکتا کہ اس میں مشتری کے قبضہ کے بعد نیا عیب پیدا ہو چکا ہو اب اگر ان مسائل میں دوسرا ساتھی مبیع واپس کرے تو مبیع اس حال میں واپس کریگا کہ اس میں عیب پیدا ہو چکا ہوگا، لہٰذا دوسرے ساتھی کو بھی مبیع واپس کرنے کا خیار حاصل نہ ہوگا۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ کونسا عیب ہے جو یہاں قبضہ کے بعد پیدا ہو گیا ہے تو وہ عیب شرکت کا ہے، اس لیے کہ بائع نے جب مبیع سپرد کی تھی تو وہ شرکت سے خالی تھی، اب جب دوسرا ساتھی اس کو واپس کریگا تو اس میں بائع اور پہلا وہ ساتھی جو کہ مبیع پر راضی ہو چکا ہے دونوں مبیع میں شریک ہونگے جو کہ عیب حادث ہے۔ (نیا عیب ہے جو بعد میں پیدا ہوا)

اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ خیار دونوں کے لیے ثابت تھا اور دونوں کے خیار کا ثبوت اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ خیار فسخ ہر ایک کو حاصل ہو لہٰذا ایک ساتھی اگر اپنا خیار ساقط کرتا ہے بایں طور کہ وہ مبیع پر راضی ہو جاتا ہے تو دوسرے ساتھی کا خیار ساقط نہ ہوگا۔ ورنہ غیر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے حق کو باطل کرنا لازم آئیگا جو کہ جائز نہیں ہے۔

01

صاحبین کی اس دلیل کا جواب دیا جاسکتا ہے کہ اگر چہ خیار دونوں کے لیے ثابت تھا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بائع اس بات پر بھی راضی ہوگیا تھا کہ ان دونوں میں سے ایک دوسرے کے بغیر مبیع میں سے اپنا حصہ واپس کرسکتا ہے، کیونکہ شاید اس کے دل میں یہ بات آئی ہو کہ اگر واپس کریں گے تو دونوں واپس کریں گے نہ کہ ان میں سے ایک۔

(وعبد ... الخ) کسی نے غلام خریدا اس شرط کے ساتھ کہ وہ نانبائی ہے، یا کاتب ہے اور واقع میں وہ نانبائی یا کاتب نہ نکلا تو اب مشتری چاہے تو پورا ثمن دیکر وہ غلام لے لے، اور چاہے تو چھوڑ دے، چھوڑ تو اس لیے سکتا ہے کہ نانبائی ہونا یا کاتب ہونا ایک وصف مرغوب فیہ ہے جو فوت ہوگیا ہے، اور وصف مرغوب فیہ جب مبیع میں فوت ہوجائے تو مشتری بیع کو چھوڑ سکتا ہے، اور اگر لینا چاہے تو پورا ثمن اس لیے لازم ہوگا کہ نانبائی ہونا یا کاتب ہونا اوصاف میں سے ہے جس کے مقابلے میں ثمن نہیں آتا، لہٰذا ان کے فوت ہونے سے ثمن میں کمی نہ آئیگی۔

﴿فصل فی خیار الرؤیة﴾

صَحَّ شراءُ مالم یرَہ خلافاً للشافعیؒ وَلمشتریہ الخیارُ عندھا ای عندَ الرویةِ الی اَن یُوجَدَ مُبطُلہ وِان رضِیَ قبلَھا اَی رضِیَ قبلَ الرویةِ یکونُ لہ حقُ الفسخِ اذا راٰہ لکن لو فَسخَ قبلَ الرویةِ ینفُذُ الفسخُ بحکمِ اَنَّہ عقدٌ غیرُ لازمٍ حتی لا یجوزُ اجازتُہ عندَ الرویةِ لا لِبائعِہ اَی اذا باع شَیئاً لم یَرہ لا یکونُ لہ الخیارُ اذا رَاٰہ.

ترجمہ: صحیح ہے اس چیز کو خریدنا جس کو دیکھا نہ ہو بخلاف امام شافعیؒ کے، اور اس کے خریدنے والے کو خیار ہوگا اس کے وقت یعنی رویت کے وقت یہاں تک کہ اس کو باطل کرنے والی کوئی شے پائی جائے اگر چہ وہ راضی ہوگیا ہو اس سے پہلے، یعنی اگر رویت سے پہلے راضی ہوگیا تو اس کو فسخ کا حق حاصل ہوگا جب وہ اسے دیکھے گا، لیکن اگر فسخ کردیا رویت سے پہلے تو فسخ نافذ ہوجائیگا اس حکم کے ساتھ کہ یہ عقد غیر لازم ہے حتی کہ جائز نہ ہوگا اس کا بیع کو جائز قرار دینا رویت کے وقت، نہ کہ اس کے بائع کے لیے یعنی اگر کوئی چیز بیچی جس کو دیکھا نہیں تھا تو اس کو خیار نہ ہوگا جب وہ اسے دیکھے گا۔ خیار رویت کی بحث کو خیار عیب کے باب سے مقدم کیا اس لیے کہ خیار رویت بیع کے تام ہونے سے مانع ہے اور خیار عیب بیع کے تام ہونے سے مانع نہیں، بلکہ لزوم حکم یعنی مشتری کی ملک کے پختہ ہونے سے مانع ہے۔

توضیح: (صح ... الخ): ان دیکھی چیز کا خریدنا ہمارے نزدیک جائز ہے امام شافعی ؒ کے نزدیک جائز نہیں، انکی دلیل یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے کہ ان دیکھی چیز مجہول ہوتی ہے اور مجہول کی بیع جائز نہیں، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: من اشتری مالم یرہ فلہ الخیار اذا راہ کہ جس نے کوئی ایسی چیز خریدی جس کو ابھی تک دیکھا نہ تھا تو اس کو خیار ہوگا جب وہ اس کو دیکھ لے گا۔

امام شافعی ؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ بیع میں ایسی جہالت جو مفضی الی المنازعت (جھگڑے کی طرف پہنچانے والی) نہ ہو وہ بیع سے مانع نہیں ہوتی، اور یہاں ایسی جہالت ہے جو بائع اور مشتری کے درمیان منازعت کی طرف مفضی نہیں ہے اس لیے کہ دیکھنے کے بعد وہ چیز اس کو پسند نہ آئی تو مشتری اس کو واپس کر سکتا ہے۔

(ولمشتریہ... الخ): مشتری جب مبیع کو دیکھے گا تو اس کو خیار ہوگا چاہے تو اس کو اپنے پاس رکھے اور چاہے تو اس کو واپس کر دے، اور یہ خیار اس وقت تک حاصل رہے گا جب تک کہ کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جو اس خیار کو باطل کر دے۔

سوال: ہوتا ہے کہ مصنف کی عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رویت کے بعد خیار باقی رہیگا تاوقتیکہ کوئی مبطل پایا جائے، جیسے یوں کہے: ''رضیت'' (میں راضی ہوگیا) اور مبیع کیساتھ مالک جیسا معاملہ کرے، حالانکہ معاملہ ایسے نہیں ہے بلکہ جب مبیع کو مشتری دیکھ لے اور وہ اپنی رضاء کا اظہار بھی نہ کرے اور نہ ہی بیع کو فسخ کرے تو خیار ساقط ہو جائیگا، اسلئے کہ جب بیع کے بعد مبیع کو دیکھ لیا جائے اور پھر خاموشی اختیار کر لی جائے تو خیار ختم ہو جاتا ہے اور بیع لازم ہو جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ مصنف کی عبارت میں مبطل میں تعمیم ہے، خواہ وہ قول ہو یا فعل ہو یا سکوت ہو، اب اشکال نہ ہوگا۔

(وان رضي... الخ): یعنی اگر دیکھنے سے پہلے مشتری مبیع پر راضی ہو چکا تب بھی دیکھنے کے بعد اس کو فسخ کا حق حاصل ہوگا، اس لیے کہ خیار تو رویت کے ساتھ معلق ہے حدیث میں ہے: فلہ الخیار اذا راہ پس رویت شرط ہوئی اور خیار مشروط ہوا لہٰذا خیار، رویت سے پہلے ثابت نہ ہوگا ورنہ مشروط کا شرط کے بغیر پایا جانا لازم آئیگا جو کہ جائز نہیں ہے۔

(لکن لو... الخ): یہ ایک وہم کا ازالہ ہے وہم یہ ہے کہ رویت سے پہلے اگر مشتری مبیع پر راضی ہو چکے تو رویت کے بعد اس کو فسخ کا حق حاصل ہوگا، شاید مشتری اگر رویت سے پہلے بیع کو فسخ کر دے تو رویت کے بعد بیع کی اجازت دے سکتا ہے، تو اس وہم کو دور کر دیا کہ اگر رویت سے پہلے بیع کو فسخ کر دیا تو فسخ نافذ ہو جائے گا، لہٰذا رویت کے بعد بیع کی اجازت نہیں دے سکتا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ ان دیکھی چیز کی شراء عقد غیر لازم ہے اور عقد غیر لازم کو فسخ کیا جا سکتا ہے اور جب بیع فسخ ہو جائے تو اس کے بعد اس کی اجازت نہیں ہو سکتی، اسی لیے اگر رویت سے پہلے بیع کو فسخ کر دیا گیا تو فسخ نافذ ہو جائیگا بعد میں اس کی اجازت ناممکن ہوگی۔ بخلاف پہلے مسئلے کے اگر مشتری بیع کو رویت سے پہلے نافذ قرار دے دے تو بعد میں فسخ اسلئے کر سکتا ہے کہ فسخ کا خیار، رویت کے ساتھ معلق ہے کما مر پس فسخ رویت کے بعد ہی ہو سکتا ہے لہٰذا فسخ بیع رویت سے پہلے معتبر ہوگی لیکن اجازت بیع رویت سے پہلے معتبر نہ ہوگی۔

(لا لبائعہ... الخ) اگر بائع نے کوئی ایسی چیز بیچ دی جس کو اس نے ابھی تک دیکھا نہ تھا تو اس کو خیار رویت حاصل نہ ہوگا اس لیے کہ شرع میں خیار رویت مشتری کے لیے ہے بائع کے لیے نہیں۔

ویَبطُلہ وخیارَ الشرطِ تعییبُہ وتصرُّفٌ لا ینفسخُ کالاعتاقِ والتدبیرِ اویُوجبُ حقاً لغیرِہ کالبیعِ المطلقِ ای بدونِ شر طِ الخیارِ والرھنِ والاجارۃِ قبلَ الرویۃِ اوبعدَھا ای ھذہ التصرفاتُ تُبطِلُ خیارَ الرویۃِ سواءٌ کانت قبلَ الرویۃِ اوبعدَھا ومالا یُوجبُ حقاً لغیرِہ کالبیعِ بالخیارِ والمساومۃِ والھبۃِ بلاتسلیمٍ یبُطِلُ بعدَھا لا قَبلَھا لان ھذہ التصرفاتِ لاتزیدُ علی صریحِ الرضاءِ وھوانما یبُطِلُہ بعدَ الرویۃِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اما التصرفاتُ الاُوَلُ فهی اقوی لان بعضَها لایقبلُ الفسخَ وبعضَها اوجبَ حقاً لغیرِہ فلا یُمکِنُ ابطالُه .

01

ترجمہ: اور باطل کردیتا ہے خیار رویت کو اور خیار شرط کو مبیع کا عیب دار ہوجانا اور ایسا تصرف جو منسوخ نہ ہوسکے، جیسے آزاد کرنا اور مدبر بنانا، یا ایسا تصرف جو غیر کے لیے حق کو واجب کرے جیسے بیع مطلق یعنی بغیر شرط خیار کے اور رہن اور اجارہ رویت سے پہلے یا اسکے بعد یعنی یہ تصرفات باطل کردیتے ہیں خیار رویت کو، خواہ رویت سے پہلے ہوں یا رویت کے بعد ہوں، اور وہ تصرف جو غیر کے لیے حق کو واجب نہ کرے جیسے بیع خیار کے ساتھ، اور بھاؤ لگانا، اور ہبہ بغیر سپردگی کے، (ایسا تصرف) باطل کردیتا ہے (خیار رویت کو) رویت کے بعد نہ کہ پہلے، اسلئے کہ یہ تصرفات زائد نہیں ہیں صریح رضاء سے اور وہ صریح رضاء نہیں، اور وہ صریح رضاء جزیں نیست کہ باطل کردیتی ہے خیار رویت کو رویت کے بعد، بہرحال پہلی قسم کے تصرفات تو وہ اقویٰ ہیں اس لیے کہ ان کا بعض فسخ کو قبول نہیں کرتا اور ان کا بعض غیر کے لیے حق کو واجب کرتا ہے پس ان کا ابطال ممکن نہ ہوگا۔

توضیح: (ویبطلہ... الخ) : یہاں سے ان چیزوں کو بیان کرتے ہیں جو خیار رویت اور خیار شرط کو باطل کردیتی ہیں، حاصل یہ ہے کہ جب مبیع عیب دار ہوجائے تو خیار باطل ہوجائیگا اسی طرح اگر مبیع میں کوئی تصرف کیا جائے تو بھی خیار باطل ہوجائیگا، پھر تصرف کی تین قسمیں ہیں۔(۱) ایسا تصرف جس کا رفع ممکن نہ ہو یعنی ایسا تصرف جس کو بعد میں ختم نہ کیا جاسکتا ہو جیسے اعتاق، مثلاً کسی غلام کو دیکھنے سے پہلے خرید لیا پھر اس کو دیکھنے سے پہلے آزاد کردیا، اور جیسے تدبیر کہ بن دیکھے غلام خریدا اور پھر دیکھنے سے پہلے اسکو مدبر بنالیا یعنی اس کو یوں کہا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو، تو دیکھیں مشتری نے شراء کے بعد ایسا تصرف کرلیا جو ختم نہیں ہوسکتا اس لیے کہ آزاد کرنا اور مدبر بنانا ایسے تصرفات ہیں جو ختم نہیں ہوتے، کیونکہ جو آزاد ہوجائے تو وہ دوبارہ غلام نہیں بن سکتا ہے اور جس کو مدبر بنالیا جائے تو اس کی تدبیر ختم نہیں ہوسکتی۔(۲) ایسا تصرف جس کی وجہ سے غیر کا حق ثابت ہوجائے جیسے مطلق بیع کہ غلام کو دیکھنے سے پہلے خریدا اور پھر دیکھنے سے پہلے ہی اس کو بغیر خیار شرط کے بیچ دیا تو اس میں دیکھیں کہ مشتری نے مبیع میں ایسا تصرف کرلیا جس کی وجہ سے غیر کا حق ثابت ہوگیا، یعنی مشتری ثانی کا حق ملک اس کے ساتھ متعلق ہوگیا، اور جیسے رہن کہ غلام کو دیکھنے سے پہلے خرید لیا اور پھر دیکھنے سے پہلے اس کو بطور رہن کے کسی کو دے دیا تو رہن کے طور پر دینا ایسا تصرف ہے جو غیر کے حق کو واجب کرتا ہے یعنی مرتہن کے حق کو، اور جیسے اجارہ کہ دیکھنے سے پہلے کسی غلام کو خرید لیا اور پھر رویت سے پہلے ہی اس کو اجارے پر دے دیا تو اجارہ بھی ایسا تصرف ہے جو غیر یعنی مستاجر کے حق کو واجب کرتا ہے، تو ان تمام صورتوں میں ایسا تصرف پایا جاتا ہے جس میں غیر کا حق متعلق ہوجاتا ہے۔(۳) ایسا تصرف جس کیوجہ سے غیر کا حق ثابت نہ ہو، جیسے غلام کو دیکھنے سے پہلے خریدا اور پھر رویت سے پہلے اس غلام کو خیار شرط کے ساتھ بیچ دیا، اور جیسے مساومہ کہ ان دیکھے خریدے ہوئے غلام کو بیع پر پیش کردیا، اور جیسے ہبہ کہ ان دیکھا غلام خریدا اور پھر رویت سے پہلے وہ کسی کو بطور ہبہ کے دیدیا لیکن موہوب لہ نے ابھی تک قبضہ نہیں کیا۔ تو ان تمام صورتوں میں ایسا تصرف پایا جاتا ہے جس کے ساتھ غیر کا حق متعلق نہیں ہوتا۔

اگر مشتری نے ان دیکھی چیز کی شراء کے بعد پہلی دو قسم کے تصرفات میں سے کوئی تصرف کرلیا تو اس کا خیار رویت مطلقاً باطل ہوجائیگا، خواہ وہ تصرف رویت کے بعد ہو یا رویت سے پہلے ہو، جبکہ تیسری قسم کے تصرف میں خیار رویت تب باطل ہوگا جب کہ وہ تصرف اس نے رویت کے بعد کیا ہو اگر اس قسم کا تصرف اس نے رویت سے پہلے کرلیا تو خیار رویت باطل نہ ہوگا۔

(لان هذه... الخ) : یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تیسری قسم کے تصرف میں خیار، رویت سے پہلے باطل نہ ہوگا، حاصل یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

ہے کہ رویت سے پہلے مبیع پر اس قسم کا تصرف کرنا اتنا قوی نہیں ہے جتنا کہ رویت سے پہلے مبیع پر اپنی رضامندی کو صراحۃً بیان کر دینا قوی ہے، اگر مبیع پر مشتری کی صراحۃً رضامندی رویت سے پہلے پائی جائے تو اس سے اس کا خیار رویت باطل نہیں ہوتا، ہاں اگر صراحۃً رضامندی اس کی رویت کے بعد پائی جائے تب اس کا خیار باطل ہوتا ہے اور اس قسم کا تصرف تو صریح رضا سے زیادہ قوی نہیں، تو جو چیز صریح رضا سے زیادہ قوی نہ ہو اس سے تو بطریق اولی رویت سے پہلے خیار باطل نہ ہوگا۔ لہٰذا اس قسم کا تصرف اگر رویت سے پہلے ہو تو خیار باطل نہ ہوگا ہاں اگر رویت کے بعد ہو تو باطل ہو جائیگا۔

(اما التصرفات... الخ): یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پہلی دو قسموں کے تصرف میں مطلقاً خیار باطل ہو جاتا ہے، خواہ وہ تصرف رویت سے پہلے ہو یا بعد میں ہو، حاصل یہ ہے کہ پہلی دو قسموں والا تصرف قوی ہے جس کو باطل کرنا ممکن نہیں ہے جب پہلی دو قسموں کے تصرف کو باطل کرنا ممکن نہیں ہے تو بیع پختہ ہوگئی، لہٰذا خیار رویت استعمال نہیں کر سکتا۔ باقی رہی یہ بات کہ پہلی دو قسموں کا تصرف قوی کیوں ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی قسم کا تصرف ایسا ہے جس کو فسخ کرنا ممکن نہیں ہے، جیسے اعتاق اور تدبیر، اور دوسری قسم کا تصرف ایسا ہے جس میں غیر کا حق متعلق ہو جاتا ہے جیسے بیع کہ اس میں مشتری کا حق متعلق ہوتا ہے، اور اس قسم کے تصرفات قوی ہوا کرتے ہیں جن کو فسخ کرنا ممکن نہ ہو یا ان کی وجہ سے غیر کا حق متعلق ہو جائے۔ بخلاف تیسری قسم کے تصرف کے کہ اس کو ختم بھی کیا جا سکتا ہے اور اس کے ساتھ غیر کا حق بھی متعلق نہیں ہوتا لہٰذا یہ ضعیف ہے۔

والنظرُ الی وجهِ الامةِ والصبرةِ ووجهِ الدابةِ وكفلِها وظاهرِ ثوبٍ مطويٍّ غيرِ مُعلَمٍ والى موضعِ عَلَمِه مُعلَماً ونظرُ وكيلِه بالشراءِ اوبالقبضِ كافٍ لا نظرُ رسولِه الوكيلُ بالقبضِ هو الذى مَلَّكَهُ القبضَ فقال له كُن وكيلًا عَنّي بقبضِه بخلافِ الرسولِ فانه الذى امَره باداءِ الرسالةِ بالتسليمِ فالبائعُ اذا لم يُسَلِّمِ اليه لا يَملِكُ الخصومةَ بخلافِ الوكيلِ وعندهما نظرُ الوكيلِ بالقبضِ غيرُ كافٍ لانه وَكَّلَه بالقبضِ لا بالنظرِ ولا بى حنيفةَ اَن القبضَ الكاملَ بالنظرِ لِيَعلَمَ اَن هذا هو الذى اُمِرَ بقبضِه .

ترجمہ: اور باندی کے چہرے کی طرف دیکھنا اور ڈھیری کی سطح کی طرف دیکھنا، اور جانور کے چہرے اور اس کی سرین کو دیکھنا، اور اس کپڑے کے ظاہر کو دیکھنا جو لپیٹا ہوا ہو نقش ونگار والا نہ ہو، اور اسکے نقش ونگار کی جگہ کو دیکھنا درآں حالیکہ وہ نقش ونگار والا ہو اور وکیل بالشراء اور وکیل بالقبض کا دیکھنا کافی ہے نہ کہ اس کے قاصد کا دیکھنا، وکیل بالقبض وہ ہے جس کو موکل نے قبضہ کرنے کا وکیل بنایا ہو پس اسے کہا ہو: تو وکیل بن جا میری طرف سے اس مبیع پر قبضے کا، بخلاف قاصد کے کہ وہ، وہ ہوتا ہے جس کو موکل نے امر کیا ہو بائع کو مبیع کی سپردگی کا پیغام پہنچانے کا، پس بائع اگر اس کو مبیع حوالے نہ کرے تو یہ خصومت کا مالک نہ ہوگا بخلاف وکیل کے، اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبض کی نظر کافی نہیں اس لیے کہ موکل نے اس کو قبضہ کا وکیل بنایا ہے نہ کہ نظر کا، اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ قبض کامل نظر کے ساتھ ہوگی تا کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ یہی وہ شے ہے جس پر قبضہ کرنیکا وکیل کو امر کیا گیا ہے۔

توضیح: (والنظر... الخ): باندی کو اگر دیکھنے سے پہلے خریدا تو خیار رویت فقط چہرے کے دیکھنے سے باطل ہو جائیگا، اس لئے کہ آدمی میں فقط چہرہ مقصود ہوا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ چہرے کے تفاوت سے قیمت مختلف ہوتی ہے۔

اور اگر غلہ کی ڈھیری رویت سے پہلے خرید لی تو اس ڈھیری کی سطح کی طرف دیکھنے سے خیار ختم ہو جائیگا، اس لیے کہ اس کی سطح کو دیکھنے سے باقی ماندہ غلہ کا وصف معلوم ہو جاتا ہے، کیونکہ اسی سطح کو نمونہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، اور اگر جانور رویت سے پہلے خریدا تو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

اس کے چہرے اور سرین کی طرف سے دیکھنے سے خیار ختم ہوگا اس لیے کہ جانور میں چہرہ اور سرین مقصود ہوا کرتے ہیں، لہٰذا ان کی رویت کا اعتبار ہوگا، اور اگر کپڑا لپٹا ہوا خریدا تو وہ اگر نقش ونگار والا نہ ہو تو اس کے ظاہر کو اگر خریدنے سے پہلے دیکھ لے تو اس کو خیار رویت حاصل نہ ہوگا اور اگر نقش نگار والا ہے تو شراء سے پہلے اگر اس کی نقش ونگار والی جگہ دیکھ لی تو خیار رویت حاصل نہ ہوگا۔

(ونظر... الخ) : کسی نے دوسرے کو شراء کا وکیل بنایا کہ میرے لیے یہ شے خریدو، اور پھر وکیل نے مبیع کو دیکھ لیا تو یہ نظر کافی ہوجائیگی لہٰذا بعد میں موکل کو خیار رویت حاصل نہ ہوگا، اس طرح اگر مشتری نے رویت سے پہلے کسی شے کو خریدا پھر کسی کو وکیل بنایا کہ جاکر میری طرف سے مبیع پر قبضہ کرلے اور اس وکیل نے مبیع کو دیکھ لیا تو یہ نظر کافی ہوجائیگی لہٰذا بعد میں موکل یعنی مشتری کو خیار رویت حاصل نہ ہوگا۔ لیکن اگر مشتری نے کسی کو قاصد بنایا کہ جاکر بائع کو پیغام دے دے کہ وہ مبیع سپرد کردے اور پھر اس قاصد نے مبیع کو دیکھ لیا تو یہ نظر کافی نہ ہوگی لہٰذا بعد میں مشتری یعنی موکل کو خیار رویت حاصل ہوگا۔

(الوکیل... الخ): یہ **وکیل بالقبض** اور رسول کی تعریف ہے، **وکیل بالقبض** وہ ہے جسکو مشتری اس بات کا مالک بنائے کہ جاکر بائع سے مبیع پر قبضہ کرلے پس مشتری اس کو یوں کہے: **کن وکیلاعنی بقبض المبیع** کہ میری طرف سے مبیع پر قبضہ کے وکیل بن جاؤ۔ اور رسول وہ ہے جس کو مشتری یہ امر کرے کہ بائع کو یہ پیغام پہنچادو کہ وہ مبیع حوالے کردے، رسول اور **وکیل بالقبض** میں فرق یہ ہے کہ رسول کو اگر بائع مبیع حوالے نہیں کرتا تو رسول بائع سے خصومت نہیں کرسکتا اور **وکیل بالقبض** خصومت کرسکتا ہے مطلقاً۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ جس طرح رسول کی نظر کافی نہیں ہوتی **وکیل بالقبض** کی نظر بھی کافی نہیں ہوتی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ وکیل صرف اس چیز کا مالک ہوتا ہے جس کا موکل اس کو وکیل بنائے اور موکل نے یہاں اس کو فقط قبضہ کا وکیل بنایا ہے نہ کہ نظر کا۔ اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ قبض کی دو قسمیں ہیں، قبض کامل اور قبض ناقص۔ قبض کامل یہ ہے کہ مقبوض کو دیکھتے ہوئے قبضہ کیا جائے اور قبض ناقص یہ ہے کہ قبضہ کیا جائے اس حال میں کہ مقبوض مستور اور پوشیدہ ہو، موکل ان قسموں کا مالک ہوتا ہے یعنی وہ قبض کامل بھی کرسکتا ہے اور قبض ناقص بھی کرسکتا ہے، لہٰذا اس کا وکیل بھی قبضہ کی ان دونوں قسموں کا مالک ہوگا۔ پس موکل اگر مقبوض کو دیکھتے ہوئے قبضہ کرتا تو اس کا خیار رویت ساقط ہوجاتا اسی طرح **وکیل بالقبض** بھی اگر مقبوض کو دیکھتے ہوئے قبضہ کرے تو خیار رویت ساقط ہوجائیگا، پس **وکیل بالقبض** کی نظر کافی ہوجائیگی، باقی رہی یہ بات کہ مقبوض کو دیکھتے ہوئے قبضہ کرنا قبض کامل کیوں ہے؟ تو وہ اس لیے تاکہ وکیل کو یہ بات معلوم ہوجائے کہ جس پر میں قبضہ کررہا ہوں یہ وہی چیز ہے جس پر قبضہ کرنے کا مجھے امر کیا گیا ہے۔

وشرطُ رويةِ داخلِ الدارِ اليومَ انما قال اليومَ لان الروايةَ انه اذا راى حيطانَ الدارِ واشجارَ البستانِ من خارجٍ كانَ كافيًاوذالک لان دُوَرَهم وبساتينَهم لم تكن متفاوتةً فرويةُ الخارجِ كانت مُغنيةً عن رويةِ الداخلِ اما الآنَ فالتفاوتُ فاحشٌ فلا بد من رويةِ الداخلِ .

ترجمہ: اور مشروط ہے دار کے اندر کے حصے کو دیکھنا آج کے زمانے میں، جزیں نیست کہ مصنف نے الیوم کہا اس لیے کہ نقل یہ کیا گیا ہے کہ اگر مشتری دار کی دیواروں اور باغ کے درختوں کو باہر سے دیکھ لے تو کافی ہوگا، اور یہ اس لیے کہ ان کے گھر اور باغات متفاوت نہیں ہوتے تھے پس باہر سے دیکھنا مستغنی کردیتا تھا اندر کے دیکھنے سے، لیکن اب بہت زیادہ تفاوت ہے لہٰذا ضروری ہے اندر سے دیکھنا۔

توضیح: (وشرط... الخ): آجکل کے زمانے میں اگر کسی نے دار خریدا تو خیار رویت کے باطل ہونے کے لیے شرط یہ ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ مشتری اس دار کے داخل یعنی اندر کے حصے کو دیکھے، پس اگر دار کو خارج سے دیکھا یعنی باہر سے اس کا نظارہ کیا اور اندر سے ابھی تک نہیں دیکھا پھر اس کو خرید لیا تو اس کو خیار رویت حاصل ہوگا۔

01

(انما قال... الخ): یہ الیوم کے فائدے کا بیان ہے کہ الیوم اس لیے کہا کہ مسئلہ یہ نقل کیا گیا ہے کہ شراء سے پہلے گھر کی دیواروں یا باغ کے درختوں کو باہر سے دیکھ لے تو یہ کافی ہے لہٰذا اندر سے دیکھنے کے بعد اس کو مبیع واپس کرنے کا خیار حاصل نہ ہوگا تو یہ حکم زمانہ قدیم کا ہے پہلے زمانے میں لوگوں کے گھر اور باغات ایک جیسے ہوتے تھے تفاوت نہیں ہوتا تھا، لہٰذا باہر سے دیکھ لینا بھی کافی ہوتا تھا، لیکن آج کل کے زمانے میں تو تفاوت فاحش پایا جاتا ہے لہٰذا اندر سے دیکھنا بھی ضروری ہے جب تک اندر سے نہیں دیکھا خیار باطل نہ ہوگا۔

وبیعُ الاعمی وشراءُ ہ صح وله الخیارُ مشترياً ویسقُطُ بمسِه المبیعَ وشمِه وذوقِه ای بمسِه فیما یُدرَکُ بالمسِ وبشمِه فیما یُدرَکُ بالشمِّ وبذوقِه فیما یُدرَکُ بالذوقِ وبوصفِ العقارِ ولا اعتبارَ لوقوفِه فی مکانٍ لو کان بصیرًا لراه کما هو قولُ ابی یوسفؒ .

ترجمہ: اور نابینا کا بیچنا اور اس کا خریدنا صحیح ہے، اور اس کو خیار ہوگا درآں حالیکہ وہ خریدنے والا ہو اور اس کا خیار ساقط ہو جائیگا اسکے مبیع کو چھونے کے ساتھ، اور اسے سونگھنے کے ساتھ، اور اسے چکھنے کیساتھ، یعنی اس کے چھونے کے ساتھ ان چیزوں میں جو چھونے سے معلوم ہو جاتی ہیں، اور اس کے سونگھنے کے ساتھ ان چیزوں میں جو سونگھنے سے معلوم ہوتی ہیں، اور اس کے چکھنے کے ساتھ ان چیزوں میں جو چکھنے سے معلوم ہو جاتی ہیں، اور زمین کا وصف بیان کرنے کے ساتھ اور کوئی اعتبار نہیں اس کے کسی ایسے مکان میں کھڑے ہونے کا کہ اگر وہ نابینا دیکھنے والا ہوتا تو اسے دیکھ لیتا جیسا کہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے۔

توضیح: (وبیع الاعمی... الخ): نابینا کی شراء اور بیع جائز ہے اور شراء کی صورت میں اس کو خیار حاصل ہوگا اس لیے کہ اس نے ایسی چیز خریدی جس کو اس نے دیکھا نہیں، باقی رہی یہ بات کہ اس کا خیار کیسے ساقط ہوگا؟ تو وہ اس طرح کہ مبیع کو دیکھیں گے اگر وہ چھونے کے ساتھ معلوم ہو جاتی ہے تو اس کا خیار چھونے کے ساتھ ساقط ہوگا، اور اگر وہ سونگھنے یا چکھنے کے ذریعے معلوم ہوتی ہے تو اس کا خیار سونگھنے یا چکھنے سے ساقط ہوگا۔

اور اگر اعمی نے زمین خریدی تو اس کا خیار اس وقت ساقط ہوگا جب کہ اس کے سامنے زمین کا وصف بیان کر دیا جائے۔

(ولا اعتبار.. الخ): امام ابو یوسف ؒ فرماتے ہیں کہ اعمیٰ اگر زمین خرید لے تو اس کا خیار اس وقت ساقط ہوگا جب کہ اس کو ایسے مکان میں کھڑا کیا جائے کہ اگر وہ بینا ہوتا تو اس مکان سے وہ زمین دیکھ لیتا، شارح نے اس پر رد کر دیا کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں اس لیے کہ اگرچہ یہ اس حدیث فله الخیار اذا راٰه پر ایک گونہ عمل ہے لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

ومن رای احدَ الثوبینِ ثم شراهُما ثم رای الآخَرَ فله رَدُّهُما لا رَدُّ الآخَرِ وحدَه لِئَلا یلزمَ تفریقُ الصفقةِ قبلَ التمامِ ومن رای شیئًا ثم شَراه خُیِّرَ اِن وَجدَه متغیراً والا لا والقولُ للبائعِ فی عدمِ تغیُّرِه وللمشتری فی عدمِ رویتِه ای اذا اشتری شیئاً قدراه فقال البائعُ :انه لم یتغیّر حتی لا یکونَ لک الخیارُ فالقولُ للبائعِ معَ حلفِه ولو قالَ المشتری لَم اَرَه وَلِی الخیارُ فالقولُ للمشتری مع الحلفِ .

ترجمہ: اور جس نے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑے کو دیکھا پھر ان دونوں کو خرید لیا، پھر دوسرے کپڑے کو دیکھ لیا تو اس کے لیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جائز ہے ان دونوں کو واپس کرنا نہ کہ فقط دوسرے کو واپس کرنا، تا کہ عقد کے تام ہونے سے پہلے سودے کا متفرق ہونا لازم نہ آئے۔ اور جس نے کوئی چیز دیکھی پھر اس کو خرید لیا تو اس کو خیار ہوگا اگر اسے تبدیل پائے ورنہ نہیں، اور بات بائع کی معتبر ہوگی اس کے تبدیل نہ ہونے میں، اور مشتری کی معتبر ہوگی اسکے نہ دیکھنے میں، یعنی اگر کوئی ایسی شے خریدی جس کو دیکھ چکا تھا پھر بائع نے کہا کہ یہ تبدیل نہیں ہوئی حتی کہ تیرے لیے خیار نہیں ہے تو بائع کا قول معتبر ہوگا اس کی قسم کے ساتھ، اور اگر مشتری نے کہا کہ میں نے اسے دیکھا نہیں تھا اور مجھے خیار ہے، تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اس کی قسم کے ساتھ۔

توضیح: (ومن رای... الخ): اگر کسی نے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا دیکھا پھر دونوں کو خرید لیا پھر دوسرے کپڑے کو بھی دیکھ لیا تو وہ اگر پسند نہیں ہے تو مشتری چاہے تو دونوں کپڑے واپس کرے اور چاہے تو دونوں کو اپنے پاس رکھے۔ ایسا نہیں کر سکتا کہ ایک کپڑا واپس کرے اور ایک کپڑا اپنے پاس رکھے، تو یہاں دو دعوے ہیں، ایک یہ ہے کہ اس کو خیار رویت حاصل ہے اور دوسرا دعوی یہ ہے کہ ایسا نہیں کر سکتا کہ دوسرا کپڑا واپس کرے اور پہلا نہ کرے۔ پہلے دعوی کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے کپڑے کو اس نے دیکھا نہیں تھا لہٰذا اس کی شراء قبل از رویت ہوئی، پس خیار رویت حاصل ہوگا، اور دوسرے دعوی کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ ایک کپڑا واپس کرے اور دونوں واپس نہ کرے تو عقد کے تام ہونے سے پہلے سودے کا متفرق ہونا لازم آئیگا جو کہ درست نہیں ہے، باقی سودے کا متفرق ہونا اس طرح لازم آتا ہے کہ ابھی تک صفقہ یعنی سودا تام نہیں ہوا تھا، کیونکہ خیار رویت مشتری کو حاصل تھا اور خیار رویت کے ساتھ صفقہ تام نہیں ہوتا تو اگر ایک کپڑے کی واپسی ہو دوسرے کی نہ ہو تو صفقہ کے تام ہونے سے پہلے بائع پر سودا متفرق ہو جائیگا کہ ایک کپڑا تو اس کو مل جائیگا اور دوسرا نہیں ملے گا۔

(ومن رای... الخ): اگر کسی نے ایک چیز کو دیکھا پھر اس کو ایک مدت کے بعد خرید لیا تو مشتری کو خیار رویت حاصل ہوگا یا نہیں؟ تو اسمیں دیکھیں گے کہ وہ چیز اس مدت میں متغیر ہوئی ہے یا نہیں، اگر متغیر ہوئی ہے پھر تو مشتری کو خیار رویت حاصل ہوگا، اور اگر متغیر نہ ہوئی تو پھر خیار حاصل نہ ہوگا۔ عدم تغیر کی حالت میں اس کو خیار اس لیے حاصل نہ ہوگا کہ چونکہ پہلے سے مبیع کو دیکھ چکا ہے تو اس کو مبیع کے اوصاف کا علم ہے اور خیار رویت اس وقت حاصل ہوتا ہے جب مبیع کے اوصاف کا علم نہ ہو، اور تغیر کی صورت میں خیار اس لیے حاصل ہوگا کہ جب مبیع میں اس مدت کے دوران تغیر پیدا ہو گیا ہے تو گویا اوصاف تبدیل ہو گئے لہٰذا رویت سابقہ سے مبیع کے موجودہ اوصاف کا علم مشتری کو نہیں ہے، اس لیے اس کو اب خیار رویت حاصل ہوگا۔

(والقول... الخ): اگر کسی نے کوئی شے دیکھی پھر ایک مدت کے بعد اس کو خرید لیا اور دعوی کیا کہ یہ شے اس مدت کے دوران متغیر ہو چکی ہے، لہٰذا مجھے خیار رویت حاصل ہے، جبکہ بائع کہتا ہے کہ اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا پس تمہیں کوئی خیار حاصل نہ ہوگا، تو اس میں بائع کی بات معتبر ہوگی اسلئے کہ تغیر ایک ایسا امر حادث ہے، یعنی ایسا امر ہے جو بعد میں پیدا ہوا ہوگا پہلے سے نہیں تھا، اس تغیر کا مشتری مدعی ہے اور بائع اسکا انکار کرتا ہے اور قول منکر کا معتبر ہوتا ہے، لہٰذا بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر مشتری نے خریدنے کے بعد کہا: میں نے اس مبیع کو پہلے نہیں دیکھا تھا لہٰذا مجھے خیار رویت حاصل ہے، جبکہ بائع کہتا ہے کہ تم نے اسکو پہلے دیکھا تھا پس تمہیں کوئی خیار نہیں ہے، تو اس میں مشتری کی بات معتبر ہوگی جب وہ قسم اٹھالے، اسلئے کہ مشتری کا پہلے سے اس مبیع کو دیکھنا ایک امر حادث ہے، بائع جس کا مدعی ہے اور مشتری منکر ہے اور قول منکر کا معتبر ہوتا ہے۔ اسلئے مشتری کی بات مانی جائیگی۔

ولو اشترى عِدلَ زِطٍّي وقَبضَه فباعَ منه ثوباً اووَهَب وسلَّم لَم يَرُدُّه بخيارِ رويةٍ اوشرطٍ بل بعيبٍ. الزطُّ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جيلٌ من الناسِ فی سوادِ العراقِ والثوبُ الزطیُّ یُنسَبُ الیهم والاصلُ فیه ان رَدَّ البعضِ یُوجِبُ تفریقَ الصفقةِ وهوقبلَ التمامِ لا یجوُزوبعدَ التمامِ یجوزُ ثم خیارُ الشرطِ والرویةِ یمنعانِ تما مَ الصفقةِ وخیارُ العیبِ یمنعُه قبلَ القبضِ لا بعدَه وهذا لانه اذا شُرِطَ الخیارُ لاحَدِهما لم یَتَحَقَّقِ الرضاءُ الکاملُ وکذا اذا لم یرَ المشتری مشتَرَاه واما اذالم یُشتَرَطِ الخیارُ اوشُرِطَ الخیارُ فاجازَ من لَه الخیارُ اوالمشتری قد رای المبیعَ فَرَضِیَ به فبعدَ ذالکَ ان قَبَضَ فقد تَمَّ الصفقةُ لحصولِ الرضاءِ الکاملِ لکن مع ذالک یُمکنُ ان یکونَ المبیعُ معیبًا والمشتری لا یرضٰی به فیفسَخ ُالعقدَ فذالک امرٌ متوهمٌ فلا یمنعُ تما مَ الصفقةِ وان لم یَقبِضِ المبیعَ فالبیعُفی معرضِ الفسخ ِبان یَهلِکَ فی یدِ البائعِ فیرتفعُ العقدُ فاذا اجتمعَ الامران ای عدمُ القبضِ ووجودُ العیبِ فیَتقَوّٰی احدُهُما بالآخَرِ فلا یَتِمُّ الصفقةُ ویظهرُ هذا فی المسئلةِ التی تَاتی وهی قولُه ولوِ اشتری عبدینِ صفقةً وقبضَ احدَهَما وَوَجَد به او بالآخَرِ عیباً .

ترجمہ: اوراگرزطی کپڑے کاایک گٹھڑخریدااوراس پرقبضہ کرلیا، پھراس سےایک کپڑانیچ دیایاہبہ کردیااوراسکوسپردکردیاتواس گٹھڑ کوواپس نہیں کریگاخیارِرویت یاخیارشرط کی وجہ سے، بلکہ عیب کی وجہ سے(واپس کرسکتاہے)زطلوگوں کاایک قبیلہ ہےسوادعراق میں، اورزطی کپڑاان کی طرف منسوب ہے،اس میں اصل یہ ہے کہ بعض واپس کرنا تفریق صفقہ کوواجب کرتاہےاوروہ (تفریق) عقد کے تام ہونے سے پہلے جائزنہیں اورتام ہونے کے بعد جائزہے، پھرخیارشرط اورخیارِرویت مانع ہوتے ہیں عقد کے تام ہونے سے قبضہ سے پہلے نہ کہ اس کے بعد،اور یہ اسلئے کہ جب خیار کی شرط لگائی گئی ان میں سے کسی ایک کے لیےتو رضاء کامل متحقق نہ ہوئی،اوراسی طرح (حال ہے) جبکہ مشتری نے اپنی خریدی ہوئی چیز کودیکھانہ ہو،لیکن اگرخیار کی شرط نہ لگائی جائے یاخیار کی شرط لگادی جائے پھر من له الخیار بیع کوجائزقراردے دے، یامشتری نےمبیع کودیکھاہوپھراس پرراضی ہوگیاہوپھراس کے بعداگرقبضہ کرے توتحقیق سودا تام ہوجائے گارضاءکامل کے حاصل ہونے کی وجہ سے،لیکن اس کے ساتھ یہ ممکن ہے کہ مبیع عیب دارہواورمشتری اس پرراضی نہ ہوپس عقدفسخ ہوجائےتو یہ ایک امرموہوم ہے،پس یہ سودے کے تام ہونے سے مانع نہ ہوگا،اوراگرمبیع پر قبضہ نہیں کیاتو بیع معرض فسخ میں ہو گی (فسخ کے قریب ہوگی) بایں طور کہ مبیع بائع کے قبضہ میں ہلاک ہوجائے پس عقدختم ہوجائے، پس جب دوامرجمع ہوگئے یعنی قبضہ کانہ ہونااورعیب کاپایاجاناتوان میں سےایک دوسرے کی وجہ سےقوت حاصل کریگا،لہٰذاسودا تام نہ ہوگا،اور یہ بات اس مسئلے میں ظاہرہوگی جوآگےآرہاہے،اوروہ مسئلہ مصنف کا یہ قول ''ولواشتری ...الخ'' ہے۔

توضیح: (ولواشتری... الخ): الزط سوادعراق میں لوگوں کاایک قبیلہ ہے،اورثوب زطی (زطی کپڑا) ان لوگوں کی طرف منسوب کپڑے کوکہتے ہیں۔مسئلہ یہ ہے کہ اگرکسی نے بن دیکھے زطی کپڑے کاایک تھان خریدااوراسپر قبضہ کرلیا، پھراسمیں ایک کپڑانیچ دیا، یاہبہ کرکے موهوب لهکودےدیااب باقی ماندہ کپڑے میں خیارِرویت استعمال کرتے ہوئے وہ واپس نہیں کرسکتا،اسی طرح اگر یہی کپڑے کاتھان خیارشرط کےساتھ خریدا پھراس میں ایک کپڑانیچ دیایاہبہ کرکے موهوب له کے قبضہ میں دےدیاتواب خیارشرط استعمال کرتے ہوئے باقی ماندہ کپڑاواپس نہیں کرسکتا۔اوراگرصورت مذکورہ میں بعض کپڑے کی بیع کرنے کے بعدیاہبہ اور موهوب له کے قبضے کے بعداس کوباقی ماندہ کپڑے میں عیب نظرآگیاتواب خیارعیب استعمال کرتے ہوئے کپڑاواپس کرسکتاہے۔

(والاصل... الخ): یہ اس مسئلے کی اصل اوردلیل کابیان ہے جس کوسمجھنے سے پہلے چندباتیں جاننی چاہئیں۔پہلی بات یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے کہ ان تینوں مسائل میں اگر مشتری کپڑا واپس کرے تو بعض کپڑے کی واپسی متصور ہے کل کپڑے کی واپسی ممکن نہیں اس لیے ایک کپڑے کے ساتھ تو مشتری ثانی یا موھوب لہ کا حق متعلق ہو چکا ہے لہٰذا موہوب لہ اور مشتری ثانی والے کپڑے کو مشتری واپس نہیں کرسکتا صرف بعض کپڑا واپس کریگا اور بعض کی واپسی ہوگی تو بائع پر تفرق صفقہ ہوگا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ تفرق صفقہ کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ وہ عقد کے تام ہونے کے بعد تو جائز ہوتا ہے، عقد کے تام ہونے سے پہلے جائز نہیں ہوتا۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ خیار شرط اور خیار رویت عقد کے تام ہونے سے مانع ہیں، یعنی ان دونوں خیاروں کے ہوتے ہوئے عقد تام نہیں ہوسکتا اور خیار عیب عقد کے تام ہونے سے اس وقت مانع ہوتا ہے جب مبیع پر قبضہ نہ کیا گیا، ہو اور اگر مبیع پر قبضہ ہو جائے تو خیار عیب عقد کے تام ہونے سے مانع نہیں ہوتا بلکہ عقد تام ہو جاتا ہے۔

اب دلیل کا حاصل یہ ہے کہ خیار شرط اور خیار رویت والی صورت میں باقی ماندہ کپڑے کی واپسی اسلئے جائز نہیں ہے کہ اس صورت میں تفرق صفقہ عقد کے تام ہونے سے پہلے لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں، اور خیار عیب کی صورت میں بعض کپڑے کی واپسی اس لیے جائز ہے کہ اس صورت میں عقد کے تام ہونے کے بعد بائع پر تفرق صفقہ لازم آرہا ہے جو کہ جائز ہے۔

(وھذا... الخ): یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خیار شرط اور خیار رویت عقد کے تام ہونے سے مانع ہوتے ہیں حاصل یہ ہے کہ عقد اس وقت تام ہوتا ہے جب بائع اور مشتری کی طرف سے رضاء کامل ہو اور رضاء کامل اس وقت حاصل نہیں ہوسکتی جب عاقدین میں سے کوئی ایک خیار کی شرط لگائے، اس طرح اس وقت بھی رضاء کامل نہیں ہوسکتی جب مشتری نے ابھی تک مبیع کو دیکھا نہ ہو اور اگر کسی نے خیار کی شرط نہ لگائی یا کسی نے خیار کی شرط لگائی لیکن من له الخیار نے بیع کو نافذ قرار دے دیا، یا مشتری نے مبیع کو دیکھا اور پھر اس پر راضی ہو گیا اور پھر بعد میں اس پر قبضہ بھی کرلیا تو اب عقد تام ہو جائیگا اس لیے کہ رضاء کامل پائی گئی ہے۔

(لکن مع... الخ): یہ ایک سوال کا جواب ہے، سوال کی تقریر یہ ہے کہ مناسب یہ ہے کہ خیار عیب مبیع پر قبضہ کے بعد بھی عقد کے تام ہونے سے مانع ہو، اس لیے کہ ہوسکتا ہے مبیع عیب دار ہو اور مشتری اس پر راضی نہ ہو پھر وہ عقد کو فسخ کرے تو دیکھیں اس صورت میں وہ بیع پر راضی نہ ہوگا لہٰذا عقد تام نہ ہونا چاہیے؟ تو اس کا جواب دیا، حاصل یہ ہے کہ یہ امر موہوم ہے کہ ہوسکتا ہے کہ مبیع عیب دار ہو اور مشتری اس پر راضی نہ ہو، لہٰذا اسکا اعتبار نہ ہوگا اور قبضہ مبیع کے بعد خیار عیب عقد کے تام ہونے سے مانع نہ ہوگا۔

(وان تم... الخ): یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خیار عیب اس وقت عقد کے تام ہونے سے مانع ہوتا ہے جب کہ مبیع پر ابھی تک قبضہ نہ کیا گیا، ہو حاصل یہ ہے کہ جب تک مبیع پر مشتری نے قبضہ نہ کیا ہو تو مبیع معرض فسخ میں ہوتی ہے کہ ہوسکتا ہے مبیع بائع کے پاس سے ہلاک ہو جائے اور عقد ختم ہو جائے، تو اب امرین جمع ہو گئے ایک مبیع پر مشتری کے قبضہ کا نہ ہونا اور دوسرا اس میں عیب کا پایا جانا، لہٰذا یہ ایک دوسرے سے قوت حاصل کریں گے تو صفقہ تام نہ ہو سکے گا۔

(ویظھر... الخ): یہ ایک فائدے کا بیان ہے کہ عدم تمام صفقہ آنے والے مسئلے میں ظاہر ہوگا جس کو ولو اشتری... الخ سے بیان کریں گے جو فصل فی خیار العیب میں آرہا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

﴿فصل فی خیار العیب﴾

وَ لمشترٍ وجدَ بمَشرِیّهِ عیبًا نَقَصَ ثمنَه عند التجارِ ردُّه اواَخذَه بکلِ ثمنِه لا اِمسَاکُه واَخذُنُقصانِه . "رَدُّه مبتداٌ" و"لِمشترٍ" خبرُه و"نقصَ ثمنَه" صفةُ العیبِ. والاباقُ ولو الی مادونَ سفرٍ والبولُ فی الفراشِ وسرقةُ صغیرٍ یعقلُ عیبٌ انماقال یعقلُ لان سرقةَ صغیرٍ لا یعقلُ لیس بعیبٍ وبالغٍ عیبٌ آخَرُعطفٌ علی معمولَی عاملینِ مختلفینِ والمجرورُ مقدمٌ فلو سَرقَ عندَهما ای عند البائعِ والمشتری فی صغرِه ای فی صغرِه معَ العقلِ رَدَّه وِان حَدَثَ عنده فی صغرِه وعند مشترِیه فی کبرِه لا وجنونُ الصغیرِ عیبٌ ابداً فیَرُدُّ من جُنَّ فی صغرِه عنده ثم عند مُشتَریه فیه او فی کبرِه والبُخرُ والذفرُ والزنا والتولدُ منه عیبٌ فیها لا فیه والکفرُ عیبٌ فیهما والاستحاضةُ وارتفاعُ حیضِ بنتِ سبعةَ عشرةَ سنةًلا اقلَّ عیبٌ .

ترجمہ: اوراس مشتری کے لیے جواپنی خریدی ہوئی چیز میں ایسا عیب پائے جواس کے ثمن کوکم کردے تجار کے نزدیک، جائز ہے اس کوواپس کرنا یااس کو لینا پورے ثمن کے ساتھ، نہ کہ اس کو روکنا اوراس کا نقصان لینا،" ردہ "مبتدا ہے اور" ولمشتر "اسکی خبر ہے اور نقص ثمنہ،عیباً کی صفت ہے،اور بھاگ جانا اگر چہ سفر کی مسافت سے کم تک ہو،اور بستر میں پیشاب کرنا اور ایسے چھوٹے کی چوری جو سمجھدار ہو،عیب ہے، جزیں نیست کہ مصنف نے"یعقل" کہا اس لیے کہ ایسے چھوٹے بچے کی چوری جو سمجھدار نہ ہو،عیب نہیں ہے،اور بالغ کی چوری دوسرا عیب ہے، یہ عطف ہے دومختلف عاملوں کے دومعمولوں پر اور مجرور مقدم ہے، پس اگر اس نے چوری کی ان دونوں کے پاس یعنی بائع اور مشتری کے پاس اپنے بچپن میں یعنی اپنے بچپن میں عقل کے ساتھ تو اسکو واپس کردے،اور اگر چوری ہوئی بائع کے پاس اس کے بچپن میں اور مشتری کے پاس اس کے بالغ ہونے کی حالت میں تو یہ عیب نہیں،اور چھوٹے بچے کا جنون عیب ہے ہمیشہ، پس لوٹادیا جائیگا اس غلام کو جس کو جنوں ہوا اپنے بچپن میں بائع کے پاس پھر مشتری کے پاس بچپن میں یا اس کے بالغ ہونے کی حالت میں،اور منہ سے بدبو کا آنا اور بغلوں سے بدبو کا آنا اور زنا اور ولدزنا ہونا عیب ہے باندی میں نہ کہ غلام میں،اور کفران دونوں میں عیب ہے اور استحاضہ اور حیض کا منقطع ہوجانا سترہ سال کی لڑکی میں نہ کہ اس سے کم عمر کی لڑکی میں،عیب ہے۔

توضیح: (ولمشتر... الخ): جس چیز کی وجہ سے تجار کے ہاں ثمن میں کمی ہوجائے وہ عیب ہے۔اگر کسی نے کوئی چیز خریدی اوراس میں عیب نکل آیا تو چاہے تو اسکو واپس کرے اور چاہے تو کل ثمن ادا کر کے مبیع اپنے پاس رکھے۔ایسا نہیں ہوسکتا کہ مبیع کو اپنے پاس روکے اور بائع سے نقصان لے لے،مثلاً غیر معیب ہونے کی حالت میں اس مبیع کی قیمت ہزار درہم ہے اور عیب دار ہونے کی حالت میں اس کی قیمت آٹھ سو درہم ہے تو مشتری ایسا نہ کرے کہ اس عیب دار مبیع کو اپنے پاس روکے رکھے اور بائع سے دوسو کا مطالبہ کرے۔

(رد ... الخ): یہ ترکیب کا بیان ہے کہ رد "مبتدا" موخر ہے اور" ولمشتر" خبر مقدم ہے اور"نقص ثمنہ" یہ عیباً کی صفت ہے۔

(والاباق... الخ): غلام میں اگر بھگوڑا ہونے کی صفت پائی جاتی ہے تو یہ عیب ہے،اگر چہ اس کا بھاگنا مادون سفر تک ہو،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یعنی اس کی عادت ہو کہ تین دن کی مسافت سے کم فاصلے تک بھاگ جاتا ہے تو یہ عیب اس لیے ہے کہ اس صورت میں مولی کے منافع فوت ہو جاتے ہیں یعنی جتنے دن وہ غلام غائب رہا اتنے دن مالک اس غلام سے نفع حاصل نہیں کر سکتا، اس طرح بستر پر پیشاب کرنا یہ بھی عیب ہے اور چھوٹے بچے کا چوری کرنا بھی عیب ہے جبکہ بچہ سمجھدار ہو، یہ عیب اس لیے ہے کہ انسان چور کی وجہ سے اپنے مال پر پُر امن نہیں رہ سکتا۔

(انما قال... الخ): یہ یعقل کی قید کے فائدے کو بیان کرتے ہیں کہ یعقل اس لیے کہا تا کہ اس بچے سے احتراز ہو جائے جو کہ سمجھدار نہ ہو اس کی چوری عیب نہیں سمجھی جاتی۔

(وبالغ... الخ): بالغ میں چوری دوسرا عیب ہے۔ یعنی اس عیب کا عین نہیں جو بچپن کی چوری کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔

(عطف... الخ) یہ قاعدہ نحویہ کے مطابق عبارت کے تطابق کا بیان ہے کہ یہاں دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو لفظوں کا عطف کیا گیا ہے اور مجرور مقدم ہے اور اس قسم کی ترکیب جائز ہوتی ہے، وہ اس طرح کہ یہاں دو مختلف عامل ہیں 🗁سرقۃ 🗎ابتداء ان کے دو معمول ہیں 🗁صغیر، یہ سرقۃ کا معمول ہے 🗎عیب، یہ ابتدا کا معمول ہے، اب دو معمولوں پر دو لفظوں کا عطف ہے 🗁بالغ، اس کا عطف صغیر پر ہے 🗎عیب آخر، اس کا عطف عیب پر ہے اور مجرور جو کہ بالغ ہے وہ مقدم ہے، پس یہاں دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو لفظوں کا عطف ہے۔

(فلو سرق... الخ): یہ ماقبل پر تفریع ہے کہ چونکہ بالغ میں چوری دوسرا عیب ہے، یہ وہی عیب نہیں جو کہ اس کے بچپن کی چوری کی صورت میں ظاہر ہوا تھا اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اگر بائع اور مشتری کے پاس اس نے بچپن میں چوری کی یعنی بائع کے پاس اس نے بچپن میں چوری کی اور مشتری کے پاس جانے کے بعد بلوغ سے پہلے اس نے پھر چوری کی تو مشتری اس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر بائع کے پاس اس نے بچپن میں چوری کی اور مشتری کے پاس اس نے بالغ ہونے کے بعد چوری کی تو اب مشتری اس کو واپس نہیں کر سکتا، اسکے بعد مشتری مبیع کو عیب کی وجہ سے اس وقت واپس کر سکتا ہے جبکہ وہ عیب بائع کے پاس سے چلا آ رہا ہو اور یہاں ایسا نہیں ہے، اسلئے کہ مشتری کے پاس تو اس نے چوری بالغ ہونے کے بعد کی اور بائع کے پاس اس نے چوری بچپن میں کی تھی اور بلوغت کے بعد کی چوری وہ عیب نہیں جو بائع کے پاس سے ہو بلکہ یہ عیب جدید ہے جو مشتری کے پاس پیدا ہوا، کیونکہ بچپن کی چوری قلت مبالات یعنی لا ابالی پن کی وجہ سے ہوتی ہے اور بلوغت کے بعد کی چوری خبث باطن کی وجہ سے ہوتی ہے۔ البتہ دونوں چوریاں یعنی بائع کے پاس چوری اور مشتری کے قبضہ میں چوری اگر بچپن میں ہوں تو مشتری اس کو واپس اس لیے کر سکتا ہے کہ اب دونوں چوریوں کا سبب متحد ہے یعنی قلت مبالات۔

(وجنون... الخ): چھوٹے بچے کا جنون ہمیشہ عیب رہے گا لہٰذا صغیر کو اگر جنون بائع کے پاس لاحق ہوا پھر مشتری کے پاس بھی جنون لاحق ہوا تو مشتری اس کو واپس کر سکتا ہے، خواہ مشتری کے پاس اس کا جنون صغر کی حالت میں ہو یا بلوغ کی حالت میں ہو، اس لیے کہ جنون خواہ بچپن میں ہو یا جوانی میں، اسکا سبب ایک ہے اور وہ سبب فساد عقل ہے، یعنی مشتری کے پاس جنون خواہ بچپن میں ہو یا بلوغت کے بعد میں یہ وہی جنون ہوگا جو بائع کے پاس اس کو لاحق ہوا تھا۔ پس اس کی واپسی جائز ہے۔

(والبخر... الخ): منہ سے بدبو کا آنا یا بغلوں سے بدبو کا آنا یہ باندی میں عیب ہے، اور غلام میں عیب نہیں ہے، اسی طرح زنا اور ولد زنا ہونا بھی باندی میں عیب ہے غلام میں نہیں ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ باندی سے مقصود استفراش یعنی وطی ہوتی ہے جبکہ غلام سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مقصود استخدام یعنی خدمت لینا ہوتا ہے، یہ چیزیں جوگزریں بخر وغیرہ، ان کی وجہ سے وطی میں تو خلل آتا ہے خدمت لینے میں خلل نہیں آتا۔اس وجہ سے یہ چیزیں باندی میں عیب شمار ہونگی غلام میں عیب شمار نہیں ہونگی۔البتہ کفران دونوں میں عیب شمار ہوگا اس لیے کہ مسلمان کی طبیعت کافر کی صحبت سے نفرت کرتی ہے۔نیز کافر غلام اور باندی کو بعض کفارات میں آزاد نہیں کیا جاسکتا مثلاً کفارہ قتل میں ضروری ہے کہ مسلمان غلام آزاد کیا جائے نہ کہ کافر غلام، اس لیے کافر غلام اور باندی میں رغبت کم ہوتی ہے اس لیے کفر باندی اور غلام دونوں میں عیب ہوگا۔

(والاستحاضة... الخ): لڑکی اگر سترہ سال یا اس سے زائد عمر کی ہے اور وہ مستحاضہ رہتی ہے، یا اس کو حیض نہیں آتا تو یہ عیب ہے، اس لیے کہ خون کا منقطع ہوجانا یا خون کا لگاتار آنا دونوں عیب ہیں، اور اگر وہ سترہ سال سے کم عمر کی ہے اور اس کو حیض نہیں آتا تو یہ عیب نہیں اس لیے کہ اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ شاید وہ ابھی تک بالغ نہ ہوئی ہو۔

فان ظهَر عيبٌ قديمٌ بعد ماحدث عنده آخرُ فله نقصانُه لارَدُّه الا برضى بائعه كثوبٍ شراه فقطَعه فظهر عيبٌ ولبائعِه اَخذُه كذالكَ فلا يرجعُ مشتريه اِن باعَه اى لا يرجعُ المشترى بالنقصانِ ان باعَ لا ن البائعَ كان له ان يقولَ له انا آخذُه معيباً فالمشترى بالبيعِ يكونُ حابساً للمبيعِ فلا يرجعُ بالنقصانِ فان خاطَه اوصَبغَه احمرَ اولتَّ السويقَ بسمنٍ ثم ظهرَ عيبُه لا ياخُذُه بائعُه ورجعَ بنقصانِه اى رجعَ المشترى بنقصانِ العيبِ ولا يكونُ للبائعِ ان يقول: انا آخذُه معيباً؛ لاختلاطِ ملكِ المشترى بالمبيعِ وهوالخيطُ والصبغُ والسمنُ كما لو باعَه بعد رويةِ عيبِه اى كما يرجعُ المشترى بنُقصانِ العيبِ ان باع الثوبَ المخيطَ اوالمصبوغَ اوالسويقَ الملتوتَ بعد رويةِ عيبِه لانه بالبيعِ لم يصِر حابساً لمبيعٍ اذ قبل البيعِ لم يكن للبائعِ اخذُه معيبًا لاختلاطِ ملكِ المشترى به فلم يَبطُل حق الرجوعِ بالنقصانِ .

ترجمہ: پس اگر کوئی قدیم عیب ظاہر ہوگیا بعد اس کے کہ دوسرا کوئی عیب اس (مشتری) کے پاس پیدا ہوگیا تھا تو اس کے لیے اس کا نقصان ہوگا نہ کہ اس (مبیع) کو واپس کرنا، مگر اس کے بائع کی رضامندی کے ساتھ۔جیسے وہ کپڑا جس کو اس نے خریدا پھر اس کو کاٹ لیا پھر کوئی عیب ظاہر ہوگیا اور اس کے بائع کے لیے اس کو لے لینا جائز ہے اسی طرح، پس اس کا مشتری اس کا رجوع نہیں کر سکے گا اگر اس نے اس کو بیچ دیا ہو، یعنی مشتری نقصان کا رجوع نہیں کریگا اگر اس نے اسکو بیچ دیا ہو، اس لیے کہ بائع کے لیے یہ ممکن تھا کہ وہ یہ کہتا ''میں اسے عیب دار ہونے کی حالت میں لے لیتا ہوں'' پس مشتری بیع کی وجہ سے حابس مبیع بن گیا لہٰذا وہ نقصان کا رجوع نہیں کر سکے گا۔پس اگر اس نے اس کو سی لیا، یا اس کو سرخ رنگ دے دیا، یا ستو گھی کیساتھ ملا دیا پھر اس کا عیب ظاہر ہوگیا تو اس کو اس کا بائع نہیں لے گا اور مشتری اس کے نقصان کا رجوع کریگا، یعنی مشتری عیب کے نقصان کا رجوع کریگا اور بائع کے لیے یہ کہنا جائز نہ ہوگا کہ ''میں اسے عیب کی حالت میں لے لیتا ہوں'' بوجہ مشتری کی ملک کے مبیع کے ساتھ مل جانے کے، اور وہ دھاگہ، اور رنگ اور گھی ہیں۔جیسا کہ اگر اس کو بیچا اس کے عیب کے دیکھنے کے بعد یعنی جس طرح مشتری رجوع کرسکتا ہے عیب کے نقصان کا اگر اس نے بیچ دیا سلا ہوا کپڑا، یا رنگا ہوا کپڑا، یا وہ ستو جس میں گھی ملا ہوا ہو اسکے عیب کے دیکھنے کے بعد، اس لیے کہ وہ بیع کیوجہ سے مبیع کو روکنے والا نہیں ہوا، کیونکہ بیع سے پہلے بائع کے لیے جائز نہ تھا اس کو لینا عیب کی حالت میں بوجہ مشتری کی ملک کے اس کے ساتھ مل جانے کے، لہٰذا رجوع بالنقصان کا حق باطل نہ ہوگا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

توضیح: (فان ظهر... الخ): مبیع میں بائع کے پاس سے ایک عیب قدیم تھا اور پھر ایک عیب مشتری کے پاس ظاہر ہوگیا ،اس نئے عیب کے ظاہر ہونے کے بعد مشتری کے پاس وہ قدیم بھی ظاہر ہوگیا تو اب مشتری رجوع بالنقصان کرسکتا ہے، یعنی جتنی قیمت کم ہوئی ہے وہ بائع سے لے سکتا ہے مبیع واپس نہیں کرسکتا۔ مثلاً اس نے یہ مبیع ہزار کے بدلے میں لی تھی اور عیب قدیم کی وجہ سے اس کی قیمت آٹھ سو ہے تو بائع سے دوسو لے سکتا ہے، مشتری مبیع واپس اس لیے نہیں کرسکتا کہ اس میں بائع کا ضرر ہے، اس لیے کہ بائع کی ملک سے وہ مبیع اس حال میں نکلی تھی کہ وہ اس عیب جدید سے خالی تھی جو مشتری کے پاس پیدا ہوگیا ہے، لیکن اگر مشتری اس مبیع کو واپس کرے تو اس حال میں واپسی ہوگی کہ اس میں نیا عیب بھی پیدا ہو چکا ہوگا جو مشتری کے پاس پیدا ہوا ہے۔ لیکن چونکہ مشتری کے ضرر کو بھی دور کرنا ہے اس لیے مشتری رجوع بالنقصان کرسکتا ہے، ہاں اگر بائع راضی ہو کہ وہ معیب مبیع واپس لینے کو تیار ہے تو مشتری یہی مبیع واپس کرسکتا ہے اس لیے کہ بائع اب خود اپنے ضرر پر راضی ہے۔

(ولبائعه... الخ): اگر مشتری نے کپڑا خریدا پھر اس میں عیب پیدا ہوگیا اس کے بعد اس میں ایک پرانا عیب بھی ظاہر ہوگیا جو بائع کے پاس سے چلا آرہا تھا اس کے بعد مشتری نے وہ کپڑا بیچ دیا تو اب مشتری بائع سے رجوع بالنقصان نہیں کرسکتا، اس لئے کہ یہاں مشتری حابس مبیع ہے اور جب مشتری مبیع کے لیے حابس ہو تو وہ بائع سے مطالبہ نہیں کرسکتا۔ باقی یہاں مشتری حابس مبیع کیسے ہے؟ تو وہ اس طرح کہ بائع پہلے یہ کہہ سکتا تھا کہ مجھے وہی عیب دار مبیع ہی واپس کردو لیکن جب مشتری نے وہ مبیع یعنی کپڑا فروخت کردیا تو اب واپسی نہیں ہوسکتی، تو مشتری اس مبیع کے لیے حابس ہوا۔

(فان خاطه... الخ): اگر مشتری نے کپڑا خریدا اس کے بعد اس کپڑے میں عیب ظاہر ہوگیا جو کہ بائع کے پاس سے تھا ، پھر مشتری نے اس کو سی لیا، یا اس کو سرخ رنگ دے دیا، یا مشتری نے ستو خریدا پھر اس میں گھی ملا دیا پھر پتہ چلا کہ اس ستو میں تو عیب ہے تو اب مشتری صرف رجوع بالنقصان کرسکتا ہے، بائع یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ مجھے اپنی مبیع واپس کرو، بائع اپنی مبیع واپس اسلئے نہیں لے سکتا، مبیع ایسی حالت میں واپس نہیں لوٹائی جاسکتی جب اس کے ساتھ مشتری کی ملک مختلط ہوجائے، اور یہاں معاملہ بھی ایسے ہے اس لیے کہ پہلے مسئلے میں مشتری کا دھاگہ کپڑے کے ساتھ مختلط ہوگیا ہے، اور دوسرے مسئلے میں اس کا رنگ مل گیا ہے اور تیسرے مسئلے میں مشتری کا گھی مل گیا ہے۔

(کما لو باعه... الخ): اگر مشتری نے کپڑا خرید کر سی لیا، یا رنگ دیا، یا ستو خرید کر اس میں گھی ملا دیا پھر اس میں عیب ظاہر ہوگیا پھر اس کو بیچ دیا تو اب بھی مشتری رجوع بالنقصان کریگا۔

(لانه... الخ): یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ چاہیے کہ مشتری اس صورت میں رجوع بالنقصان نہ کرسکے اس لیے کہ اس نے مبیع کو فروخت کردیا ہے تو بیع کی وجہ سے وہ حابس مبیع ہوا، اور حابس مبیع رجوع نہیں کرسکتا؟ تو اس کا جواب دیا کہ مشتری بیع کی وجہ سے یہاں حابس مبیع نہیں ہوا اس لیے کہ حابس مبیع تب ہوتا جب بائع کے لیے مشتری کی بیع سے پہلے مبیع واپس لینا جائز ہوتا، حالانکہ یہاں بیع سے پہلے بائع کیلئے مبیع واپس لینا جائز نہیں تھا اسلئے کہ بیع سے پہلے مشتری کی ملک مبیع کے ساتھ مختلط ہوگئی ہے، کیونکہ اس نے کپڑے کو سی لیا تھا، یا رنگ دیا تھا، یا ستو خریدنے کی صورت میں اس نے گھی ملا دیا تھا جب مشتری حابس مبیع نہیں تو اس کا رجوع بالنقصان کا حق باطل نہ ہوا۔

او اَعتقَه قبلَها مَجاناً اودبرَه اواستولَدها اوماتَ عندَه قبلَها ای قبلَ رویةِ العیبِ. صورةُ المسائلِ انه

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

اعتقَ المشترى العبدَ مجاناً اودبرَه اواستولَد المشترَاةَ اوماتَ المشترى فی یدِ المشترى ثم اطلَع علی عیبٍ رجَع بالنقصانِ وان اَعتقَه علی مالٍ اوقَتله اواکلَ الطعامَ کلّه اوبعضَه اولبِس الثوبَ فتخرَّقَ لم یَرجِع .الحاصلُ ان الموتَ لا یبُطلُ الرجوعَ بنقصانِ العیبِ لانه لا صنعَ للمشترى فیه والاعتاقُ مجاناً لا یُبطِلُه ایضاً استحساناً والقیاسُ ان یُبطِلُه لان الاعتاقَ لصنعِه فصارَ کالقتلِ وجهُ الاستحسانِ ان للاعتاقِ له شبهانِ شبهٌ بالقتلِ فی انه بصنعِ المشترى وشبهٌ بالموتِ فی ان الاصلَ فی الآدمیِّ الحریةَ فکانَ الملکُ موقتًا الی زمانِ العتقِ فهو عودٌ الی الحالةِ الاصلیةِ فان کان بعدَ رویةِ العیبِ اُعتُبِرَ ذالک الشبهُ فلا رجوعَ له بخلافِ الموتِ بعدَرویةِ العیبِ فان حقَ الرجوعِ فیه ثابتٌ له وان کانَ قبلَ رویةِ العیبِ اُعتُبِرَ هذ ه الشبهُ حتی یکونَ له فیه حق ُالرجوعِ واماالمسائلُ الاخُرُ فلا رجوعَ بالنقصانِ فیها.

ترجمہ: یااس کوآزادکردیادیکھنے سے پہلے مفت میں، یااس کومدبر بنادیا، یااس باندی کوام ولد بنالیا، یاوہ غلام اسکے پاس مرگیااس سے پہلے یعنی عیب کے دیکھنے سے پہلے، مسائل کی صورت یہ ہے کہ مشتری نے غلام مفت میں آزادکیا، یااس کومدبر بنایا، یاخریدی ہوئی باندی کوام ولد بنالیا، یاخریداہواغلام مشتری کے قبضہ میں مرگیاپھرمشتری اسکےعیب پرمطلع ہواتووہ اس کے نقصان کارجوع کریگا،اوراگراس کومال پرآزادکیا، یااسے قتل کردیا، یاسارا کھانا کھا گیا، یابعض کھا گیا، یا کپڑا پہناپس وہ پھٹ گیا تو رجوع نہیں کریگا، خلاصہ یہ ہے کہ موت باطل نہیں کرتی عیب کے نقصان کے رجوع کواس لیے کہ کوئی فعل نہیں ہوتا مشتری کااس میں،اورمفت میں آزادکرنا بھی اس کوباطل نہیں کرتااستحساناً،اورقیاس یہ ہے کہ وہ اس کوباطل کردے اس لیے کہ آزادکرنا مشتری کے فعل کیوجہ سے ہے پس یہ قتل کیطرح ہوگا،اوراستحسان کیوجہ یہ ہے کہ اعتاق کی دومشابہتیں ہیں، ایک مشابہت ہے قتل کیساتھ اس بات میں کہ یہ مشتری کے فعل کے ساتھ ہے،اورایک مشابہت ہے موت کے ساتھ اس بات میں کہ اصل آدمی میں آزادی ہے، پس ملک موقت ہوگی آزادہونے کے زمانے تک پس یہ آزادی لوٹنا ہے حالت اصلیہ کی طرف ،پس اگرآزادی عیب کے دیکھنے کے بعد ہوتواسی قتل کی مشابہت کااعتبارکیاجائیگا پس اس کے لیے کوئی رجوع نہ ہوگا، بخلاف موت کے عیب کے دیکھ لینے کے بعد اسلئے کہ اس میں رجوع کاحق اس کیلئے ثابت ہوتا ہے،اوراگرآزادی رویت عیب سے پہلے ہوتواعتبارکیاجائیگا اسی (موت کی) مشابہت کا، حتی کہ مشتری کے لیے اس میں رجوع کاحق ہوگا اور بہرحال دوسرے مسائل توان میں نقصان کارجوع نہ ہوگا۔

توضیح: (اواعتقه... الخ): اگرکسی نے غلام خریدا پھراسکومفت میں آزادکردیا، پھرپتہ چلا کہ اس میں عیب تھا، یاغلام خریدا پھراس کومدبر بنالیا پھراس کے عیب پرمطلع ہوگیا، یاباندی خریدی پھراس کوام ولد بنالیا پھرپتہ چلا کہ اس میں توعیب ہے، یاغلام خریداجومشتری کے پاس مرگیا پھراس کے عیب پرمطلع ہواتوان تمام صورتوں میں مشتری بائع سے رجوع بالنقصان کریگا،اس لیے کہ اب مبیع توواپس کی نہیں جاسکتی کیونکہ مشتری کے پاس مبیع میں ایسے معاملات ہوئے جن کی وجہ سے مبیع ناقابل واپسی ہے یعنی آزادی ،تدبیر،استیلاد،اورموت اورمشتری نے اپناحق بھی بائع سے وصول نہیں کیااس لیے کہ مشتری کاحق توایسی مبیع میں بنتا ہے جوعیب سے خالی ہواورمبیع میں توعیب تھے،اور رجوع بالنقصان سے کوئی مانع بھی نہیں ہے لہٰذامشتری رجوع بالنقصان کریگا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

(وان اعتقه... الخ): اگر غلام خریدا پھر اس سے مال لیکر اس کو آزاد کر دیا، پھر اسکے عیب پر مطلع ہوا، یا غلام خریدا پھر اس کو قتل کر دیا پھر اسکے عیب پر مطلع ہوا، یا کھانا خریدا پھر وہ سارا کھانا کھالیا، یا بعض کھانا کھالیا پھر اس کھانے کے عیب پر مطلع ہوا، یا کپڑا خریدا اور اس کو پہنا تو وہ پھٹ گیا پھر اس کے عیب پر مطلع ہوا تو ان تمام صورتوں میں مشتری بائع سے رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا۔

(الحاصل... الخ): یہاں سے رجوع بالنقصان کے حق کے باطل ہونے یا نہ ہونے کا ضابطہ بیان کرتے ہیں کہ اگر مبیع میں مشتری کا فعل پایا جائے تو عیب کی وجہ سے رجوع بالنقصان کا حق باطل ہو جائیگا اور اگر مشتری کا فعل نہ پایا جائے تو اطلاع عیب کے بعد رجوع بالنقصان کر سکتا ہے، پس موت میں مشتری کا کوئی فعل نہیں لہٰذا اگر غلام خریدا پھر وہ مر گیا اور اس کے عیب پر پھر مطلع ہو گیا تو مشتری بائع سے رجوع بالنقصان کر سکتا ہے، اور اگر غلام خریدا پھر اس کو مال کے بدلے میں آزاد کر دیا، یا اس کو قتل کر دیا، یا کھانا خریدا پھر اسکو کھالیا، یا کپڑا خریدا پھر وہ پہنا تو وہ پھٹ گیا اس کے بعد وہ اپنی مبیع میں عیب پر مطلع ہوا تو چونکہ ان تمام صورتوں میں مشتری کا فعل پایا جاتا ہے اس لیے وہ بائع سے رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا۔

اور اگر غلام خریدا اور پھر اسکو مفت میں آزاد کر دیا پھر اسکے عیب پر مطلع ہوا تو اس میں قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اب مشتری رجوع بالنقصان نہ کر سکے، اس لیے کہ اعتاق مجانا (مفت میں آزاد کرنا) بھی مشتری کا فعل ہے پس یہ قتل کی طرح ہوا، لیکن استحساناً ہم یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں رجوع کر سکتا ہے وہ اس طرح کہ اعتاق مجانا کی دو مشابہتیں ہیں، ایک اس کی مشابہت قتل کے ساتھ ہے، اور ایک مشابہت موت کے ساتھ ہے، قتل کے ساتھ تو مشابہت اس طرح ہے کہ جس طرح قتل مشتری کے فعل کے ساتھ ہے اعتاق مجانا بھی مشتری کے فعل کے ساتھ ہے، اور موت کے ساتھ مشابہت اس طرح ہے کہ غلام کے از خود مر جانے میں مشتری کا کوئی فعل نہیں ہوتا، اسی طرح اعتاق مجانا میں بھی ایک لحاظ سے مشتری کا فعل نہیں ہے، وہ اس طرح کہ آدمی میں اصل حریت ہے پس اگر کوئی آدمی کسی غلام کا مالک ہے تو گویا اس کی ملکیت آزادی کے زمانے تک موقت ہوتی ہے ہمیشہ کے لیے نہیں ہوتی تو جب غلام آزاد ہوتا ہے تو درحقیقت اپنی حالت اصلیہ کی طرف لوٹ رہا ہوتا ہے اور حالت اصلیہ کی طرف لوٹنا یہ ایک ایسی چیز ہے جسمیں مشتری کے فعل کا کوئی دخل نہیں ہے۔ چونکہ اعتاق مجانا کی ایک مشابہت قتل کیساتھ ہے اور ایک مشابہت موت کیساتھ ہے، تو قتل کے ساتھ مشابہت کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح غلام کو قتل کر دینے کے بعد اگر اطلاع عیب ہو جائے تو مشتری رجوع نہیں کر سکتا اس طرح اعتاق مجانا کے بعد بھی اگر اطلاع عیب ہو جائے تو مشتری رجوع نہ کر سکے، اور موت کے ساتھ مشابہت کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح غلام مر جائے اور پھر مشتری اسکے عیب پر مطلع ہو جائے تو وہ بائع سے رجوع بالنقصان کر سکتا ہے، اس طرح اعتاق مجانا کے بعد اگر مشتری کو عیب پر اطلاع ملتی ہے تو وہ رجوع بالنقصان کر سکے۔ تو ہم نے دونوں مشابہتوں کا اعتبار کیا اور کہا کہ اگر اعتاق مجانا رویت عیب کے بعد ہو یعنی پہلے عیب ظاہر ہو پھر آزاد کرے تو قتل والی مشابہت کا اعتبار کیا جائیگا لہٰذا مشتری رجوع نہ کر سکے گا، اور اگر اعتاق مجانا رویت عیب سے پہلے ہو یعنی پہلے آزاد کر دیا اسکے بعد اس کے عیب پر مطلع ہو گیا تو موت کے ساتھ مشابہت کا اعتبار کریں گے لہٰذا وہ رجوع بالنقصان کر سکے گا۔

(بخلاف... الخ): اعتاق مجانا اور موت جب دونوں رویت کے بعد ہوں تو ان کے درمیان کیا فرق ہے؟ یہاں سے شارح ان کے درمیان فرق کو بیان کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر اعتاق مجانا رویت عیب کے بعد ہو تو اس میں رجوع بالنقصان نہ ہوگا لیکن اگر موت رویت عیب کے بعد ہو تو اس میں مشتری رجوع کر سکے گا۔

وإن شرى بيضًا او بطيخًا اوقثاءً اوخيارًا اوجوزًا فكسرَ فوَجد فاسدًا فله نقصانُه في المنتفعِ به وكلُّ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ثمنِه فی غیرِه ومن باع مَشرِیَّه ورُدَّ علیه بعیبٍ بقضاءٍ باقرارٍ اوببینةٍ اونکولٍ رَدَّ علی بائِعِه وان رُدَّ برضَاه لا اشتری شئیًا ثم باعَه فادعی المشتری الثانی عیباً علی المشتری الاول واَثبتَ ذالک بالبینةِ اوبالنکولِ او بالاقرارِ فقضی القاضی فرُدَّ علی بائِعِه کانَ له اَن یُخاصِم البائعَ الاولَ.قال فی الھدایةِ :معنی القضاءِ بالاقرارِ انه انکرَ الاقرارَ فاَثبتَ بالبینةِ فان قیلَ: المشتری الاولُ اذا اَنکرَاقرارَہ بالعیبِ فَاثبتَ ھذا بالبینةِ صار کانه اَقرَّ عندَ القاضی فانَّ الثابتَ بالبینةِ کالثابتِ عَیَاناً فینبغی ان لا یکونَ له ولایةُ الرَّدِّ علی البائعِ الاولِ سواءٌ اقرَّ عندَ القاضی اَوانکرَ اقرارَہ فیَثبُتُ بالبینةِ لان الاقرارَ حجةٌ قاصرةٌ فایُّ فائدةٍ فی قولِه معنی القضاءِ بالاقرارِ انه انکر الاقرارَ؟ قُلنا: نحنُ لم نجعلِ الاقرارَ حجةً متعدیةً ولم نَقُل: ان الرَّدَّ علی المشتری الاولِ ردٌ علی بائِعِه بل له اَن یخاصِمَ بائعَه فان المشتری الثانی اذا اَثبتَ ان العیبَ کان فی یدِ المشتری الاولِ ورُدَّ علیه فالمشتری الاولُ اِن اَثبتَ ان العیبَ کان فی ید بائِعِه رَدَّ علیه واِلا فلا. والفرقُ بینَ اقرارِہ عند القاضی وبین اثباتِ اقرارِہ بالبینةِ انه اذا اقرَّ عند القاضی یکونُ طائعاً فی اخذِ المبیعِ فصارَ کما اشتری مِنَ المشتری الثانی فلا یکونُ له ولایةُ الرَّدِّ علی البائعِ الاولِ اما اذا انکرَ اقرارَہ بالعیبِ فیَثبُتُ بالبینةِ لم یکُن طائعاً فی الاخذِ فیکونُ اخذُہ بحکمِ الفسخِ کانه لم یَبِع فیکونُ له المخاصمةُ مع بائِعِه وقد قیلَ: ھذہ المسالةُ فیما اذا ادعی المشتری الثانی علَی المشتری الاولِ اَن العیبَ کانَ فی یدِ البائعِ الاولِ فحینئذٍ للمشتری الاولِ ان یخاصِمَ علی بائِعِه امَّا اذا ادعی اَنَّ العیبَ کانَ فی یدِ المشتری الاولِ فلیس له اَن یُخاصِمَ علی بائِعِه. اَقولُ: فیه نظرٌ لانه اذا ادعی ان العیبَ کان فی یدِ البائعِ الاولِ واَقامَ علیه البینةَ وقُضِیَ علی المشتری الاولِ فھذا القضاءُ لیس قضاءً علی البائعِ الاولِ وھذہ البینةُ لم تَقُم علی البائعِ الاولِ ولاعلی نائبِه لان ما یَدَّعی علی الغائبِ لیس سبباً لما یَدَّعی علی الحاضرِ .

ترجمہ: اگر کسی نے خریدا انڈا، یا خربوزہ، یا ککڑی، یا کھیرا، یا اخروٹ پھر اس کو توڑا پس اس کو عیب دار پایا تو اسکے لیے اس کا نقصان ہوگا قابل انتفاع میں اور پورے ثمن ہونگے اسکے غیر میں اور جس نے اپنی خریدی ہوئی چیز بیچی اور اس پر واپس لوٹادی گئی عیب کی وجہ سے قضاء کے حکم سے اقرار کے ساتھ یا بینہ کے ساتھ، یا قسم سے انکار کیساتھ، تو وہ اسے لوٹادے اپنے بائع پر اور اگر اس پر لوٹادی گئی اسکی رضامندی کے ساتھ تو نہیں، ایک شے خریدی پھر اس کو بیچ دیا پس مشتری ثانی نے عیب کا دعوی کر دیا مشتری اول پر اور اس کو ثابت کر دیا بینہ کیساتھ یا قسم سے انکار کے ساتھ یا اقرار کے ساتھ پس قاضی نے فیصلہ کر دیا لہٰذا وہ اس کے بائع پر واپس لوٹادی گئی تو اسکے لیے جائز ہے کہ بائع اول سے مخاصمت کرے، صاحب ہدایہ نے ہدایہ میں فرمایا، قضاء بالاقرار کا معنی یہ ہے کہ اس نے اقرار کا انکار کیا پھر مشتری ثانی نے اس کو بینہ کے ساتھ ثابت کر دیا۔ پس اگر کہا جائے کہ مشتری اول جب اپنے عیب کے اقرار کا انکار کرے پھر مشتری ثانی اسکو بینہ کے ساتھ ثابت کر دے تو یہ ایسے ہوگا گویا اس نے قاضی کے سامنے اقرار کیا ہو، اس لیے کہ جو چیز بینہ کیساتھ ثابت ہو وہ ایسی ہوتی ہے جیسے مشاہدہ سے ثابت ہو، پس مناسب ہے کہ اس (مشتری اول) کو واپس کرنے کی ولایت حاصل نہ ہو برابر ہے کہ اس نے قاضی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے سامنے اقرار کیا ہو یا اپنے اقرار کا انکار کیا ہو پس مشتری ثانی اس کو بینہ کے ساتھ ثابت کردے اس لیے کہ اقرار حجت قاصرہ ہے، تو کیا فائدہ ہے اس کے اس قول ''معنی القضاء بالاقرار انه انکر الانکار'' کا؟ تو ہم کہیں گے کہ ہم نے اقرار کو حجت متعدیہ نہیں بنایا اور یہ نہیں کہا کہ مشتری اول پر واپسی اس کے بائع پر واپسی ہے، بلکہ اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے بائع سے خصومت کرے اس لیے کہ مشتری ثانی جب یہ بات ثابت کردے کہ عیب مشتری اول کے قبضہ میں تھا اور اس پر مبیع واپس لوٹادے تو مشتری اول اگر یہ بات ثابت کردے کہ عیب اس کے بائع کے قبضہ میں تھا تو اس پر واپس لوٹادے ورنہ نہیں، اور فرق اس کے قاضی کے پاس اقرار کے درمیان اور اس کے اقرار کے بینہ کے ساتھ ثابت کرنے کے درمیان یہ ہے کہ جب وہ قاضی کے سامنے اقرار کرے تو وہ مبیع کو لینے پر راضی ہوگا پس یہ ایسا ہوگا جیسے اس نے مشتری ثانی سے شراء کی ہو پس اس کے لیے نہ ہوگی ولایت بائع اول پر لوٹانے کی، بہر حال جب وہ اپنے اقرار عیب کا انکار کرے پھر بینہ سے وہ ثابت کردے تو وہ مشتری اول لینے میں راضی نہ ہوگا لہٰذا اس کا لینا فسخ کے حکم کیساتھ ہوگا، گویا اس نے بیع ہی نہیں کی تھی پس اس کے لیے مخاصمت جائز ہوگی اپنے بائع کے ساتھ، اور تحقیق کہا گیا کہ یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب مشتری ثانی دعوی کرے مشتری اول پر کہ عیب بائع اول کے قبضہ میں تھا پس اس وقت مشتری اول کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے بائع سے خصومت کرے، بہر حال جب یہ دعوی کرے کہ عیب مشتری اول کے قبضہ میں تھا تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بائع سے خصومت کرے، میں کہتا ہوں کہ اس میں اعتراض ہے، اس لیے کہ جب وہ یہ دعوی کرے کہ عیب بائع اول کے قبضہ میں تھا اور اس پر بینہ بھی قائم کردے اور قاضی مشتری اول کے خلاف فیصلہ کردے تو یہ فیصلہ بائع اول کے خلاف فیصلہ نہ ہوگا اور یہ بینہ قائم نہ ہوگی بائع اول کے خلاف اور نہ اس کے نائب کے خلاف، اس لیے کہ وہ چیز جس کا وہ غائب پر دعوی کر رہا ہے وہ سبب نہیں ہے اس چیز کا جس کا حاضر کے خلاف دعوی کر رہا ہے۔

توضیح: (وان شری... الخ): اگر کسی نے انڈا خریدا، یا خربوزہ خریدا، یا ککڑی، یا کھیرا، یا اخروٹ خریدا پھر اس کو توڑا اور وہ خراب نکلا تو اب دو حال سے خالی نہیں، یا تو قابل انتفاع ہوگا یا نہیں، اگر قابل انتفاع ہو تو مشتری رجوع بالنقصان کریگا اور قابل انتفاع نہ ہو تو پورے ثمن کا رجوع کریگا۔ اگر مبیع قابل انتفاع ہو تو رجوع بالنقصا ن اس لیے کریگا کہ اب مبیع واپس نہیں کرسکتا ہے کیونکہ مشتری نے مبیع کو توڑ دیا ہے جس کی وجہ سے مبیع عیب دار ہوگئی اور یہ ایسا عیب ہے جو بائع کے پاس نہ تھا اور جب مبیع میں مشتری کے پاس نیا عیب پیدا ہوجائے تو اسکو بائع پر لوٹانا ٹھیک نہیں، اور چونکہ مشتری کو بھی نقصان سے بچانا ہے اس لیے وہ رجوع بالنقصان کرسکتا ہے، اور اگر مبیع قابل انتفاع نہ ہو تو مشتری پورے ثمن کا رجوع اسلئے کرسکتا ہے کہ اب مبیع مال نہیں ہے لہٰذا بیع باطل ہوگی کیونکہ غیر مال کی بیع باطل ہوتی ہے، جب بیع باطل ہے تو مشتری اپنا ثمن واپس لے سکتا ہے۔

(ومن باع... الخ): مشتری نے ایک چیز خریدی پھر اس کو بیچ دیا پھر مشتری ثانی نے مشتری اول پر عیب کا دعوی کردیا اور عیب کی وجہ سے وہ مبیع مشتری اول کو واپس لوٹادی تو اب دیکھیں گے کہ مشتری ثانی نے مبیع مشتری اول پر کیسے واپس لوٹائی ہے؟ اگر اس نے اس طرح واپس کی ہے کہ اس نے دعوی کیا کہ مشتری اول عیب کا اقرار کرچکا ہے، جبکہ مشتری اول اقرار عیب کا انکار کرتا ہے، قاضی نے مشتری ثانی کے حق میں فیصلہ کردیا تو اس طرح مبیع مشتری اول کو واپس لوٹادی گئی، یا مشتری ثانی نے عیب کے وجود پر بینہ قائم کردی اور قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ کردیا تو اس طرح مبیع لوٹادی گئی، یا مشتری ثانی کے پاس وجود عیب پر کوئی بینہ نہیں تھی تو مشتری اول کو کہا گیا کہ تم قسم اٹھاؤ کہ اس مبیع میں عیب نہیں تھا، اس نے قسم کھانے سے انکار کردیا نتیجے میں قاضی نے مشتری ثانی کے حق میں فیصلہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کر دیا اس طرح مبیع مشتری کو واپس لوٹا دی گئی، تو اب مشتری اول بائع اول کو یہ مبیع واپس کر سکتا ہے، اور اگر مشتری اول نے رضامندی کے ساتھ قضاء قاضی کے بغیر وہ مبیع مشتری ثانی سے واپس لے لی تو اب مشتری اول بائع اول کو وہ مبیع واپس نہیں لوٹا سکتا۔ ان میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ جب قضاء قاضی کی وجہ سے مبیع مشتری اول کو واپس ملے گی تو یہ اصل سے فسخ ہوگا، اصل سے گویا بیع ہوئی ہی نہیں، جب بیع سرے سے ہوئی ہی نہیں تو مشتری اول بائع اول کو مبیع واپس دے سکتا ہے، اور جب مشتری ثانی کی طرف سے مشتری اول کی طرف مبیع کی واپسی بغیر قضاء قاضی کے ہو تو اگر چہ یہ معاملہ مشتری اول اور ثانی کے حق میں تو فسخ ہے لیکن ثالث یعنی بائع اول کے حق میں بیع جدید ہے فسخ نہیں ہے، جب بائع کے حق میں یہ واپسی بیع ہے **فسخ من الاصل** نہیں ہے تو اس کو مبیع واپس نہیں لوٹائی جا سکتی۔

(**قال فی... الخ**): سوال ہوتا ہے کہ جب مشتری اول پر مبیع کی واپسی قضاء باقرار کی وجہ سے ہو یعنی قاضی نے فیصلہ کر دیا ہو اس بات کا کہ مشتری اول عیب کا اقرار کر چکا ہے تو مبیع مشتری اول کو لوٹا دی گئی تو مناسب یہ ہے کہ یہاں بھی مشتری اول بائع اول کو مبیع واپس نہ لوٹا سکے، اس لیے کہ جب اس نے خود اقرار کیا ہے اس بات کا کہ عیب موجود تھا تو گویا اس پر مبیع کی واپسی اس کی رضامندی کے ساتھ ہے تو یہ معاملہ بھی بائع کے حق میں بیع جدید ہونا چاہیے نہ کہ **فسخ من الاصل**، تو صاحب ہدایہ نے اس اشکال کا جو جواب دیا شارح اس کو نقل کرتے ہیں کہ **قضاء بالاقرا ر** کا مطلب یہ ہے کہ مشتری ثانی نے دعوی کیا کہ مشتری اول وجود عیب کا اقرار کر چکا ہے جب کہ مشتری اول اس کا انکار کرتا ہے تو مشتری ثانی نے اس کے اقرار کو بینہ سے ثابت کر دیا، قاضی نے مشتری ثانی کے حق میں فیصلہ کر دیا اور مبیع مشتری اول کو واپس لوٹا دی گئی، تو اب دیکھیں یہاں مشتری اول پر مبیع کی واپسی اس کی رضامندی کی وجہ سے نہیں ہے لہذا مشتری اول کے لیے مبیع بائع اول پر لوٹانے کا حق حاصل نہ ہوگا۔

(**فان قیل... الخ**): ہدایہ کی اس عبارت پر ایک سوال ہوتا تھا، شارح اسکو نقل کر کے اس کا جواب دے رہے ہیں۔ اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ مشتری اول اگر وجود عیب کا اقرار کر لے اور مبیع اس پر واپس لوٹا دی جائے تو اس کو یہ حق بالکل نہ ہونا چاہیے کہ وہ اب مبیع بائع اول کو واپس لوٹا دے، خواہ یہ اقرار وہ خود کرے یا اسکے اقرار کو بینہ سے ثابت کیا جائے، اگر وہ خود اقرار کرے تو واپسی کا حق نہ ہونا تو ظاہر ہے اس لیے کہ اب جو مشتری ثانی نے مشتری اول کو مبیع واپس کی ہے وہ مشتری ثانی کی رضاء کے ساتھ ہے، اور اگر مشتری اول کے وجود عیب کے اقرار کو بینہ سے ثابت کیا جائے تو اس کو بائع اول کی طرف مبیع واپس لوٹانے کا حق اس لیے نہ ہوگا کہ جو چیز بینہ سے ثابت ہو وہ ایسی ہے جیسے مشاہدہ سے ثابت ہو، پس مشتری ثانی نے جو یہ بات بینہ سے ثابت کی ہے کہ مشتری اول عیب کے وجود کا اقرار کر چکا ہے تو یہ ایسے ہے جیسے خود اس نے قاضی کے پاس اقرار کیا ہو، تو ظاہر ہے اس صورت میں بھی مشتری اول بائع اول کو مبیع نہ لوٹا سکے کیونکہ یہاں بھی اس مشتری اول کی رضا پائی جاتی ہے، جب معاملہ ایسے ہے کہ مشتری کے اقرار کیوجہ سے اگر عیب کا وجود ثابت ہو جائے تو وہ مبیع بائع اول کو واپس نہیں لوٹا سکتا مطلقا، خواہ مشتری خود عیب کا اقرار کرے یا اس کے اقرار کو بینہ سے ثابت کر دیا جائے، تو اب صاحب ہدایہ کے اس قول کا کیا فائدہ ہو کہ: **معنی القضاء بالاقرار... الخ**؟ تو شارح نے اس کا جواب دیا، حاصل یہ ہے کہ ہم جو کہتے ہیں کہ **قضاء بالاقرار** کی وجہ سے مشتری اول بھی مبیع واپس کر سکتا ہے تو ہم نے اس کے اقرار کو حجت متعدیہ نہیں بنایا اور یہ نہیں کہا کہ مشتری اول پر مبیع کا واپس لوٹانا بائع اول پر لوٹانا ہے، یعنی ہم یہ نہیں کہتے کہ **قضاء بالاقرار** کی وجہ سے مشتری اول پر جب مبیع واپس لوٹا دی گئی تو مشتری اول بھی بغیر قاضی کے فیصلے کے جبراً بائع اول کو مبیع واپس کر سکتا ہے، بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اب مشتری اول بائع اول سے خصومت کر سکتا ہے، اسلئے کہ مشتری ثانی اگر یہ ثابت کر دے کہ عیب مشتری اول کے قبضے میں تھا تو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اب وہ مشتری اول کو واپس کرسکتا ہے اس کے بعد اگر مشتری اول یہ ثابت کردے کہ عیب بائع اول کے پاس سے تھا تو وہ بائع اول کو مبیع واپس لوٹا سکتا ہے، اور اگر یہ ثابت نہ کر سکے تو واپس نہیں لوٹا سکتا۔

(والفرق... الخ): یہاں سے شارح اقرارین کے درمیان فرق کو بیان کرتے ہیں کہ ایک یہ ہے کہ مشتری اول قاضی کے پاس وجود عیب کا اقرار کرے اور ایک یہ ہے کہ اس کے اقرار کو بینہ سے ثابت کردیا جائے، تو ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ پہلی قسم کے اقرار کیوجہ سے مشتری اول مشتری ثانی سے مبیع واپس لینے میں راضی ہوگا، اس لیے کہ اقرار رضاء کی دلیل ہے تو یہ ایسے ہوا گویا مشتری اول نے مشتری ثانی سے مبیع واپس خرید لی ہے لہٰذا اس کو بائع اول کی طرف واپس لوٹانے کا حق حاصل نہ ہوگا۔ لیکن اگر مشتری اول اس بات کا انکار کرے کہ اسنے عیب کے وجود کا اقرار کیا ہے اور مشتری ثانی اس کے اقرار کو بینہ سے ثابت کردے تو اب مشتری اول مبیع واپس لینے میں راضی نہ ہوگا، لہٰذا اس کا مبیع واپس لینا فسخ کے حکم کے ساتھ ہوگا گویا کہ اس نے مشتری ثانی کو یہ مبیع فروخت ہی نہیں کی تھی، لہٰذا اس مشتری اول کو بائع کے ساتھ مخاصمت کا حق حاصل ہوگا۔

(وقد قیل... الخ): یہاں سے شارح بعض لوگوں کے قول کو نقل کرکے اس پر رد کرتے ہیں، بعض نے کہا کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ مشتری اول بائع اول کے ساتھ مخاصمت کرسکتا ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ مشتری ثانی مشتری اول پر یوں دعوی کرے: یہ عیب بائع اول کے پاس سے تھا، اور اگر مشتری ثانی یہ دعوی کرے کہ یہ عیب مشتری اول کے پاس سے تھا تو اب مشتری اول بائع اول کے ساتھ مخاصمت نہیں کرسکتا۔

(وفیہ نظر... الخ): یہاں سے شارح ؒ نے اس قول پر رد کردیا کہ ان دونوں صورتوں میں فرق کرنا ٹھیک نہیں ہے، کیونکہ آپ یہ فرق اس بناء پر کررہے ہیں کہ اگر مشتری اول کے خلاف وجود عیب کا دعوی ہو (یعنی یہ دعوی ہو کہ عیب مشتری اول کے پاس سے پیدا ہوا ہے) تو اب فیصلہ اسی کے خلاف ہوگا نہ کہ بائع کے خلاف، لہٰذا مشتری اول کے لیے بائع اول پر مبیع واپس لوٹانے کا حق نہ ہوگا اور اگر یہ دعوی ہو کہ عیب بائع اول کے پاس سے پیدا ہوا ہے تو اب فیصلہ بھی بائع اول کے خلاف ہوگا لہٰذا اب مشتری اول بائع اول کو مبیع واپس کرسکتا ہے، آپ کے بیان کردہ فرق کا یہ منشا ٹھیک نہیں ہے، اسلئے کہ جب مشتری ثانی اس بات کا دعوی کرے کہ عیب بائع اول کے پاس سے تھا اور بینہ بھی اس پر قائم کردے اور مشتری اول کے خلاف فیصلہ بھی ہوجائے تو یہ فیصلہ بائع اول کے خلاف نہ ہوگا اور نہ ہی یہ بینہ بائع اول کے خلاف قائم ہوگی، کیونکہ وہ غائب ہے اور غائب کے خلاف فیصلہ نہیں ہوتا، تو اس صورت میں جبکہ دعوی اس بات پر ہو کہ عیب بائع اول کے پاس سے تھا تو فیصلہ بائع اول کے خلاف نہ ہوگا لہٰذا مشتری اول کو بائع اول کے ساتھ مخاصمت کا حق نہ ہونا چاہیے جس طرح کہ آپ کے نزدیک اس وقت حق حاصل نہ ہوگا جب عیب کا دعوی مشتری اول کے پاس سے ہو پس فرق تحکم ہے۔

(ولا علی... الخ): یہ ایک سوال کا جواب ہے، جب مشتری ثانی یہ دعوی کرے کہ عیب بائع اول کے پاس سے تھا اور اس کے حق میں فیصلہ بھی ہوجائے تو یہ فیصلہ مشتری اول کے خلاف ہوگا اور مشتری اول بائع اول کا نائب ہے اور نائب کے خلاف فیصلہ گویا اصل کے خلاف فیصلہ ہوتا ہے، لہٰذا یہ فیصلہ بائع اول کے خلاف بھی ہوجائیگا۔ لہٰذا مشتری اول کو بائع اول کے ساتھ مخاصمت کا حق ہونا چاہیے، تو اس کا جواب دیا کہ مشتری اول بائع اول کا نائب نہیں ہے، لہٰذا مشتری اول کے خلاف فیصلہ بائع اول کے خلاف فیصلہ نہ ہوگا، باقی مشتری اول نائب کیوں نہیں ہے؟ تو وہ اس طرح کہ مشتری اول نائب تب ہوتا جب کہ وہ چیز جس کا مشتری ثانی غائب یعنی بائع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اول پر دعوی کر رہا ہے وہ اس چیز کا سبب ہوتی جس کا وہ حاضر یعنی مشتری اول پر دعوی کر رہا ہے، حالانکہ معاملہ ایسے نہیں ہے اس لیے کہ مشتری ثانی جس چیز کا دعوی غائب یعنی بائع اول پر کر رہا ہے وہ سبب نہیں اس چیز کا جس کا وہ حاضر یعنی مشتری اول پر دعوی کر رہا ہے، اس لیے کہ غائب یعنی بائع اول پر اس بات کا دعوی ہے کہ عیب تمہارے پاس سے وجود میں آیا اور حاضر یعنی مشتری اول پر اس بات کا دعوی ہے کہ مبیع مشتری اول کی طرف قابل واپسی ہے ظاہر ہے بائع اول کے پاس وجود عیب کا ہونا اس بات کا سبب نہیں ہے کہ مشتری اول کو مبیع واپس لوٹا دی جائے کیونکہ مشتری اول کی طرف مبیع واپس لوٹانے کا سبب تو یہ ہے کہ عیب کا وجود مشتری اول کے پاس سے ہو۔

01

فإن قبضَ مشرِيُّه وادَّعٰى عيباً لَم يُجبَر على دَفعِ ثمنِه حتى يُحَلَّفَ بائعُه اويُقيمُ بينةً. فقولُه: "اويقيمُ" مرفوعٌ عطفٌ على قولِه: "لم يُجبَر" وليس عطفاً على قولِه: يُحلَّف بائعُه لانه حينئذٍ يكونُ اقامةُ البينةِ غايةً لعدمِ الجبرِ فان اَقامَ البينةَ ينتَهِي عدمُ الجبرِ فيلزَمُ الجبرُ على دفعِ الثمنِ عند اقامةِ البينةِ على العيبِ فالحاصلُ اَنَّ المشترى اذاادعى عيباً يقيمُ بينةً على دَعواه ويَرُدُّ وإن لَم يكُن لَه بينةٌيَحلِفُ بائعُه انه لا عيبَ وحينئذٍ يُجبَرُ على دَفعِ الثمنِ لا قبلَ الحلفِ فاحدُ الَامرَينِ ثَابتٌ اِمَّا اقامةُ البينةِ على وجودِ العيبِ اوعدمُ الجبرِ على دفعِ الثمنِ حتى يَحلِفُ وإن نُصِبَ قولُه اويقيمَ فلَه وجهٌ وهواَن يكُونَ المرادُ بعدمِ الجبرِعلى دفعِ الثمنِ عدمُ الجبرِ على دفعِه بشرطِ اَن يكُونَ الثمنُ واجباً بحكمِ البيعِ وهومغيًا با حدِ الامرينِ اِمَّا الحلفُ على اَنَّه لا عيبَ فحينئذٍ يُجبَرُ على دَفعِ الثمنِ اواقامةُ البينةِ على وجودِ العيبِ فحينئذٍ يفسخُ البيعُ ولا يبقى الثمنُ واجباً فينتهى عدمُ الجبرِ بشرطِ كونِه واجباً .

ترجمہ: پس اگر اپنی خریدی ہوئی شے پر قبضہ کیا اور عیب کا دعوی کر دیا تو اس کو مجبور نہ کیا جائیگا اس کے ثمن کی ادائیگی پر حتی کہ اس کے بائع سے قسم لے لی جائے یا وہ مشتری بینہ قائم کر دے، پس مصنف کا قول ''اویقیم'' مرفوع ہے معطوف ہے مصنف کے قول ''لم یجبر'' پر اور اس کا عطف نہیں ہے مصنف کے قول ''یحلف بائعه'' پر اس لیے کہ اس وقت ہو جائیگا بینہ قائم کرنا غائت عدم جبر کی پس اگر بینہ قائم کر دے تو انتہاء ہو جائیگی عدم جبر کی، لہٰذا لازم آئیگا مجبور کرنا ادائیگی ثمن پر عیب پر بینہ کے قائم کرنے کیوقت، خلاصہ یہ کہ مشتری جب عیب کا دعوی کرے تو وہ قائم کرے بینہ اپنے دعوی پر اور (مبیع) واپس کر دے، اور اگر نہ ہو اس کے پاس بینہ تو اس کے بائع سے قسم لی جائیگی اس بات پر کہ کوئی عیب نہیں تھا اور اس وقت مجبور کیا جائیگا مشتری کو ادائیگی ثمن پر نہ کہ قسم سے پہلے، پس دو باتوں میں سے ایک بات ثابت ہے یا تو عیب کے وجود پر بینہ قائم کرنا یا ثمن کی ادائیگی پر مجبور نہ کرنا حتی کہ قسم لے لی جائے، اور اگر منصوب ہو مصنف کا قول ''اویقیم'' تو اس کی ایک وجہ ہے وہ یہ کہ ثمن کی ادائیگی پر مجبور نہ کرنے سے مراد مجبور نہ کرنا ہے ادائیگی پر اس شرط کے ساتھ کہ ثمن بیع کے حکم کے ساتھ واجب ہو اور یہ منتہی ہوگا دو امروں میں ایک کے ساتھ، یا قسم لینا اس بات پر کہ کوئی عیب نہیں تھا، اس وقت مشتری کو ادائیگی ثمن پر مجبور کیا جائیگا، یا عیب کے وجود پر بینہ قائم کرنا تو اس وقت بیع فسخ ہو جائیگی اور ثمن واجب باقی نہیں رہیگا پس انتہا ہو جائیگی مجبور نہ کرنے کی ثمن کے واجب ہونے کی شرط کے ساتھ۔

توضیح: (فان قبض... الخ) : اگر کسی نے کوئی شے خریدی اور ابھی تک ثمن ادا نہ کیے مبیع پر قبضہ کر لیا، پھر عیب کا دعوی کیا تو اسکو کہا جائیگا کہ اپنے دعوی پر بینہ قائم کرو، اور اگر وہ قائم کر دے تو فبہا ورنہ بائع سے اس بات پر قسم لی جائیگی کہ میرے پاس سے یہ عیب نہیں تھا، اگر وہ قسم اٹھالے تو مشتری کو مجبور کیا جائے گا اس بات پر کہ وہ ثمن ادا کرے اور اگر بائع قسم کھانے سے انکار کر دے تو مشتری کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ادائیگی ثمن پر مجبور نہ کیا جائیگا، اس لیے کہ مشتری نے جب عیب کا دعوی کر دیا تو گویا مبیع میں اپنے حق کے متعین ہونے کا انکار کیا، جب مشتری کا مبیع میں حق متعین نہیں ہے تو اس پر ثمن بھی واجب نہ ہوگا۔

(فقولہ... الخ): یہ ''اویقیم'' کی ترکیب کا بیان ہے کہ اس کی ترکیب میں دو احتمال ہیں، ایک یہ ہے کہ اس کو مرفوع پڑھا جائے اور اسکا'' لم یجبر'' پر عطف کیا جائے، اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اسکو منصوب پڑھیں اور اسکا "یحلف" پر عطف کریں، شارح کہتے ہیں کہ پہلا احتمال درست ہے اور دوسرا احتمال غلط ہے، اسلئے کہ اگر اس کا عطف ''یحلف'' پر ہو تو اس صورت میں عطف کی وجہ سے حتیٰ جو کہ یحلف پر داخل ہے یقیم پر بھی مسلط ہوگا اور یحلف عدم جبر کی غائت ہے تو یقیم بھی عدم جبر کی غائت ہوگی، یعنی وجود عیب پر بینہ قائم کرنا یہ عدم جبر علی دفع الثمن کی غائت بن جائیگا اور معنی یہ ہوگا کہ مشتری کو ادائیگی ثمن پر مجبور نہ کیا جائے حتیٰ کہ مشتری عیب پر بینہ قائم کردے جب مشتری عیب پر بینہ قائم کر دیگا تو اس کو ادائیگی ثمن پر مجبور کیا جائیگا اور یہ خلاف مفروض ہے، اس لیے کہ عیب پر جب مشتری بینہ قائم کر دیگا تو اس کو ادائیگی ثمن پر تو مجبور نہیں کیا جاتا بلکہ بیع فسخ کر دی جاتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ'' اویقیم'' کو منصوب پڑھنا اور اس کا عطف یحلف پر کرنا غلط ہے۔

(فالحاصل... الخ) : اویقیم کی ترکیب میں پہلے احتمال کے مطابق یہ متن کی وضاحت ہے کہ مشتری جب عیب کا دعوی کرے تو وہ اپنے دعوی پر بینہ قائم کرے اور مبیع واپس کر دے، اور اگر اس کے پاس بینہ نہ ہو تو بائع اس طرح قسم اٹھائے کہ اللہ کی قسم مبیع میں کوئی عیب نہیں ہے تو اب مشتری کو ادائیگی ثمن پر مجبور کریں گے لیکن بائع کے قسم اٹھانے کے بعد نہ کہ پہلے۔

(فاحد الامرین... الخ): یہ ترکیب میں پہلے احتمال کے مطابق عبارت کا حاصل معنی ہے کہ او احد الامرین کے لیے آتا ہے جب یقیم کا عطف لم یجبر پر ہو تو دو باتوں میں سے ایک بات ثابت ہے یا تو مشتری کا عیب کے وجود پر بینہ قائم کرنا یا مشتری کو ادائیگی ثمن پر مجبور نہ کرنا حتیٰ کہ بائع قسم اٹھالے۔

(وان نصب... الخ): یہاں سے شارح ؒ دوسرے احتمال کے مطابق عبارت کی توجیہ کرتے ہیں کہ اگر یقیم کو منصوب پڑھا جائے اور اس کا عطف یحلف پر ہو تب بھی درست ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ اس صورت میں عدم جبر کی غائت اقامة بینه بن جائیگی اور مطلب یہ ہوگا کہ جب مشتری وجود عیب پر بینہ قائم کر دے تو اس کو ادائیگی ثمن پر مجبور کیا جائیگا اور ظاہر ہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ عدم جبر سے مراد عدم جبر بشرط وجوب الثمن بحکم البیع ہے معنی یہ ہے کہ مشتری کو ادائیگی ثمن پر اس شرط کے ساتھ کہ وہ ثمن بحکم البیع واجب ہو مجبور نہ کیا جائیگا حتیٰ کہ دو باتوں میں کوئی ایک بات پائی جائے، یا تو بائع اس بات پر قسم کھالے کہ کوئی عیب نہیں تھا تو اب مشتری کو ادائیگی پر مجبور کریں گے، یا پھر مشتری وجود عیب پر بینہ قائم کرے تو اب بیع فسخ ہو جائیگی اور ثمن واجب نہ رہیگا تو عدم جبر بشرط وجوب الثمن بحکم البیع کی انتہاء ہو جائیگی یعنی اب مشتری کو اقامت بینہ کے بعد ثمن کی ادائیگی پر، درآنحالیکہ وہ واجب ہو بحکم البیع، مجبور نہ کیا جائیگا، فلا اشکال۔

وعندَ غيبةِ شهودِه دُفِعَ الثمنُ اِن حَلفَ بائعُه ولزِمَ عيبُه اِن نَكَلَ اى اِن قَال المشترى شُهودِى غُيَّبٌ دَفَعَ الثمنَ اِن حلَفَ بائعُه اَن لا عيبَ واِن نكَل البائعُ ثبتَ العيبُ .

ترجمہ: اور اس کے گواہوں کے غائب ہونے کے وقت ثمن دے دیئے جائیں گے اگر اس کا بائع قسم اٹھالے، اور اس کا عیب لازم ہو جائیگا اگر قسم سے انکار کر دے، یعنی اگر مشتری نے کہا میرے گواہ غائب ہیں تو ثمن ادا کیے جائیں گے، اگر اس کا بائع قسم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اٹھاتا ہے اس بات پر کہ کوئی عیب نہیں، اور اگر بائع قسم سے انکار کردے تو عیب ثابت ہوجائیگا۔

01

توضیح: (وعند... الخ): مشتری نے مبیع میں عیب کا دعوی کیا، جب اس سے بینہ طلب کی گئی تو اس نے کہا کہ میرے گواہ غائب ہیں مثلاً شام میں ہیں، تو ان گواہوں کے آنے کا انتظار نہ کیا جائے گا بلکہ بائع کو یوں کہا جائے گا کہ قسم اٹھالے اس بات پر کہ عیب نہیں ہے، اگر وہ قسم اٹھالے تو مشتری ثمن ادا کرے گا اور اگر وہ قسم سے انکار کردے تو اب عیب ثابت ہوجائے گا۔ لہٰذا مبیع واپس کی جائیگی، اگر بائع عدم عیب پر قسم اٹھالے تو مشتری ثمن اس لیے ادا کریگا کہ اگر مشتری کے گواہوں کا انتظار کیا جائے تو اس میں بائع کا ضرر ہے اور ادائیگی ثمن میں اگرچہ مشتری کا ضرر ہے لیکن زیادہ ضرر نہیں ہے اس لیے کہ مشتری کے جب گواہ آجائیں گے اور عیب کے وجود پر گواہی دیں گے تو مشتری مبیع واپس کرکے اپنا ثمن واپس لے سکتا ہے، اور اگر بائع قسم سے انکار کردے تو عیب اس لیے ثابت ہوجائیگا کہ اگر بائع قسم سے انکار کردے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مبیع میں عیب ثابت ہے۔

فإنِ ادّعی اباقَه اَقَامَ بینةً اولاً اَنَّه ابَقَ عنده ثم حُلِّفَ بائعُه باللّٰهِ لقد باعَه وسلَّمَه وماابَقَ قطُّ او باللّٰهِ ماله حقُ الرَّدِ علیک مَن دعوی هذه اوباللّٰهِ ماابقَ عندک قطُّ لا باللّٰهِ لقد باعَه ومابه هذاالعیبُ ولا باللّٰهِ لقد باعَه وسلَّمه ومابه هذا العیبُ انما لم یُحَلَّف بهذین الطریقینِ اِذ فی الاولِ یُمکِنُ اَن لا یکونَ العیبُ وقتَ البیعِ فیَحدِّثُ بعدَ البیعِ قبلَ التسلیمِ وعلی هذا التقدیرِ للمشتری حقُّ الردِ ایضاً واَمَّا فی الثانی فَلَا نَّ البائعَ یُمکنُ ان یُوَوّلَ کلامَه بان یکونَ المرادُ اَنَّ العیبَ لم یکن موجوداً عند البیعِ والتسلیم بِمعنی ان وجودَ العیبِ عندَ کلِ واحدٍ منهما منتفٍ فیُمکِنُ اَنَّه کانَ موجوداً عند التسلیم لا البیعِ فان قلتَ هذاالاحتمالُ ثابتٌ فی قولِه لقد باعه وسلَّمه وما ابق قطُّ ای وُجِدَ کلُ واحدٍ منهما وماابق عندَ وجودِ کلِّ واحدٍ فیُمکِنُ انه قد ابَق عند وجودِ التسلیمِ لا البیعِ قلتُ کلمةُ قطُّ تُنافِی هذا المعنی لانَهاموضوعةٌ لعمومِ السلبِ فی الماضی وذالکَ المعنی هو سلبُ العمومِ .

ترجمہ: پس اگر دعوی کیا غلام کے بھاگ جانے کا تو اولاً اس بات پر بینہ قائم کرے کہ وہ اس کے پاس سے بھاگ گیا ہے، پھر اسکے بائع سے قسم لی جائے کہ اللہ کی قسم اس نے اسے بیچا اور اسے حوالے کیا حالانکہ یہ کبھی نہیں بھاگا، یا اللہ کی قسم اس (مشتری) کیلئے کوئی حق نہیں تجھ پر واپس لوٹانے کا اپنے اس دعوی کی وجہ سے، یا اللہ کی قسم یہ تیرے پاس سے کبھی نہیں بھاگا، نہ کہ اللہ کی قسم اس نے اسے بیچا حالانکہ اس میں یہ عیب نہیں تھا، اور نہ اللہ کی قسم اس نے اسے بیچا اور حوالے کیا حالانکہ اس میں یہ عیب نہیں تھا، نہیں ہے سوائے اس کے کہ حلف نہیں لیا جائیگا ان دو طریقوں کے ساتھ اس لیے کہ پہلی صورت میں ممکن ہے کہ عیب بیع کے وقت نہ ہو پس پیدا ہوجائے بیع کے وقت سپردگی سے پہلے اور اس تقدیر پر بھی مشتری کو واپسی کا حق ہوتا ہے، اور بہرحال دوسری صورت میں پس اسلئے کہ بائع ممکن ہے کہ وہ اپنے کلام میں تاویل کرے بایں طور کہ مراد یہ ہو کہ عیب، بیع اور سپردگی کے وقت موجود نہیں تھا بایں معنی کہ عیب کا وجود ان دونوں کے وقت منتفی تھا پس ممکن ہے کہ وہ سپردگی کے وقت موجود ہو نہ کہ بیع کے وقت، پس اگر تم کہو کہ یہ احتمال ثابت ہے مصنفؒ کے اس قول ''لقد باعه وسلمه وماابق قط'' میں یعنی پائی گئی ان دونوں (بیع اور تسلیم) میں ہر ایک چیز حالانکہ یہ نہیں بھاگا ان میں ہر ایک کے وجود کے وقت پس ممکن ہے کہ وہ تحقیق بھاگا ہو تسلیم کے وقت نہ کہ بیع کے وقت، تو میں کہوں گا کہ کلمہ قط اس معنی کے منافی ہے اسلئے کہ قط موضوع ہے ماضی میں عموم سلب کے لیے اور وہ معنی سلب العموم کا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

توضیح: (فان ادعی... الخ): مشتری نے غلام خریدا اور پھر دعوی کیا کہ وہ غلام بھاگ گیا ہے تو پہلے تو مشتری بینہ قائم کرے اس بات پر کہ وہ غلام مجھ سے بھاگ گیا ہے، پھر اسکے بعد بائع سے قسم اٹھائی جائیگی، شارح نے قسم کے پانچ طریقے ذکر کیے ہیں اور کہا کہ تین طریقے درست ہیں اور دو طریقوں سے قسم نہیں لی جائیگی، وہ تین طریقے جو درست ہیں یہ ہیں: پہلا طریقہ یہ ہے کہ کہے: **باللّٰہ لقد بعت وسلمت ومابق قط** کہ اللہ کی قسم میں نے بیچا اور سپرد کیا اور وہ کبھی نہیں بھاگا، اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کہے: **باللّٰہ مالمشتری هذا حق الرد علی من دعواه** کہ اللہ کی قسم اس مشتری کیلئے مجھ پر اس غلام کو لوٹانے کا حق اپنے اس دعوی کیوجہ سے نہیں ہے، اور تیسرا طریقہ ہے کہ کہے: **باللہ مابق عند المشتری هذا قط** کہ اللہ کی قسم یہ غلام اس مشتری سے کبھی نہیں بھاگا، اور جو طریقے درست نہیں وہ یہ ہیں ایک یہ ہے کہ کہے: **باللّٰہ لقد بعت وما به هذا لعیب** کہ اللہ کی قسم میں نے بیچا اس حال میں کہ اس میں یہ عیب نہیں تھا، اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کہے: **لقد بعت و سلمت وما به هذا العیب** کہ میں نے بیچا اور سپرد کیا اس حال میں کہ اس میں یہ عیب نہیں تھا۔

ان آخری دو طریقوں کے ساتھ تحلیف کیوں درست نہیں، اس کو سمجھنے سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ بسا اوقات عیب بیع کے وقت موجود نہیں ہوتا لیکن تسلیم مبیع یعنی مبیع کی سپردگی کے وقت پیدا ہو جاتا ہے، اور مشتری جس طرح اس عیب کی وجہ سے مبیع واپس کر سکتا ہے جو عیب بیع کے وقت ہو اسی طرح اس عیب کی وجہ سے بھی مبیع واپس کر سکتا ہے جو تسلیم (مبیع کی سپردگی) کے وقت پیدا ہو، اب ہم کہتے ہیں کہ پہلا طریقہ اس لیے درست نہیں کہ جب اس بائع نے کہا: **بعت ومابه هذا لعیب** کہ میں نے بیچا اس حال میں کہ اس میں یہ عیب نہیں تھا، تو ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی اس قسم میں سچا ہو کہ بیع کے وقت عیب نہیں تھا لیکن ہو سکتا ہے کہ تسلیم (مبیع کی سپردگی) کیوقت عیب پیدا ہو گیا ہو حالانکہ اس صورت میں بھی واپسی کا خیار ہوتا ہے، پس اگر بائع اس طریقے سے قسم اٹھائے اور اس کی قسم کو معتبر مان لیا جائے مشتری مبیع واپس نہیں کر سکے گا ظاہر ہے اس میں مشتری کا ضرر ہے، لہٰذا یہ طریقہ درست نہیں ہے، اور دوسرا طریقہ اس لیے درست نہیں کہ جب بائع نے کہا: **بعت وسلمت وما به هذا لعیب** کہ میں نے بیچا اور تسلیم کیا درآنحالیکہ اس میں یہ عیب نہ تھا، تو بائع اپنی کلام کی تاویل کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ میرے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ یہ عیب بیع اور تسلیم دونوں کے وقت موجود نہ تھا، تو ہو سکتا ہے یہ بات ٹھیک ہو کہ بیع اور تسلیم دونوں کیوقت یہ عیب نہ ہو ہاں تسلیم کے وقت یہ عیب ہو اور بیع کے وقت نہ ہو اور ایسے حال میں بھی واپسی کا خیار ہوتا ہے پس اگر بائع اس طریقے سے قسم آٹھالے اور اس کی قسم کا عتبار بھی کر لیا جائے تو مشتری مبیع واپس نہیں کر سکے گا، ظاہر ہے اسمیں بھی مشتری کا ضرر ہے لہٰذا یہ طریقہ بھی درست نہیں ہے، اور پہلے تین طریقوں میں چونکہ بائع کی طرف سے دھوکہ اور غلطی کا احتمال نہیں ہے اس لیے وہ درست ہیں۔

(فان قلت... الخ): یہ ایک اعتراض اور اس کا جواب ہے، اعتراض یہ ہے کہ بعینہ یہی احتمال کہ شاید عیب تسلیم کے وقت ہو بیع کے وقت نہ ہو، پہلے احتمال میں یعنی **لقد بعت وسلمت وما ابق قط** میں بھی پایا جاتا ہے کہ اس کا معنی ہے میں نے بیچا اور سپرد کیا اور بیع اور تسلیم دونوں کے وقت عیب موجود نہ تھا، بلکہ یہ عیب فقط تسلیم کے وقت ہو بیع کیوقت نہ ہو تو چاہیے کہ یہ طریقہ بھی جائز نہ ہو، تو شارح نے اسکا جواب دیا کہ کلمہ قط اس معنی کے منافی ہے جو آپ نے بیان کیا، اس لیے کہ یہ ماضی میں **عموم السلب** کے لیے موضوع ہے، تو اب اس کا معنی یہ ہوا میں نے بیچا اور سپرد کیا درآنحالیکہ یہ غلام بیع اور تسلیم میں سے کسی وقت نہیں بھاگا اب اس صورت میں کوئی قباحت نہیں، اور آپ نے جو معنی بیان کیا ہے وہ **سلب العموم** والا ہے کہ میں نے بیچا اور سپرد کیا درآنحالیکہ یہ عیب دونوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے وقت موجود نہ تھا یعنی احتمال ہے کہ صرف مبیع کی سپردگی کے وقت یہ عیب موجود تھا حالانکہ کلمہ قط اس کے لیے موضوع نہیں ہے۔

01

وعندَ عدمِ بینةِ المشتری علی العیبِ عنده یُحَلَّفُ بائعُه عنده انَّه ما تَعلمُ انَّه ابق عنده واختلفوا علی قولِ ابی حنیفةؒ قد ذُکِرَ اَنَّ المشتری اَقامَ بینةً اولًا اَنَّه ابقَ عنده فَاِن لم تکُن له بینةً یُحلَّفُ البائعُ عندهما اِنَّکَ ماتَعلَمُ اَنَّه اَبَق عندَ المشتری لقولِه علیه السلام: البینةُ علی المدعی والیمینُ علی من انکرَ. فکلُّ شئٍ یَثبتُ بالبینةِ فعند العجزِ عنهایَتوَجَّهُ الیمینُ علی المنکرِ واختلفَ المشائخُ علی قولِ ابی حنیفةؒ ووجهُ عد مِ الاستحلافِ انَّ الیمینَ لا یتوجهُ الا علی الخصمِ ولا یصیرُ خصماً الا بعدَ قیا مِ العیبِ عنده فلا یُمکنُ اثباتُ هذا بالحلفِ لاَ نَّه دورٌ اَمَّا البینةُ فقد تُقامُ لِیصیرَ خصماً لکن لا یَحلِفُ لیصیرَ خصماً والفرقُ اَنَّ وجوبَ الحلفِ ضررٌ فاذا لم یکُن خصماً فلا وجهَ لالزامِ الضررِ علیه بخلافِ اقامةِ البینةِ اذالمُدَّعی مُختارٌ فی اقامتِها فهی اهوَنُ من الزامِ الضررِ علیه فَجُعِلَ اقامةُ البینةِ طریقاً لاثباتِ کونِه خصماً لا التحلیفُ .

ترجمہ: اور مشتری کے بینہ کے نہ ہونے کے وقت مشتری کے پاس عیب پر اس کے بائع سے قسم لی جائیگی صاحبین کے نزدیک کہ تم نہیں جانتے کہ وہ غلام اس (مشتری) کے پاس بھاگا ہے، اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے امام صاحب کے قول پر، تحقیق ذکر کیا گیا کہ مشتری اولاً اس بات پر بینہ قائم کرے کہ کہ وہ اسکے پاس سے بھاگا ہے، پس اگر اس کے پاس بینہ نہ ہو تو بائع سے قسم لی جائیگی صاحبین کے نزدیک کہ تم نہیں جانتے کہ وہ مشتری کے پاس سے بھاگا ہے بوجہ نبی ﷺ کے اس قول کے کہ بینہ مدعی پر ہوتا ہے اور یمین اس پر ہوتی ہے جو انکار کرے۔ پس ہر وہ چیز جو بینہ سے ثابت ہو پس اس سے عاجز ہونے کے وقت یمین منکر پر متوجہ ہوتی ہے، اور مشائخ نے امام صاحب کے قول پر اختلاف کیا ہے، قسم نہ لینے کی وجہ یہ ہے کہ یمین متوجہ نہیں ہوتی مگر خصم پر اور بائع خصم نہیں ہوگا مگر مشتری کے پاس عیب کے قیام کے بعد پس ممکن نہیں ہوگا اس کو خصم ثابت کرنا قسم کیساتھ اسلئے کہ یہ دور ہے بہرحال بینہ پس تحقیق قائم کی جاتی ہے تاکہ وہ خصم بن جائے لیکن قسم نہیں لی جائیگی پس وہ خصم بن جائیگا اور فرق یہ ہے کہ قسم کو واجب کرنا ضرر ہے پس جب وہ خصم نہیں ہے تو کوئی وجہ نہیں اس پر ضرر کو لازم کرنے کی، بخلاف بینہ قائم کرنے کے کیونکہ مختار ہوتا ہے اس کو قائم کرنے میں پس اقامت بینہ آسان ہے اس پر ضرر لازم کرنے سے پس بنایا جائیگا اقامۃ بینہ کو طریقہ بائع کو خصم ثابت کرنے کے لیے نہ کہ قسم لینے کو۔

(وعند... الخ): اگر مسئلہ مذکورہ میں مشتری کے پاس بینہ نہ ہو اس بات پر کہ وہ غلام مجھ سے بھاگ گیا ہے تو صاحبین کے قول کے مطابق بائع یوں قسم اٹھائیگا کہ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ وہ غلام مشتری سے بھاگ گیا ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **البینة علی المدعی والیمین علی من انکر** وجہ استدلال یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو بینہ سے ثابت ہو جب مدعی اس کو بینہ سے ثابت کرنے سے عاجز آجائے تو منکر پر یمین متوجہ ہوتی ہے اور یہاں بھی ایسا ہے کہ مشتری وجود عیب کا مدعی ہے وہ بینہ کے ساتھ عیب کو ثابت کرنے سے عاجز ہے لہٰذا بائع سے قسم لی جائیگی کیونکہ وہ منکر ہے۔ البتہ امام صاحب کا مذہب کیا ہے تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ ان کا قول بھی صاحبین کے قول کی طرح ہے کہ بائع سے قسم لی جائیگی اور بعض کہتے ہیں کہ ان کا قول یہ ہے کہ بائع سے قسم نہیں لی جائیگی۔

(ووجہ... الخ): امام صاحب کا یہ قول کہ بائع قسم اٹھائے اس قول کی توجیہ کی تو ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اس کی توجیہ وہی ہے جو صاحبین کی طرف سے شارح نے پیچھے بیان کی ہے، اس لیے شارح امام صاحب کے اس قول کی کہ بائع قسم نہ اٹھائے، کیوجہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بیان کرتے ہیں، حاصل یہ ہے کہ حلف خصم سے لیا جاتا ہے اور بائع خصم نہیں ہے لہٰذا اس سے حلف نہیں لیا جائیگا۔ باقی رہی یہ بات کہ بائع خصم کیوں نہیں؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بائع اس وقت خصم ہوگا جب مشتری کے پاس عیب کا وجود ثابت ہو اور ثبوت عیب کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں ۱۔ مشتری بینہ قائم کرے ۲۔ بائع کو کہا جائے کہ قسم اٹھاؤ اور وہ قسم سے انکار کردے، اور یہاں دونوں صورتیں ممکن نہیں، پہلی صورت تو اس لیے ممکن نہیں ہے کہ صورت مذکورہ میں مشتری بینہ سے عاجز ہے اور دوسری صورت میں اس لیے جائز نہیں کہ اس صورت میں دور لازم آئیگا وہ اس طرح کہ اگر یہ کہا جائے کہ عیب کا ثبوت اس وقت ہوگا جب بائع قسم سے انکار کردے تو وجود عیب بائع کے حلف پر موقوف ہوگا اور بائع کا حلف مشتری کے دعوی پر موقوف ہے اور مشتری کا دعوی وجود عیب پر موقوف ہے، تو وجود عیب وجود عیب پر موقوف ہوا اور یہ دور ہے لہٰذا بائع سے قسم نہیں لی جائیگی۔

(واما البینۃ... الخ) یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ جب بائع خصم نہیں ہے تو مشتری مدعی نہ ہوا تو مشتری پر بینہ کیوں لازم کی گئی؟ اس لیے کہ بینہ تو مدعی پر لازم ہوتی ہے، تو اس کا جواب دیا کہ مشتری پر جو بینہ لازم کی گئی ہے تو وہ مشتری کے دعوی کو ثابت کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ بائع کو خصم ثابت کرنے کے لیے ہے تاکہ بینہ کے بعد بائع خصم بن جائے اور پھر قسم اٹھائے۔

(لکن لا..... الخ) یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ اس کی کیا وجہ کہ بائع کو خصم بنانے کے لیے یہ کہا گیا کہ مشتری بینہ قائم کرے اس کو خصم بنانے کے لیے یہ کیوں نہ کہا گیا کہ وہ قسم اٹھائے؟ تو اس کا جواب دیا کہ تحلیف کو اختیار نہیں کیا گیا اس لیے کہ اقامت بینہ اور تحلیف میں فرق ہے، وہ یہ ہے کہ اگر بائع پر حلف کو واجب کریں تو بائع کا ضرر ہے اور اگر مشتری پر بینہ کو لازم کریں تو مشتری کا کوئی ضرر نہیں، تحلیف کی صورت میں بائع کا ضرر اس لیے ہے کہ اگر بائع پر قسم کو لازم کیا جائے یا وہ خود عیب کا اقرار کرے تو اس کے لیے مشتری سے فرار ممکن نہیں اب بائع مشتری سے جان نہیں چھڑا سکے گا بلکہ اس پر لازم ہوگا کہ وہ مبیع واپس لے لے اور مشتری کو اس کا ثمن واپس کردے، اور بینہ مشتری پر واجب کرنے کی صورت میں اس کے لیے ضرر اس لیے نہیں ہے کہ وہ مشتری کے اپنے اختیار میں ہے چاہے تو بینہ قائم کرے چاہے تو بالکل دعوی چھوڑ دے تو اسکے ذمہ بینہ کا ہونا اس پر کوئی الزام نہیں ہے بلکہ اس نے خود التزام کیا ہے، جب تحلیف کی صورت میں بائع کا ضرر ہے اور اقامت بینہ میں مشتری کا کوئی ضرر نہیں اس لیے بائع کو خصم بنانے کے لیے اقامت بینہ کو اختیار کیا گیا۔ اور تحلیف کو اختیار نہیں کیا گیا اس لیے کہ اقامت بینہ کی مشقت الزام ضرر سے آسان ہے۔

ولو قال البائعُ بعد التقابضِ: بعتُکَ هذاالمعيبَ معَ آخرَ وقال المشترى: بل هذا وحدَه فالقولُ له اى اذا ظهَر فى المبيعِ بعد التقابضِ عيبٌ فَيرَدُّ المشترى ويطلُبُ الثمنَ فيقولُ البائعُ: هذا الثمنُ مقابلٌ بهذا الشئ مع شئٌ آخرَ ويقولُ المشترى بل هو: مقابلٌ بهذا الشئ وحدَه فالقولُ له معَ اليمينِ لانَّ الاختلافَ وقعَ فى مقدارِ المقبوضِ فالقولُ للقابضِ كما فى الغصبِ وكذا اذا اتفَقَا فى قد رِ المبيعِ واختلفَا فى المقبوضِ اى اتفقا فى ان المبيعَ شيْانِ واختلفا فى المقبوضِ فقال المشترى قبضتُ احدَهُما فقط وقالَ البائعُ بل قبضتَهما فالقولُ للمشترى على ما مرَّ .

ترجمہ: اور اگر بائع نے کہا باہمی قبضے کے بعد: میں نے تمہیں یہ عیب دار چیز فروخت کی تھی دوسری شے کے ساتھ، اور مشتری نے کہا بلکہ تم نے فقط یہی فروخت کی تھی تو قول اسی کا معتبر ہوگا۔ یعنی جب مبیع میں تقابض کے بعد عیب ظاہر ہوجائے پس مشتری اسے واپس کرے اور ثمن کا مطالبہ کرے پھر بائع یہ کہے کہ یہ ثمن اس شے کے مقابلے میں ہیں دوسری شے کے ساتھ اور مشتری یہ کہے کہ بلکہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یہ ثمن اسی شے کے مقابلے میں ہیں تو قول اسی کا معتبر ہوگا یمین کے ساتھ اس لیے کہ اختلاف واقع ہوگیا ہے مقبوض کی مقدار میں تو قول قابض کا معتبر ہوگا جیسا کہ غصب میں۔ اور اسی طرح حال ہوگا جب دونوں متفق ہو جائیں مبیع کی مقدار میں اور اختلاف کریں مقبوض میں یعنی اتفاق کرلیا اس بات میں کہ مبیع دو چیزیں تھیں اور مقبوض میں اختلاف کیا پس مشتری نے کہا میں نے فقط ایک پر قبضہ کیا تھا، اور بائع نے کہا بلکہ تم نے دو پر قبضہ کیا تھا تو قول مشتری کا ہوگا جیسا کہ گزرا۔

توضیح: (ولو قال... الخ): مشتری نے مبیع پر اور بائع نے ثمن پر قبضہ کرلیا اس کے بعد مشتری کے پاس مبیع میں عیب ظاہر ہوگیا چنانچہ وہ مبیع کو واپس کرنا چاہتا ہے تاکہ اپنا ثمن بائع سے وصول کرے، اور بائع کہتا ہے کہ میں نے تمہیں وہ مبیع جو عیب دار ہے، تمہیں دوسری چیز سمیت بیچی تھی لہٰذا وہ ثمن دو چیزوں کے مقابلے میں ہے جبکہ مشتری کہتا ہے کہ تم نے مجھے فقط عیب دار مبیع فروخت کی تھی لہٰذا ثمن فقط اسکے مقابلے میں ہے، دراصل بائع کا مقصد یہ ہے کہ وہ کم ثمن واپس کرے اور مشتری پورا ثمن واپس لینا چاہتا ہے، تو اس میں مشتری کی بات معتبر ہوگی وجہ اسکی یہ ہے کہ یہاں اس چیز کی مقدار میں بائع اور مشتری کا اختلاف ہے جس پر قبضہ کیا گیا ہے، بائع کہتا ہے کہ تمہارے قبضہ میں دو چیزیں ہیں اور مشتری کہتا ہے کہ میرے قبضہ میں ایک چیز ہے اور مقبوض کی مقدار میں اختلاف ہوجائے تو بات قابض کی معتبر ہوتی ہے، چونکہ قابض مشتری ہے لہٰذا اس کا قول معتبر ہوگا۔

(کما فی... الخ) یہ پچھلے مسئلے کی نظیر ہے کہ ایک آدمی غاصب ہے، مالک نے دعوی کیا کہ تم نے دو غلام غصب کیے ہیں اور غاصب کہتا ہے کہ میں نے ایک غلام غصب کیا ہے، تو غاصب کی بات معتبر ہوگی اس لیے کہ یہاں مقبوض کی مقدار میں اختلاف ہے لہٰذا غاصب کا قول معتبر ہوگا اس لیے کہ وہ قابض ہے۔

(وکذا... الخ): اگر بائع اور مشتری کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مبیع دو چیزیں ہیں، لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ مشتری نے دو پر قبضہ کیا ہے یا ایک پر، بائع کہتا ہے کہ تم نے دو پر قبضہ کیا ہے جبکہ مشتری کہتا ہے کہ میں نے ایک پر قبضہ کیا ہے تو اس میں مشتری کی بات معتبر ہوگی، اس لیے کہ وہ قابض ہے تو یہاں اختلاف مقدار مقبوض میں ہے اور اس جیسی صورتحال میں قابض کی بات معتبر ہوتی ہے۔

ولو اشترى عبدَينِ صفقةً وقبضَ احدَهُما ووَجَد به اوبالآخَرِ عيبًا اخَذَهما اورَدَّهما ولو قبضَهما رَدَّ المعيبَ خاصةً لان الصفقةَ انما تَتِمُّ بالقبضِ فقبل القبضِ لا يجوزُ تفريقُ الصفقةِ وبعدَ القبضِ يجوزُ وكيلىٌ اووزنىٌ قبضَ اِن وَجَدَ ببعضِه عيبًا رَدَّ كُلَّه اواَخَذَه لانَّه اذا كانَ من جنسٍ واحدٍ فهو كشئٌ واحدٍ و قيلَ: هذا اذا كانَ فى وعاءٍ واحدٍ حتى لو كانَ فى وعائينِ فهو بمنزلةِ عبدينِ فيَرُد الوعاءَ الذى فيه المعيب.

ترجمہ: اور اگر دو غلام خریدے ایک ہی عقد میں اور ان میں سے فقط ایک پر قبضہ کیا اور اس میں یا دوسرے میں عیب کو موجود پایا تو ان دونوں کو لے لے یا دونوں واپس کردے، اور اگر دونوں پر قبضہ کرلیا تھا تو خاص طور پر عیب دار واپس کردے اس لیے کہ سودا جزیں نیست کہ تام ہوجاتا ہے قبضہ کے ساتھ، پس قبضہ سے پہلے سودے کو متفرق کرنا جائز نہ ہوگا اور قبضہ کے بعد جائز ہوگا۔ اور کیلی اور وزنی چیز جس پر قبضہ ہوگیا اگر اس کے بعض میں عیب پایا تو ساری واپس کردے یا ساری لے لے اس لیے کہ جب وہ جنس واحد سے ہو تو شے واحد کی طرح ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہے جب وہ ایک برتن میں ہو حتی کہ اگر وہ دو برتنوں میں ہو تو وہ بمنزلہ دو غلاموں کے ہے لہٰذا وہ برتن واپس کردے جس میں عیب دار مبیع ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

توضیح: (ولو اشتری... الخ) کسی نے دو غلام ایک ہی عقد میں خریدے اور ایک پر قبضہ کیا دوسرے پر نہیں کیا اسکے بعد اسکو ایک غلام میں عیب نظر آیا، خواہ وہ غلام وہی ہو جس پر اس نے قبضہ کیا ہے یا دوسرا ہو تو اس صورت میں یا تو مشتری دونوں غلام اپنے پاس رکھے یا دونوں واپس کرے ایسا نہیں کرسکتا کہ فقط عیب دار غلام واپس کرے اور دوسرا اپنے پاس رکھے، اور اگر مسئلہ مذکورہ میں اس نے دو غلاموں کو خرید کر دونوں پر قبضہ کیا اور پھر ایک میں عیب نظر آیا تو اب فقط عیب دار غلام واپس کریگا۔

ان دونوں صورتوں کے درمیان فرق کی وجہ جاننے سے پہلے تین باتیں سمجھنی چاہئیں۔(۱) عقد اس وقت تام ہوتا ہے جب مکمل مبیع پر قبضہ کرلیا جائے قبضہ سے پہلے عقد تام نہیں ہوتا۔(۲) اگر مبیع متعدد چیزیں ہوں اور مشتری ایک مبیع واپس کرے تو **تفریق الصفقه** ہے (**تفریق الصفقه** کا معنی ہے سودے کا متفرق ہوجانا مثلاً مبیع متعدد اشیاء ہوں اور پھر مشتری ایک چیز میں بیع لازم سمجھتے ہوئے اپنے پاس رکھے اور باقی بائع کو واپس کردے) ۔ (۳) **تفریق الصفقه** عقد کے تام ہونے کے بعد جائز ہے اور عقد کے تام ہونے سے پہلے جائز نہیں، اب فرق کی وجہ یہ ہے کہ پہلی صورت میں چونکہ دونوں غلاموں پر قبضہ نہیں کیا تھا تو عقد تام نہ ہوا پس اگر ایک غلام واپس کریگا تو **تفریق الصفقه** عقد کے تام ہونے سے پہلے لازم آئیگا جو کہ جائز نہیں لہٰذا دونوں غلام واپس کرے یا دونوں اپنے پاس رکھے، اور دوسری صورت میں اسنے دونوں غلاموں پر قبضہ کرلیا۔ لہٰذا عقد تام ہوگیا پس اگر ایک غلام واپس کرے تو یہ **تفریق الصفقه** عقد کے تام ہونے کے بعد ہے جو کہ جائز ہے لہٰذا ایک غلام جو کہ عیب دار ہے واپس کریگا۔

(وکیلی... الخ): کیلی یا وزنی چیز خریدی پھر قبضہ کرلیا پھر اسکے بعض میں عیب ظاہر ہوگیا تو اب یا تو ساری مبیع واپس کرے یا ساری اپنے پاس رکھے، ایسا نہیں کرسکتا کہ فقط عیب دار واپس کرے، اس لیے کہ وہ کیلی یا وزنی ایک ہی جنس سے ہے مثلاً فقط گندم ہے یا فقط جو ہے اور کیلی چیز جب جنس واحد سے ہو تو وہ شئے واحد کی طرح ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر اپنے پاس رکھے گا تو ساری رکھے گا، اور اگر واپس کریگا تو ساری واپس کریگا۔ ہاں اگر وہ کیلی یا وزنی دو جنسوں سے ہو مثلاً ایک کر گندم ہے اور ایک کر جو ہے تو گندم میں مثلاً عیب نظر آیا تو اسکا حکم دو غلاموں والا ہے جیسا کہ اوپر گزرا کہ اگر دونوں پر قبضہ کرلیا تو تفریق جائز ہے ورنہ نہیں یعنی اگر قبضہ کرلیا ہو تو فقط گندم واپس کرسکتا ہے اور اگر قبضہ نہیں کیا تو دونوں واپس کرے یا دونوں اپنے پاس رکھے۔

(وقیل--- الخ): بعض حضرات کا فتوی نقل کرتے ہیں کہ یہ تفصیل مذکور کہ ساری کیلی یا وزنی چیز واپس کرے یا ساری اپنے پاس رکھے، اس وقت ہے جب وہ کیلی یا وزنی چیز ایک ہی ظرف میں ہو اور اگر دو ظرفوں میں ہو اور ایک ظرف میں عیب ظاہر ہو تو اب فقط عیب دار واپس کریگا، لیکن یہ درست نہیں بلکہ وہ چیز اگر جنس واحد سے ہو تو شے واحد ہوگی خواہ ظرف ایک ہو یا متعدد، اس لیے کہ ظرف کا اس میں کوئی اثر نہیں ہے لہٰذا تفریق جائز نہ ہوگی بلکہ کل مبیع واپس کرے یا کل مبیع اپنے پاس رکھے۔

ولَوِ استُحِقَّ بعضُه لَم يَرُدَّ باقيَه بخلافِ الثوبِ لانه لا يضُّره التبعيضُ والاستحقاقُ لا يمنعُ تما مَ الصفقةِ لان تمامَها برضاء العاقدينِ وهذا بعدَ القبضِ اما لوِ استُحِقَّ البعضُ قبلَ القبضِ فللمشترى حقُ الفسخِ فى الباقى لتفريقِ الصفقةِ قبل التمامِ اَمَّا فى الثوبِ فالتبعيضُ يضُرُّه فله الخيارُ فى الباقى.

ترجمہ: اور اگر اس کے بعض کا استحقاق ہوگیا تو اس کے باقی کو واپس نہ لوٹائے بخلاف کپڑے کے، اس لیے کہ اس کے لیے تبعیض (حصہ حصہ کرنا) نقصان دہ نہیں ہے اور استحقاق سودے کے تام ہونے سے مانع نہیں ہوتا اس لیے کہ اس کا تام ہونا عاقدین کی رضاء کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ تفصیل قبضے کے بعد ہے اور اگر بعض کا استحقاق ہوگیا قبضے سے پہلے تو مشتری کو فسخ کا حق ہوگا بوجہ سودے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے متفرق ہوجانے کے تام ہونے سے پہلے۔ بہرحال کپڑے میں پس تبعیض اس کے لیے مضر ہے لہٰذا اس کو باقی میں خیار ہوگا۔

01

توضیح: (ولو استحق... الخ) کسی نے کیلی یا وزنی چیز خریدی اور اسپر قبضہ کرلیا پھر اس کے بعض کا کوئی مستحق نکل آیا تو وہ بعض اس مستحق کو دے دیا گیا اب جو باقی بچا ہے اس کو مشتری واپس نہیں کرسکتا، اور اگر کپڑا خریدا اس پر قبضہ کرلیا پھر اس کے بعض کا کوئی مستحق نکل آیا وہ بعض کپڑا اس مستحق کو دے دیا گیا تو باقی ماندہ کپڑا مشتری واپس کرسکتا ہے، ان دونوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ جب مستحق کو استحقاق کی وجہ سے بعض مبیع دے دی گئی تو مبیع میں تشقیص اور تبعیض پیدا ہوگئی یعنی مبیع تقسیم ہوگئی اور یہ تبعیض کیلی یا وزنی شے کے لیے نقصان دہ نہیں ہے کپڑے کے لیے نقصان دہ ہے پس کیلی یا وزنی شے میں استحقاق کی وجہ سے مشتری کو کوئی نقصان نہیں لہٰذا، وہاں اسے باقی کو واپس کرنے کا خیار نہ ہوگا۔ اور کپڑے میں استحقاق کی وجہ سے مشتری کو نقصان ہے اس لیے باقی ماندہ کپڑا واپس کرنے کا اسے خیار حاصل ہوگا۔

(والاستحقاق... الخ): یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ کیلی یا وزنی شے میں بھی مشتری کو بعض کے استحقاق کے بعد باقی چیز واپس کرنے کا حق حاصل ہونا چاہیے اس لیے کہ مشتری پر عقد کے تام ہونے سے پہلے صفقہ متفرق ہو چکا ہے اور عقد کے تام ہونے سے پہلے مشتری پر اگر سودا متفرق ہوجائے تو وہ عقد کو ختم کرکے مبیع واپس کرسکتا ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ مشتری پر عقد کے تام ہونے سے پہلے تفرق صفقہ کیسے ہوگیا ہے تو وہ اس طرح کہ عقد، مستحق کی رضاء کے ساتھ تام ہوتا ہے اور یہاں مستحق بیع پر راضی نہیں تھا، اسی لیے تو اس نے بعض مبیع جس پر اس کا استحقاق تھا مشتری سے واپس لے لی ہے پس عقد تام نہ ہوا تھا کہ مشتری سے بعض مبیع کو واپس لے لیا گیا۔ تو مشتری پر عقد کے تام ہونے سے پہلے سودا متفرق ہوگیا۔ تو شارح نے اس کا جواب دیا کہ استحقاق تمام عقد سے مانع نہیں اس لیے کہ عقد عاقدین کی رضامندی کے ساتھ تام ہوتا ہے نہ کہ مالک یعنی مستحق کی رضاء کے ساتھ اور عاقدین راضی تھے جب عاقدین راضی تھے تو عقد تام ہوگیا اس کے بعد مشتری سے بعض مبیع کو واپس لے لیا گیا اور مستحق کو دے دی گئی لہٰذا مشتری پر تفرق صفقہ عقد کے تام ہونے کے بعد ہوا، نہ کہ عقد کے تام ہونے سے پہلے۔ **فلا اشکال**

(وھذا... الخ): یہ تفصیل مذکور اس وقت ہے جب مبیع پر قبضہ کرچکا ہو، لیکن اگر مشتری نے ابھی تک مبیع پر قبضہ نہیں کیا اور استحقاق بعض مبیع میں ثابت ہوگیا تو اب باقی ماندہ مبیع میں مشتری کو فسخ کا حق حاصل ہوگا، اس لیے کہ اس صورت میں مشتری پر تفرق صفقہ عقد کے تام ہونے سے پہلے لازم آرہا ہے اور اس جیسی صورت میں مشتری کو فسخ کا حق حاصل ہوتا ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ مشتری پر کیسے تفرق صفقہ عقد کے تام ہونے سے پہلے لازم آتا ہے؟ تو وہ اس طرح کہ عقد قبضہ کے بعد تام ہوتا ہے اور مشتری نے یہاں ابھی تک قبضہ نہیں کیا تھا کہ بعض مبیع پر استحقاق ثابت ہوگیا تو عقد کے تام ہونے سے پہلے مشتری پر سودا متفرق ہوگیا۔

ومُداواةُ المعيبِ وركوبُه في حاجتِه رضاءٌ ولو رَكِب لرَدِّه اوسقيه اوشراءِ علفِه ولا بُدله منه فلا.

ترجمہ: اور عیب دار جانور کا علاج کرنا اور اس پر اپنی ضرورت کے لیے سواری کرنا رضاء ہے اور اگر اس پر سوار ہوا اس کو واپس کرنے کے لیے یا اس کو پانی پلانے کے لیے یا اس کا چارہ خریدنے کے لیے اور اس کے لیے سوار ہونا ضروری تھا تو (یہ رضاء) نہیں۔

توضیح: (ومداواة... الخ): کسی نے جانور خریدا پھر اس کے عیب پر مطلع ہوگیا، اس کے بعد اس کا علاج شروع کیا یا اپنے کسی کام سے اس جانور پر سواری کی تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ وہ عیب پر راضی ہے لہٰذا خیار عیب استعمال کرتے ہوئے جانور واپس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں کرسکتا اس لیے کہ اس کا علاج کرنا اور اس پر اپنے کام سے سواری کرنا یہ دلیل ہے کہ وہ اس جانور کو اپنے پاس رکھنے کا ارادہ کرتا ہے اور اگر اس عیب دار جانور پر سواری کی تا کہ اسے واپس کرے یا اس کو پانی پر لے جائے یا اس کا چارہ خریدے تو دیکھیں گے کہ ان صورتوں میں اس پر سواری کیے بغیر کوئی چارہ تھا یا نہیں؟ اگر اس پر سواری کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو مثلاً مشتری پیدل چلنے سے عاجز ہو تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ اس جانور کے عیب پر راضی ہے لہٰذا خیار عیب استعمال کرتے ہوئے واپس کرسکتا ہے، اور اگر سواری کرنا ضروری نہ تھا بلکہ سواری کیے بغیر بھی یہ مذکورہ کام ہوسکتے تھے تو اب ان کاموں کیلئے اس جانور پر سواری کرنا اس کے عیب پر راضی ہونے کی دلیل ہے۔ لہٰذا خیار عیب استعمال کرتے ہوئے مبیع واپس نہیں کرسکتا۔

ولوقُطِعَ بعد قبضِه اوقُتِلَ بسببٍ كانَ عند بائعِه رَدَّه واَخذَ ثمنَه الردُ فی صورةِ القطعِ اَمَّا فی القتلِ فَلا رَدَّ بل اَخذُ ثمنِه عند ابی حنيفةؒ لان هذا بمنزلةِ الاستحقاقِ عنده واَمَّا عندهما فيرجعُ بالنقصانِ لان هذا بمنزلةِ العيبِ فيُقوَّمُ بدونِ هذاالعيبِ ثم بهذا العيبِ فيضمنُ البائعِ تفاوتَ مابينهما كما لواشترى جاريةَ حاملاً فماتت فی يدِه بالولادةِ فانه يرجعُ بفضلِ مابين قيمتِها حاملاً وغيرَ حاملٍ ولابی حنيفةؒ اَنَّ سببَ الهلاكِ كان فی يد البائعِ فاذا هلک فی يدِ المشترى يكونُ مضافًا الى ذالک السببِ بخلافِ الحملِ فان الحملَ ليس سببًاللهلاكِ .

ترجمہ: اگر (غلام کا) ہاتھ کاٹ لیا گیا اس پر قبضہ کرنے کے بعد، یا اسے قتل کر دیا گیا اس سبب سے جو اس کے بائع کے پاس سے تھا تو مشتری اس کو واپس کردے اور اس کا ثمن لے لے، واپس کرنا ہاتھ کاٹنے کی صورت میں ہے بہرحال قتل کی صورت میں، پس واپس کرنا نہیں ہے بلکہ ثمن لینا ہے امام صاحب کے نزدیک، اس لیے کہ یہ بمنزلہ استحقاق کے ہے ان کے نزدیک، اور بہرحال صاحبین کے نزدیک پس وہ نقصان کا رجوع کرے اس لیے کہ یہ بمنزلہ عیب کے ہے پس اس کی قیمت لگائی جائیگی اس عیب کے بغیر پھر اس عیب کے ساتھ پھر بائع ضامن ہوگا ان دونوں کے درمیان تفاوت کا۔ جیسے کہ اگر باندی خریدی درآں حالیکہ وہ حاملہ تھی پس وہ اس کے قبضہ میں ولادت کی وجہ سے ہلاک ہوگئی تو مشتری اس زیادتی کا رجوع کریگا جو اس باندی کی قیمت کے درمیان ہے حاملہ اور غیر حاملہ ہونے کی حالت میں۔ اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ ہلاکت کا سبب بائع کے قبضہ میں تھا پس جب وہ مشتری کے قبضہ میں ہلاک ہوگیا تو وہ منسوب ہوگا اسی سبب کی طرف بخلاف حمل کے کیوں کہ حمل ہلاکت کا سبب نہیں ہے۔

توضیح: (ولوقطع... الخ): غلام خریدا اور پھر اس پر قبضہ کرلیا، اس کے بعد اس کا ہاتھ مشتری کے پاس اس عیب کی وجہ سے کاٹ دیا گیا جو بائع کے پاس پیدا ہوا تھا بایں طور کہ غلام نے بائع کے قبضہ میں چوری کی تھی پھر، مشتری نے اس کو خرید لیا اور مشتری کے قبضے میں اس غلام کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، یا غلام نے بائع کے قبضہ میں رہتے ہوئے کسی کو قتل کیا تھا مشتری کے قبضہ میں آنے کے بعد اس کو قصاصاً قتل کر دیا گیا تو امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ قطع ید والی صورت میں مشتری غلام بائع کو واپس کرے اور ثمن واپس لے لے، اور اس صورت میں جس میں غلام کو قصاصاً قتل کر دیا گیا، مشتری بائع سے صرف ثمن واپس لے لے۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں مشتری رجوع بالنقصان کریگا، وہ اس طرح کہ غلام کی قیمت لگائی جائیگی کہ بدون اس جرم والے عیب کے اس کی کیا قیمت ہے اور اس جرم والے عیب کے ساتھ اس کی کیا قیمت ہے ان دونوں قیمتوں کے درمیان جو تفاوت ہوگا وہ مشتری بائع سے واپس لے سکتا ہے مثلاً اس غلام کے چور نہ ہونے اور قاتل نہ ہونے کی تقدیر پر اس کی قیمت ہزار ہے اور اس کے چور ہونے یا قاتل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہونے کی تقدیر پر اس کی قیمت آٹھ سو ہے تو مشتری دوسو لے سکتا ہے۔صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ یہ بمنزلہ عیب کے ہے کہ جس طرح مشتری مبیع پر قبضہ کرلے اور اس میں عیب پر مطلع ہوجائے اور وہ مبیع کسی وجہ سے نا قابل واپسی ہوجائے تو رجوع بالنقصان ہوتا ہے یہاں بھی ایسے ہے کہ غلام میں قطع یا قتل کے جرم کا عیب تھا اس کے بعد جب اس غلام کو سزا دی گئی تو اب وہ واپسی کے قابل نہیں رہا لہٰذا رجوع بالنقصان ہوگا۔

صاحبین اس مسئلے کو ایک اور مسئلے پر قیاس کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ کسی نے حاملہ باندی خریدی اور اس مشتری کے پاس اس باندی کے بچہ کی پیدائش ہوئی اور ولادت کی وجہ سے وہ مشتری کے پاس مرگئی تو اب یوں ہوگا کہ اسمیں لونڈی کے حاملہ ہونے اور غیر حاملہ ہونے کی تقدیر پر قیمت لگائی جائیگی جو تفاوت ہو اس کا مشتری بائع سے رجوع کریگا، مثلاً حاملہ ہونے کی تقدیر پر اس کی قیمت ہزار ہے اور غیر حاملہ ہونے کی تقدیر پر اس کی قیمت آٹھ سو ہے تو مشتری بائع سے دوسو کا رجوع کرسکتا ہے تو جس طرح اس مسئلے میں مشتری نے رجوع بالنقصان کیا مانحن فیه میں اسی طرح مشتری رجوع بالنقصان کریگا۔اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ ہلاکت کا سبب جو چوری یا قتل ہے بائع کے پاس پایا گیا جب مشتری کے قبضہ میں غلام ہلاک ہوا تو یہ ہلاکت اسی سبب کی طرف منسوب ہوگی جو بائع کے پاس پیدا ہوا تھا گویا ہلاکت بائع کے پاس سے ہوئی اور ہلاکت جب بائع کے پاس ہو تو بیع فسخ ہوجاتی ہے اور ثمن واپس مشتری کو مل جاتا ہے، لہٰذا یہاں بھی مشتری ثمن واپس لے سکتا ہے۔

(بخلاف... الخ): یہ صاحبین کے قیاس کا جواب ہے کہ لونڈی کی ولادت کی وجہ سے ہلاکت والے مسئلے پر اس مسئلے کو قیاس کرنا درست نہیں ہے اس لیے کہ حمل اگرچہ بائع کے پاس سے تھا اور لونڈی مشتری کے پاس مرگئی لیکن حمل سبب ہلاکت نہیں ہے ،لہٰذا اس ہلاکت کو حمل کی طرف منسوب نہ کریں گے اور یوں نہیں کہیں گے کہ چونکہ یہ حاملہ تھی اس لیے مرگئی، بخلاف سرقہ اور قتل کے کہ یہ قطع ید اور قصاص کے سبب ہیں لہٰذا غلام کے قطع ید اور قصاصاً قتل کو سرقہ اور قتل کی طرف منسوب کریں گے اور کہیں گے کہ چونکہ اس غلام نے چوری کی تھی، یا کسی کو قتل کیا تھا اس لیے اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا یا اس کو قصاصاً قتل کردیا گیا۔

ولو باع وبرِئ من كلِ عيبٍ صح وان لم يعُدَّها وعند الشافعيؒ لا يصح بناءً على اصلِه ان البرائةَ عن الحقوقِ المجهولةِ لا يصح عنده وعندنا يصح اذ اسقاطُ المجهولِ لا يضرُّ لانه لا يُفضى الى المنازعةِ ثم هذه البرائةُ تشملُ العيبَ الموجودَ وايضاً العيبَ الحادثَ قبلَ القبضِ عند ابى يوسفؒ وعند محمدؒ لا يشملُ العيبَ الحادثَ .

ترجمہ: اور اگر بیچا اور اس کے ہر عیب سے بری ہوگیا تو صحیح ہے اگرچہ اس نے ان عیبوں کو شمار نہ کیا ہو، اور امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہے بناء کرتے ہوئے اپنی اصل پر کہ حقوق مجہولہ سے براءت ان کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور ہمارے نزدیک صحیح ہے اس لیے کہ مجہول کا اسقاط مضر نہیں ہے اس لیے کہ یہ منازعت کی طرف مفضی نہیں ہے پھر یہ براءت اس عیب کو شامل ہوگی جو موجود ہو اور اس عیب کو بھی جو قبضہ سے پہلے پیدا ہوجائے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک، اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ براءت اس عیب کو شامل نہ ہوگی جو نیا پیدا ہوا۔

توضیح: (ولو باع... الخ): اگر کسی نے کوئی چیز فروخت کی اور کہا میں اس کے ہر عیب سے بری ہوں تو یہ صحیح ہے اگرچہ اس نے عیبوں کو شمار نہ کیا ہو کہ میں اس کے فلاں فلاں عیب سے بری ہوں، لہٰذا مشتری کو اگر مبیع میں عیب نظر آیا تو وہ واپس نہیں کرسکتا، امام

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ براءت درست نہیں لہٰذا مشتری عیب کی وجہ سے مبیع واپس کرسکتا ہے، ہمارا اور انکا اختلاف ایک اور اختلاف پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ حقوق مجہولہ سے براءت درست ہے یا نہیں، ہمارے نزدیک درست ہے صورت مذکورہ میں بھی مبیع کے عیوب مجہول ہیں جن کی وجہ سے مشتری کو مبیع واپس کرنے کا حق ہوتا ہے، چونکہ ہمارے نزدیک حقوق مجہولہ سے براءت درست ہوتی ہے اسلئے ہر عیب سے براءت درست ہوگی، اور انکے نزدیک حقوق مجہولہ سے براءت درست نہیں۔ چونکہ مبیع کے عیوب مجہول ہیں لہٰذا اس کے ہر عیب سے براءت ان کے نزدیک درست نہیں ہے۔

(اذا ...الخ) یہ ہماری دلیل ہے کہ مجہول چیز سے براءت اس وقت درست نہیں ہوتی جبکہ اس سے نقصان ہو اور یہاں کوئی نقصان نہیں ہے، نقصان اس لیے نہیں ہے کہ یہ برائت مفضی الی المنازعت نہیں ہے، لہٰذا حقوق مجہولہ سے براءت درست ہے

(ثم هذه... الخ) عیب کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ عیب جو بیع کے وقت موجود ہو اور دوسرا وہ عیب جو بیع کے بعد قبضہ مبیع سے پیدا ہو گیا ہو، امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ہر عیب سے براءت عیب موجود کو بھی شامل ہوگی اور اس عیب کو بھی جو بیع کے بعد قبضہ سے پہلے پیدا ہو جائے اور امام محمدؒ کے نزدیک اس قسم کی براءت عیب موجود کو شامل ہوگی، اس عیب کو شامل نہ ہوگی جو بیع کے بعد قبل القبض پیدا ہو، لہٰذا وہ عیب جو قبضہ مبیع سے پہلے اور بیع کے بعد پیدا ہو جائے اس کی وجہ سے امام محمدؒ کے نزدیک مشتری کو واپسی کا حق حاصل ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حاصل نہ ہوگا۔

﴿باب البیع الفاسد﴾

بطلَ بيعُ ماليس بمالٍ كالدمِ والميتةِ والحرِّ والبيعُ به وكذا بيعُ امِّ الولد والمدبرِ والمكاتبِ وبيعُ مالٍ غيرِ متقومٍ كالخَمرِ والخنزيرِ بالثمنِ. اِعلَم ان المالَ عينٌ يَجرى فيه التنافسُ والابتذالُ فيخرجُ الترابُ ونحوُه والدمُ والميتةُ التى ماتت حتفَ انفِه اماالتى حُنِقَت اوجُرِحَت فى غيرِ موضعِ الذبحِ كما هو عادةُ بعضِ الكفارِ وذبائحُ المجوسِ فمالٌ الا انها غيرُ متقومةٍ كالخمرِ والخنزيرِ ويخرُجُ منه الحرُ لانه لا يَجرى فيه الابتذالُ بل هو مبتذلٌ والمال اُلغيرُ المتقومُ مالٌ اُمِرنا باهانتِه لكنه فى غيرِ ديننِا مالٌ متقومٌ فكلُّ ماليس بمالٍ فالبيعُ فيه باطلٌ سواءٌ جُعِل مبيعاً اوثمنًا وكلُّ ماهو مالٌ غيرُ متقومٍ فإن بيع بالثمنِ اى بالدراهمِ اوالدنانيرِ فالبيعُ باطلٌ وإن بيعَ بالعرضِ اوبيعَ العرضُ به فالبيعُ فى العرضِ فاسدٌ فالباطلُ هو الذى لا يكونُ صحيحاً باصلِه ووَصفِه والفاسدُ هو الصحيحُ باصلِه لا بوصفِه عند ابى حنيفةؒ وعند الشافعىؒ لا فرقَ بينَ الباطلِ والفاسدِ وتحقيقُ هذافى اصولِ الفقهِ .

ترجمہ: باطل ہے اس چیز کی بیع جو مال نہیں جیسے خون، مردار، آزاد اور اس (غیر مال) کے ساتھ بیع کرنا، اور اسی طرح (باطل ہے) ام ولد کی بیع، مدبر، مکاتب کی بیع اور مال غیر متقوم کی بیع جیسے شراب اور خنزیر کی بیع کرنا ثمن کے ساتھ، جان تو کہ مال ایسا عین ہے جس میں باہمی رغبت اور خرچ کرنا جاری ہوتا ہے پس مٹی وغیرہ خارج ہو جائیگی اور خون اور مردار جو اپنی موت آپ مر جائے۔ بہر حال وہ میتہ جو جس کا گلا گھونٹ دیا جائے یا اس کو زخمی کر دیا جائے موضع ذبح کے علاوہ کسی اور جگہ میں، جیسا کہ یہ بعض کفار کی عادت ہے اور مجوس کے ذبح شدہ جانور، تو یہ مال ہیں مگر یہ غیر متقوم ہیں شراب اور خنزیر کی طرح۔ اور اس سے آزاد خارج ہو جائیگا اس لیے کہ اس میں خرچ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرنا جاری نہیں ہوتا بلکہ وہ خود خرچ کرنے والا ہوتا ہے اور مال غیر متقوم وہ مال ہے جس کی اہانت کا ہمیں امر کیا گیا ہو لیکن وہ ہمارے دین کے علاوہ میں مال متقوم ہو، پس ہر وہ چیز جو مال نہیں تو اس میں بیع باطل ہے خواہ اس کو مبیع بنایا جائے یا ثمن، اور ہر وہ چیز جو مال غیر متقوم ہے پس اگر اس کی بیع کی جائے ثمن کے ساتھ یعنی دراہم یا دنانیر کے ساتھ تو بیع باطل ہوگی اور اسکی بیع کی جائے سامان کے ساتھ یا سامان کی بیع کی جائے اس کے ساتھ تو سامان میں بیع فاسد ہوگی۔ پس باطل وہ ہے جو صحیح نہ ہو اپنے اصل اور وصف کے لحاظ سے، اور فاسد وہ ہے جو صحیح ہو اپنی اصل کیساتھ نہ کہ وصف کے ساتھ امام صاحب کے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک کوئی فرق نہیں باطل اور فاسد کے درمیان، اور اس کی تحقیق اصول فقہ میں ہے۔

غیر مال کی بیع جائز نہیں جیسے خون، میتہ، آزاد، اور اس طرح غیر مال کے بدلے میں بھی بیع جائز نہیں بایں طور کہ غیر مال کو ثمن بنایا جائے، ام ولد، مدبر اور مکاتب کی بیع بھی جائز نہیں اس لیے کہ حر کی بیع جائز نہیں اور ان لوگوں میں من وجہ حریت پائی جاتی ہے۔ مال غیر متقوم جیسے خمر اور خنزیر کی ثمن کے ساتھ بیع یہ بھی باطل ہے۔

توضیح: (اعلم ... الخ): یہ مال کی تعریف ہے کہ مال ایسے عین کو کہتے ہیں کہ جس میں لوگ رغبت رکھتے ہوں اور اس کو خرچ کیا جاتا ہو، لہٰذا مال کی تعریف سے مٹی وغیرہ اور خون اور میتہ جس کی موت طبعا واقع ہو چکی ہو خارج ہو جائیں گے۔

(اما التی ... الخ): یہ ایک وہم کا ازالہ ہے کہ وہ جانور جس کا گلا گھونٹ دیا گیا ہو، یا اس کو غیر موضع ذبح میں یعنی گلے کے ماسوا کسی اور جگہ پر زخمی کیا گیا ہو جیسا کہ بعض کفار کی عادت ہے اور وہ جانور جنہیں مجوسیوں نے ذبح کیا ہو یہ شاید مال متقوم ہونگے اس لیے کہ ان میں کفار کی رغبت اور ابتذال پایا جاتا ہے۔ اس وہم کو دور کر دیا کہ یہ مال تو ہیں لیکن خمر اور خنزیر کی طرح مال غیر متقوم ہیں اس طرح اس تعریف سے آزاد بھی خارج ہو جائیگا اس لیے کہ اس میں ابتذال جاری نہیں ہوتا بلکہ وہ خود مبتذل یعنی خرچ کرنے والا ہوتا ہے

(والسال ... الخ): یہ مال غیر متقوم کی تعریف ہے کہ مال غیر متقوم وہ مال ہے جس کی اہانت کا ہمیں حکم دیا گیا ہو لیکن وہ ہمارے اغیار کفار کے نزدیک متقوم ہو۔

(فکل مالیس ... الخ): یہ ایک ضابطہ کا بیان ہے کہ وہ چیز جو مال نہ ہو اس میں بیع مطلقا باطل ہوگی، خواہ اس کو مبیع بنایا جائے یا اس کو ثمن بنایا جائے، جیسے میتہ کی بیع خون کے ساتھ کی جائے، اور وہ مال جو غیر متقوم ہو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ اس کو ثمن یعنی دراہم اور دنانیر کے بدلے میں بیچا جائے، اور دوسری یہ کہ اس کو ثمن کے بدلے میں نہ بیچا جائے۔ اگر اس کو ثمن کے بدلے میں بیچا جائے تو بیع باطل ہوگی اور اگر اس کو ثمن کے بدلے میں نہ بیچا جائے تو دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اس کو سامان کے بدلے میں بیچا جائے۔ دوسری یہ ہے کہ سامان کو اس کے بدلے میں بیچا جائے تو ان دونوں صورتوں میں سامان میں بیع فاسد ہوگی اور اس مال غیر متقوم میں باطل ہوگی۔

(فالباطل ... الخ): یہاں سے بیع باطل اور فاسد کے درمیان فرق کو بیان کرتے ہیں کہ بیع باطل وہ ہے جو اصل کے لحاظ سے صحیح ہو اور نہ وصف کے لحاظ سے، اور فاسد وہ ہے کہ جو اپنی اصل کے لحاظ سے صحیح ہو اور وصف کے لحاظ سے فاسد ہو، یہ تفصیل امام صاحب کے نزدیک ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک باطل اور فاسد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ شارح کہتے ہیں کہ اس کی تفصیل اصول فقہ میں ہے۔

و بیعُ قنٍ ضُمَّ الی حرٍ وذکیةٍ ضُمَّت الی میتةٍ وان سَمّٰی ثمنَ کلٍ وصح فی قنٍ ضُمَّ الی مدبرٍ اوقنٍ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

غیرِ ہ بحصتِہ لانَّ المدبرَ محلٌّ للبیعِ عند البعضِ فبُطلانُہ لا یَسری الی الغیرِ کمِلکٍ ضُمَّ الی وَقفٍ فی الصحیحِ .وفسدَ بیعُ العرضِ بالخمرِ وعکسُہ ای البیعُ فاسدٌ فی العرضِ حتی یجبُ قیمتُہ عند القبضِ ویمَلِکُ ہو بالقبضِ لکن البیعُ من الخمرِ باطلٌ حتی لا یَملِکُ عینَ الخمرِ .

01

ترجمہ: اور باطل ہے اس غلام کی بیع کرنا جسے آزاد کے ساتھ ملایا گیا ہو، اور (باطل ہے) اس ذبح شدہ جانور کی بیع کرنا جسے ملایا گیا ہو مردار کے ساتھ اگر چہ ہر ایک کا ثمن بیان کردے۔ اور صحیح ہے اس غلام کی بیع کرنا جسے ملایا گیا ہو مدبر کے ساتھ یا دوسرے کے غلام کے ساتھ، اس کے حصے کے ساتھ اس لیے کہ مدبر محل بیع ہے بعض کے نزدیک پس اس کا بطلان سرایت نہیں کریگا غیر کی طرف۔ جیسے وہ ملکیت جو ملائی گئی ہو وقف کے ساتھ صحیح قول کے مطابق، اور فاسد ہے سامان کی بیع کرنا شراب کے بدلے اور اس کا عکس، یعنی بیع فاسد ہے سامان میں، لہٰذا اس کی قیمت واجب ہوگی بعض کے نزدیک، اور وہ قبضہ کے ساتھ مالک بن جائیگا لیکن خمر کی بیع باطل ہے لہٰذا وہ شراب کے عین کا مالک نہ ہوگا۔

توضیح: (وبیع قن... الخ): کسی نے غلام اور آزاد دونوں کو ملا کر ان کی بیع کردی تو دونوں میں بیع باطل ہے اگر چہ وہ ہر ایک کا ثمن بھی بیان کردے کہ غلام کی قیمت مثلاً پانچ سو درہم ہے اور آزاد کی بھی پانچ سو ہے اسی طرح ذبح شدہ جانور کے ساتھ میتہ کو ملا کر ان کی بیع کردی تو بھی دونوں میں بیع باطل ہے اگر چہ ہر ایک کا ثمن بیان کردے کہ ذبح شدہ جانور کی قیمت سو درہم ہے اور میتہ کی پچاس درہم ہے، اور اگر اپنے غلام کو مدبر کے ساتھ ملا کر دونوں کی بیع کرتا ہے، یا اپنے غلام کو دوسرے کے غلام کے ساتھ ملا کر دونوں کی بیع کرتا ہے تو اپنے غلام میں تو بیع جائز ہو جائیگی لیکن مدبر اور دوسرے کے غلام میں بیع جائز نہ ہوگی۔

(لان... الخ): مسئلہ مذکورہ کی دلیل ہے پہلی دو صورتوں میں جبکہ آزاد اور غلام کی اکٹھی بیع کی جائے یا ذبح شدہ جانور اور مردار کی اکٹھی بیع کی جائے، ان میں مردار اور آزاد بیع کا محل نہیں ہیں، پس ان میں بیع باطل ہے، لہٰذا ان کا بطلان ذبح شدہ جانور اور غلام کی طرف سرایت کریگا، لہٰذا دونوں میں بیع جائز نہ ہوگی۔ بخلاف تیسرے مسئلے کے یعنی جب غلام اور مدبر کی اکٹھی بیع کرے یا اپنے غلام اور دوسرے کے غلام کی بیع کرے کہ اس میں مدبر اور دوسرے کا غلام بعض کے نزدیک بیع کا محل ہے (یعنی بعض کے نزدیک ان کی بیع جائز ہے) لہٰذا اس میں جو فساد ہے وہ بائع کے اپنے غلام کی طرف سرایت نہیں کریگا، پس اس کے اپنے غلام میں بیع جائز ہو جائیگی اور مدبر اور دوسرے کے غلام میں جائز نہ ہوگی۔

(کسلک... الخ): اگر کسی نے ایسی مملوکہ زمین وقف شدہ زمین کے ساتھ ملا کر بیع کی تو صحیح قول کے مطابق یہ بیع اس کی مملوکہ زمین میں صحیح ہوگی، فی الصحیح کہہ کر بعض لوگوں پر رد کردیا کیوں کہ بعض کہتے ہیں کہ یہ بیع باطل ہے۔

(وفسد... الخ): اگر کسی نے سامان کی بیع شراب کے بدلے میں کی یا شراب کی سامان کے بدلے میں بیع کی تو سامان میں بیع فاسد ہوگی اور شراب میں باطل ہوگی پس سامان پر مشتری نے اگر قبضہ کرلیا تو بعض کے نزدیک مشتری مالک بن جائیگا اور اس کی قیمت واجب ہوگی، اور خمر میں چونکہ بیع باطل ہے اس لیے اس میں ملکیت ثابت نہیں ہوگی۔

لم یجُزبیعُ سمکٍ لم یُصَد اوصِیدَ واُلقِیَ فی حظیرۃٍ لا یُوخَذُ منھا بلاحیلۃٍ وصَح اِن اُخِذَ منھا بلاحیلۃٍ الا اذا دخَل بنفسِہ ولم یُسَدَّ مَدخَلُہ حتی لو دخَل بنفسہ وسُدَّ مدخلُہ یجُوزُ بیعُہ لان سدَّ المدخلِ فعلٌ اختیاریٌ موجبٌ للملکِ واعلَم انہ نظَم کثیراً من المسائلِ فی سلکٍ واحدٍ وقا ل لم یجُز

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

لکن لم یُبَیِّن ان البیعَ باطلٌ اوفاسدٌ واناابَیِّن ذالکَ ان شاء اللّٰہ ففی السمکِ الذی لم یُصَد ینبغی ان یکونَ البیعُ باطلاً فیہ اذا کانَ بالدراھمِ والدنانیرِ ویکونُ فاسداً اذا کانَ بالعرضِ لانہ مالٌ غیرُ متقومٍ لان التقومَ بالاحرازِ ولا احرازِ فیہ واماالسمکُ الذی صِیدَ وأُلقِیَ فی حظیرۃٍ لا یُوخَذُ منھا بلا حیلۃٍ ینبغی ان یکونَ البیعُ فیہ فاسداً لانہ مالٌ مملوکٌ لکن فی تسلیمِہ عسرٌ ولا بیعُ طیرٍ فی الھواءِ ینبغی ان یکونَ باطلًا کبیعِ الصیدِ قبلِ اَن یُصطَادَ .

ترجمہ: اور جائز نہیں اس مچھلی کی بیع کرنا جس کو شکار نہ کیا گیا ہو، یا شکار کرلیا گیا ہو اور اسے ڈال دیا گیا ہو ایسے گڑھے میں جس سے اس کو بغیر حیلہ کے نہ پکڑا جاسکتا ہو، اور صحیح ہے اگر اسے پکڑا جاسکتا ہو بغیر حیلہ کے مگر یہ کہ وہ خود میں داخل ہوئی ہو اور اس کے مدخل (داخل ہونے کی جگہ) کو بند نہ کیا گیا ہو، حتی کہ اگر وہ خود داخل ہوئی اور اسکے مدخل کو بند کردیا گیا تو اسکی بیع جائز ہوگی اسلئے کہ مدخل کو بند کرنا فعل اختیاری ہے جو ملک کو واجب کرنے والا ہے اور جان تو کہ مصنفؒ نے پرو دیئے ہیں بہت سارے مسائل ایک ہی لڑی میں اور کہا ''لم یجز'' لیکن بیان نہیں کیا کہ بیع باطل ہے یا فاسد؟ اور میں اس کو بیان کرتا ہوں ان شاء اللہ، پس اس مچھلی میں جس کو شکار نہ کیا گیا ہو، مناسب یہ ہے کہ بیع اس میں باطل ہو جبکہ وہ دراہم اور دنانیر کے بدلے میں ہو اور فاسد ہو جبکہ وہ سامان کے بدلے میں ہو، اس لیے کہ یہ مچھلی مال غیر متقوم ہے اس لیے کہ تقوم احراز (محفوظ) کرنے کے ساتھ ہوتا ہے اور اس میں کوئی احراز نہیں اور بہر حال وہ مچھلی جس کو شکار کرلیا گیا ہو اور اسے کسی ایسے گڑھے میں ڈال دیا گیا ہو جس سے اس کو بغیر حیلہ کے نہ پکڑا جاسکتا ہو، مناسب یہ ہے کہ اس میں بیع فاسد ہو اس لیے کہ یہ مال مملوک ہے لیکن اس کی سپردگی میں تنگی ہے۔ اور جائز نہیں ہوا میں پرندے کی بیع، مناسب ہے کہ یہ باطل ہو شکار کی بیع کی طرح اس کے شکار ہوجانے سے پہلے۔

توضیح: (لم یجز... الخ): مچھلی کی بیع شکار سے پہلے جائز نہیں اس لیے کہ شکار سے پہلے مچھلی پر کسی کی ملک نہیں ہوتی اور غیر مملوک کی بیع جائز نہیں، اور اگر مچھلی کا شکار کیا گیا اور اس کو گڑھے میں ڈال دیا گیا تو اب دو صورتیں ہیں، یا تو اس کو بغیر حیلہ کے پکڑنا ممکن ہوگا یا نہیں، اگر ممکن ہو تو جائز ہے، اگر ممکن نہ ہو تو جائز نہیں، ہاں اگر وہ مچھلی خود بخود گڑھے میں داخل ہوگئی اور اس کے مدخل یعنی داخل ہونے کے راستے کو بند نہیں کیا گیا تو اس وقت بیع جائز نہ ہوگی اور اگر وہ خود بخود داخل ہوگئی اور اس کے مدخل کو بند کردیا گیا تو اب بیع جائز ہوجائیگی اس لیے کہ مدخل کو بند کرنا فعل اختیاری ہے جس سے ملک ثابت ہوجاتی ہے، پس جب ملکیت آ گئی تو بیع جائز ہوجائیگی، بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں چونکہ مدخل کو بند نہیں کیا گیا تو بائع کی ملکیت نہ آئی لہٰذا بیع جائز نہ ہوئی۔

(واعلم... الخ): یہاں سے شارح ایک فائدے کو بیان کرتے ہیں کہ مصنف نے بہت سارے مسائل کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے اور کہا ''لم یجز'' لیکن یہ نہیں بتایا کہ ان صورتوں میں بیع فاسد ہے یا باطل ہے شارح کہتے ہیں کہ میں بیان کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ مچھلی جس کا شکار نہ کیا گیا ہو اس کی بیع اگر دراہم یا دنانیر کے ساتھ ہو تو باطل ہونی چاہیے اور اگر سامان کے ساتھ ہو تو فاسد ہونی چاہیے، اس لیے کہ وہ مچھلی جو شکار نہ کی گئی ہو مال غیر متقوم ہے اور مال غیر متقوم کی بیع ثمن کے ساتھ باطل ہوتی ہے اور سامان کے ساتھ فاسد ہوتی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ مچھلی مال غیر متقوم کیوں ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تقوم احراز (محفوظ کرنے) کے ساتھ ہوتا ہے اور اس مچھلی میں کوئی احراز نہیں ہے اور وہ مچھلی جس کا شکار کرلیا گیا ہو اور اس کو ایسے گڑھے میں ڈال دیا گیا ہو جس سے اس کو پکڑنا بغیر حیلہ کے ممکن نہ ہو اس میں بیع فاسد ہونی چاہیے، اس لیے کہ بیع فاسد وہ ہوتی ہے جو اپنی اصل کے لحاظ سے صحیح ہو اور وصف کے لحاظ سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فاسد ہواور یہاں بھی ایسا ہے کہ اس صورت میں اصل کے لحاظ سے یہ بیع صحیح ہے اور وصف کے لحاظ سے فاسد ہے، اصل کے لحاظ سے صحیح اس طرح ہے کہ بائع اس کا مالک ہے، اور وصف کے لحاظ سے فاسد اس طرح ہے کہ اسکی مشتری کو سپردگی مشکل ہے۔

01

(ولا بیع.... الخ) : ہوا میں اڑتے ہوئے پرندے کی بیع جائز نہیں شارح کہتے ہیں کہ یہ بیع باطل ہونی چاہیے جیسا کہ شکار کرنے سے پہلے شکار کی بیع باطل ہوتی ہے اس لیے کہ یہ غیر مال ہے اور غیر مال کی بیع باطل ہوتی ہے۔

وبیعُ حملٍ والنتاجِ ینبغی ان یکونَ باطلاً لان النتاجَ معدومٌ فلا یکونُ مالًا والحملُ مشکوکُ الوجودِ فلا یکونُ مالًا واللبنِ فی الضرعِ ذَکَروا فیه علتَینِ احدُهما انه لا یُعلمُ انه لبنٌ اودمٌ اوریحٌ فعلی هذا یبَطُل البیعُ لانه مشکوکُ الوجودِ فلایکونُ مالًا والثانیةُ ان اللبنَ یُوجَدُ شئیاً فشئیاً فیِلکُ البائعِ یَختلِطُ بملکِ المشتری والصوفِ علی ظهرِ الغنمِ لانه یقَعُ التنازعُ فی موضعِ القطعِ وکلُّ بیعٍ یُفضِی الی المنازعةِ فهو فاسدٌ .

ترجمہ: اور جائز نہیں حمل کی بیع اور حمل کے حمل کی بیع، مناسب یہ ہے کہ یہ بیع باطل ہو اس لیے کہ حمل کا حمل معدوم ہے پس وہ مال نہ ہوگا اور حمل کا وجود مشکوک ہے پس یہ بھی مال نہ ہوگا۔ اور جائز نہیں تھنوں میں دودھ کی بیع، فقہاء نے اس میں دو علتیں ذکر کی ہیں ایک یہ ہے کہ یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ دودھ ہے یا خون ہے یا ہواء ہے۔ پس اس بنا پر بیع باطل ہوگی اس لیے کہ اس کا وجود مشکوک ہے پس یہ مال نہ ہوگا، اور دوسری علت یہ ہے کہ دودھ تھوڑا تھوڑا کر کے پایا جاتا ہے پس بائع کی ملک مشتری کی ملکیت کے ساتھ مختلط ہو جائیگی۔ اور جائز نہیں بھیڑوں کی پشت پر موجود اون کی بیع اس لیے کہ کاٹنے کی جگہ میں جھگڑا ہوگا اور ہر وہ بیع جو جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہو وہ فاسد ہوتی ہے۔

توضیح: (وبیع.....الخ): حمل اور حمل کے حمل کی بیع جائز نہیں، شارح کہتے ہیں کہ یہ بھی باطل ہونی چاہیے اسلئے کہ حمل اور حمل کا حمل غیر مال ہے اور غیر مال میں بیع باطل ہوتی ہے، حمل کا حمل تو اسلئے غیر مال ہے کہ وہ معدوم ہے اور معدوم مال نہیں ہوتا اور حمل اس لیے غیر مال ہے کہ وہ **مشکوک الوجود** ہے کہ پتہ نہیں پیٹ میں بچہ ہے یا کچھ اور ہے اور **مشکوک الوجود** مال نہیں ہوتا۔

(واللبن..... الخ): تھنوں میں دودھ کی بیع جائز نہیں اس کی فقہاء نے دو علتیں بیان کی ہیں، ایک یہ کہ یہ بات معلوم نہیں کہ تھنوں میں دودھ ہے یا خون ہے یا ہوا ہے، پس بیع باطل ہونی چاہیے اس لیے کہ دودھ **مشکوک الوجود** ہے لہٰذا یہ غیر مال ہوا اور غیر مال کی بیع باطل ہوتی ہے، اور دوسری علت یہ ہے کہ اس صورت میں بائع کی ملک مشتری کی ملک کے ساتھ مختلط ہو جائیگی اور ایسی بیع جس میں بائع کی ملک مشتری کی ملک کے ساتھ مختلط ہو جائے جائز نہیں ہوتی۔

باقی اختلاط ایسے ہے کہ دودھ تھوڑا تھوڑا تھنوں میں اترتا رہتا ہے، لہٰذا ایجاب وقبول کے بعد بھی دودھ تھنوں میں اتریگا جو کہ بائع کی ملک ہوگا تو اس طرح بائع کی ملک مشتری کی ملک کے ساتھ مختلط ہو جائیگی۔

(والصوف..... الخ) : بھیڑوں کی پشت پر لگی اون کی بیع جائز نہیں اسلئے کہ یہ بیع **مفضی الی المنازعت** ہے اور ایسی بیع جائز نہیں ہوتی، یہ بیع **مفضی الی المنازعت** اس طرح ہے کہ مشتری اور بائع کے درمیان اون کاٹنے کی جگہ میں تنازع ہوگا مشتری نیچے سے کاٹنا چاہے گا تا کہ زیادہ سے زیادہ اون حاصل کرے جبکہ بائع اس کو اوپر سے کاٹنے کا کہے گا تا کہ اون کم سے کم کٹے۔

وجذعٍ فی سقفٍ وذراعٍ من ثوبٍ ذُکِرَ موضعُ قطعِه اولا فان البیعَ فیهما فاسدٌ والمرادُ ثوبٌ یضُرُّه

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

القطعُ ويعودُ صحيحًا اِن قُلِع اوقُطِع الذراعُ قبلَ فسخِ المشترى لان المُفسِدَ قد زال وضربةِ القانصِ وهى مايَحصُلُ من الصيدِ بضربِ الشبكةِ مرةً وهذاالبيعُ يَنبغِى ان يكونُ باطلًا لِما ذُكِرَ فى الطيرِ فى الهواءِ.

ترجمہ: اور جائز نہیں چھت میں لگے شہتیر کی بیع اور کپڑے کے ایک ذراع کی بیع خواہ اس کے کاٹنے کی جگہ کو بیان کیا گیا ہو یا نہیں، اس لیے کہ ان دونوں میں بیع فاسد ہے اور مراد ایسا کپڑا ہے جس کا کاٹنا مضر ہو، اور بیع صحیح ہو جائیگی اگر شہتیر اکھیڑ لیا گیا یا ذراع کاٹ لیا گیا مشتری کے فسخ کرنے سے پہلے اس لیے فاسد کرنے والی چیز زائل ہوگئی۔ اور جائز نہیں شکاری کے جال پھینکنے کی بیع، اور وہ یہ شکار ہے جو ایک مرتبہ جال پھینکنے سے حاصل ہو جائے، اور یہ بیع مناسب یہ ہے کہ باطل ہو اس دلیل کی وجہ سے جو ہوا میں پرندے کی بیع کے مسئلے میں ذکر کی گئی۔

توضیح: (وجذع ..... الخ): چھت پر لگے شہتیر کی بیع جائز نہیں اس طرح کپڑے میں سے ایک ذراع کی بیع جائز نہیں خواہ کپڑے میں اس جگہ کو بیان کر دیا جائے جہاں سے وہ ایک ذراع کاٹا جائیگا یا بیان نہ کیا جائے۔ وجہ اس کی یہ ہے یہاں مبیع کی تسلیم بغیر ضرر کے ممکن نہیں اور ایسی بیع جس میں مبیع کی تسلیم بغیر ضرر کے ممکن نہ ہو جائز نہیں ہوتی فاسد ہوتی ہے۔

(والسراد..... الخ): یہ ایک وہم کا ازالہ ہے وہم یہ ہے کہ شاید کپڑے کے ایک ذراع کی بیع مطلقاً جائز نہیں خواہ کاٹنا کپڑے کو نقصان دیتا ہو یا نہیں، اس وہم کو دور کر دیا کہ یہاں مراد ایسا کپڑا ہے جس کا کاٹنا کپڑے کو نقصان دیتا ہو پس ایسے کپڑے کے ایک ذراع کی بیع جائز نہ ہوگی جس کو قطع نقصان دیتا ہو لہٰذا ایسا کپڑا جس کے لیے قطع مضر نہ ہو اس میں سے ایک ذراع کی بیع جائز ہے۔

(ويعود..... الخ): اگر صورت مذکورہ میں شہتیر کو اکھیڑ لیا گیا یا کپڑے کا ایک ذراع مشتری کے فسخ سے پہلے کاٹ لیا گیا تو یہ بیع درست ہو جائیگی، اس لیے کہ فساد ضرر کی وجہ سے تھا وہ زائل ہو گیا، لہٰذا بیع صحیح ہو جائیگی۔

(وضربة..... الخ): القانص قنص سے ہے اس کا معنی ہے شکار کرنا قانص کا معنی ہے شکار کرنے والا، مطلب یہ ہے کہ شکاری نے کہا کہ میں جال پانی میں پھینکوں گا جتنی مچھلیاں جال میں آگئیں وہ میں تمہیں دس درہم کے بدلے میں فروخت کرتا ہوں تو یہ بیع بھی باطل ہوگی جیسا کہ طیر فی الھواء کی بیع باطل ہے اس لیے کہ یہ غیر مال ہے اور غیر مال کی بیع باطل ہوتی ہے۔

والمزابنةُ وهى بيعُ الثمرِ على النخيلِ بتمرٍ مجذوذٍ مثلَ كيلِه .خرصاً مثلَ كيلِه حالٌ عن الثمرِ على النخيلِ وخرصاً تمييزٌ عن المثلِ اى يكونُ الثمرُ على النخيلِ مثلًا بطريقِ الخَرصِ بكيلِ التمرِ المجذوذِ فهذا البيعُ من البيوعِ الفاسدةِ بشبهةِ الربوا .والملامسةُ والقاءُ الحجرِ والمنابذةُ وهى اَن يَتساوَما سلعةً لزِمَ البيعُ اِن يَمُسَّها المُشتَرى اووَضَعَ عليها حصاةً اونَبَذَها البائعُ اليه فَهذِه البيوعُ فاسدةٌ لانَّ انعقادَ البيعِ متعلقٌ باَحَدِ هذهِ الافعالِ فيكونُ كالقمارِ .

ترجمہ: اور جائز نہیں مزابنہ اور وہ کھجور کے درخت پر لگے کھجور کی بیع کرنا ہے اس کھجور کے بدلے میں جو کاٹی گئی ہو اسکے ماپ کے بقدر اندازے کے ساتھ، مثل کیلہ، تمر علی النحیل سے حال ہے اور خرصاً مثل سے تمیز ہے، یعنی درخت پر لگی کھجور برابر ہو جائے اندازے کیساتھ اس کھجور کے کیل کے لیے جو کاٹی گئی ہو تو یہ بیع ان بیوع میں سے جو فاسد ہیں ربوا کے شبہ کی وجہ سے اور جائز نہیں ملامسہ اور القاء حجر اور منابذہ اور وہ یہ ہیں کہ دونوں ایک سامان کا بھاؤ طے کر لیں اور بیع لازم ہو جائے اگر مشتری اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سامان کو چھولے، یا اس پر کنکری رکھ دے، یا اسے بائع مشتری کی طرف پھینک دے، پس یہ بیوع فاسدہ ہیں اس لیے کہ بیع کا انعقاد متعلق ہے ان افعال میں سے کسی ایک فعل کے ساتھ پس یہ جوے کی طرح ہوگا۔

01

توضیح: (والمزابنۃ... الخ): مزابنہ زبن سے ہے اس کا معنی ہے دفع کرنا، تو مزابنہ کا معنی ہوا مدافع اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ درخت پر لگے پھل کی اترے ہوئے پھل کے بدلے میں اندازے کے ساتھ بیع کرنا یہ بیع فاسد ہے اس لیے کہ اس میں ربوا کا شبہ ہے۔

(مثل کیلہ... الخ): یہ ترکیب کا بیان ہے کہ مثل کیلۃ منصوب ہے اس بنا پر کہ یہ التمر علی النخیل سے حال ہے اور خرصاً منصوب ہے اس بنا پر کہ یہ مثل سے تمیز ہے۔

(ای... الخ): یہ حاصل معنی ہے کہ درخت پر لگا پھل اندازے کے ساتھ اس پھل کے برابر ہو جائے جو کٹا ہوا ہے۔

(والملامسۃ... الخ): ملامسہ کہتے ہیں کہ بائع اور مشتری مبیع کا بھاؤ طے کر لیں اس کے بعد یہ شرط لگائی جائے کہ اگر مشتری نے مبیع کو چھولیا تو بیع لازم ہو جائیگی. اور القاء حجر کا مطلب ہے کہ اگر مشتری نے مبیع پر کنکری پھینک دی تو بیع لازم ہو جائیگی اور منابذہ یہ ہے کہ بائع اور مشتری سامان کا بھاؤ طے کر لیں اس کے بعد یہ شرط لگا دی جائے کہ اگر بائع نے اپنا سامان مشتری کی طرف پھینک دیا تو بیع لازم ہو جائیگی، یہ بیوع فاسدہ میں سے ہیں اس لیے کہ ان صورتوں میں بیع کنکری پھینکنے، چھونے، یا مبیع پھینکنے کیساتھ متعلق ہے اور جب بیع کسی فعل کیساتھ متعلق ہو تو وہ جوئے کی مانند ہوتی ہے لہٰذا یہ بیوع فاسد ہونگی۔

ولا بیعُ ثوبٍ من ثوبینِ الا بِشرطِ اَن یَاخذَ ایَّھما شاءَ، ولا المَرَاعِی ولا اجارتُھا بیعُ المَرَاعی ای الکلاءِ باطلٌ لانہ غیرُ محرزٍ واَمَّا اجارتُھا فَلانَّھا اجارۃٌ علی استِھلاکِ عینٍ، ولا النحلِ الا مع الکوَارۃِ الکوارۃُ بالضمِّ والتشدیدِ مُعَسَّلُ النحلِ اذا سُوِّیَ من طینٍ. ھذا عند ابی حنیفۃؒ وابی یوسفؒ فَینبغی ان یکونَ البیعُ باطلًا عندھما لعد مِ المالِ المتقومِ، وعند محمدؒ والشافعیؒ یجوزُ اذا کانَ محرزاً، و دودِالقزِّ وبیضُہ فعند ابی حنیفۃؒ بیعُھُما باطل، وعند ابی یوسفؒ یجوزُ اذا ظَھَر القزُ وعند محمد یجوزُ مطلقاً،والآبِقِ الا مِمَّن زَعَمَ انہ عندہ زَعَم ای قال فَھذا بیعٌ فاسدٌ لوجودِ المالِ المتقومِ الا اَنہ لا قدرۃَ علی تَسلیمِہ فانہ اذا قال المشتری اَنہ عندی فحِ یجوزُ .

ترجمہ: اور جائز نہیں ایک کپڑے کی بیع دو کپڑوں میں سے مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ لے لے گا جس کو چاہے گا اور جائز نہیں چراگاہ کی بیع اور نہ اس کا اجارہ، چراگاہ یعنی خودرو گھاس کی بیع باطل ہے اس لیے کہ غیر محرز ہوتی ہے، بہرحال اس کا اجارہ تو اس کا ناجائز ہونا اس وجہ سے ہے کہ یہ اجارہ ہے عین کے ہلاک کرنے پر اور جائز نہیں شہد کی مکھیوں کی بیع مگر چھتے کے ساتھ، الکوارہ ضمہ اور تشدید کے ساتھ شہد کی مکھیوں کا چھتہ ہوتا ہے جبکہ اسے مٹی کے ساتھ برابر کر دیا جائے، یہ امام صاحب اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے پس مناسب ہے کہ یہ ان دونوں کے نزدیک باطل ہو بوجہ مال متقوم کے نہ ہونے کے اور امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے جبکہ محرز ہو اور (جائز نہیں) ریشم کے کیڑوں اور ان کے انڈوں کی بیع، پس امام صاحب کے نزدیک ان کی بیع باطل ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اگر ریشم ظاہر ہو جائے اور امام محمدؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے، اور جائز نہیں بھگوڑے غلام کی بیع مگر اس کے ہاتھ جو یہ کہے کہ وہ غلام اس کے پاس ہے زعم یعنی قال (کہا)، پس یہ بیع فاسد ہے بوجہ مال متقوم کے موجود ہونے کے مگر یہ کہ کوئی قدرت نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے اس کو سپرد کرنے پر اس لیے کہ جب مشتری نے کہا وہ غلام میرے پاس ہے تو اس کی بیع جائز ہو جائیگی۔

01

توضیح: (ولا بیع... الخ): دو کپڑوں میں سے ایک کپڑے کی بیع جائز نہیں ہاں اگر یہ بیع اس شرط کے ساتھ ہو کہ مشتری ان میں سے جس کو چاہے گا لے لیگا تو جائز ہے۔ پہلی صورت میں اس لیے جائز نہیں ہے کہ مبیع مجہول ہے اور دوسری صورت اس لیے جائز ہے کہ وہاں خیار تعیین ہے اور خیار تعیین کے ساتھ بیع جائز ہوتی ہے۔

(ولا المراعی... الخ): چراگاہ کو بیچنا اور اس کو اجرت پر دینا جائز نہیں۔ ای الکلاء سے شارح نے المراعی کا معنی بیان کیا کہ کلاء خودرو گھاس کو کہتے ہیں چراگاہ کی بیع اس لیے جائز نہیں کہ یہ غیر محرز اور غیر محفوظ ہوتی ہے اور غیر محرز کی بیع جائز نہیں ہوتی اور اجارہ اس کا اس لیے جائز نہیں ہے کہ یہ عین کے استھلاک پہ اجارہ ہے (عین کے اسھتلاک پہ اجارے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ایسی چیز کو اجرت پر دیا جائے کہ مستاجر اس سے اسوقت نفع حاصل کر سکے جبکہ اس کو معدوم اور ختم کر دیا جائے) بایں طور کہ اس سے نفع اس وقت حاصل کیا جا سکتا ہے جبکہ گھاس جانوروں کے کھانے کے ساتھ ہلاک ہو اور وہ اجارہ جو عین کے اسھتلاک پہ ہو جائز نہیں۔

(ولاالنحل... الخ): شہد کی مکھیوں کی بیع جائز نہیں ہاں اگر چھتے سمیت اس کی بیع کر دی جائے تو جائز ہے۔

(الکوارۃ... الخ): کوارہ کی تحقیق ہے کہ جہاں شہد کی مکھیاں شہد بناتی ہیں اس جگہ کو کوارہ کہتے ہیں جب اس کو مٹی کے ساتھ برابر کر دیا جائے۔ یہ تفصیل مذکور شیخین کے نزدیک ہے شارح کہتے ہیں کہ شیخین کے نزدیک باطل ہونی چاہیے اس لیے کہ شہد کی مکھی مال غیر متقوم ہے اور مال غیر متقوم کی بیع باطل ہوتی ہے اور امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر شہد کی مکھیاں محرز ہوں تو بیع جائز ہے۔

(الکوارۃ ...الخ): ریشم کے کیڑے اور ان کے انڈوں کی بیع جائز ہے شیخین کے نزدیک باطل ہے اور امام یوسفؒ کے نزدیک اگر ریشم ظاہر ہو جائے تو جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے خواہ ریشم ظاہر ہو یا نہ ہو۔

(والآبق... الخ) بھگوڑے غلام کی بیع جائز نہیں ہاں اگر مشتری کہے وہ بھگوڑا غلام میرے پاس ہے تو اب اس مشتری کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے ورنہ یہ بیع فاسد ہوگی باطل نہ ہوگی، باطل اس لیے نہ ہوگی کہ بھگوڑا غلام مال ہے اور مال کی بیع باطل نہیں ہو سکتی اور فاسد اس لیے ہے کہ اس غلام کی سپردگی پر بائع قادر نہیں ہے تو وصف کے لحاظ سے فساد ہوا یہی وجہ ہے کہ اگر مشتری کہے کہ وہ غلام میرے پاس ہے تو بیع جائز ہو جائیگی اس لیے کہ سپردگی والا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ (یعنی اب غلام کی سپردگی مشکل نہیں ہے)

ولبنِ امراۃٍ فی قدحٍ انما قال فی قدحٍ لان بیعَ اللبنِ فی الضرعِ قد ذُکِر فلبنُ امراۃٍ انما یبَطُلُ بیعُہ لانہ من اجزاءِ الآدمیِ فلا یکونُ مالًا وفیہ خلا فُ الشافعیؒ وعند ابی یوسفؒ یجُوزُ بیعُ لبنِ الامۃِ اعتباراًللجزءِ علی الکلِّ ولابی حنیفۃؒ اَن الرقَّ غیرُ نازلٍ فی اللبنِ فھی باقیۃٌ علی اصلِ الآدمیۃِ .

ترجمہ: اور جائز نہیں عورت کے دودھ کی بیع پیالے میں، جزیں نیست کہ مصنفؒ نے فی قدح کہا اس لیے کہ تھنوں میں دودھ کی بیع کا تذکرہ ہو چکا ہے، پس عورت کا دودھ نہیں ہے سوائے اس کے کہ اس کی بیع باطل ہے اس لیے کہ وہ آدمی کے اجزاء میں سے ہے پس یہ مال نہ ہوگا اور اس میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے باندی کے دودھ کی بیع قیاس کرتے ہوئے جزء کو کل پر۔ اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ رقیت دودھ میں اترنے والی نہیں ہوتی پس وہ باقی رہے گی اصل آدمیت پر۔

توضیح: (ولبن... الخ): عورت کے دودھ کی بیع برتن میں جائز نہیں ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

(انما... الخ): یہ فی قدح کے فائدے کا بیان ہے کہ فی قدح اس لیے کہا کہ پستان میں دودھ کی بیع کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے، کہ وہ ناجائز ہے۔

(فلبن ...الخ): یہ دلیل کا بیان ہے کہ عورت کے دودھ کی بیع اس لیے جائز نہیں ہے کہ دودھ آدمی کے اجزاء میں سے ہے آدمی مال نہیں تو اس کا جزء بھی مال نہ ہوگا پس دودھ کی بیع غیر مال کی بیع ہے لہٰذا باطل ہے۔امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جائز ہے۔

(وعند ابی یوسفؒ ... الخ): امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ باندی کے دودھ کی بیع جائز ہے اور امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ دودھ باندی کا جزء ہے اور باندی جو کہ کل ہے اس کی بیع جائز ہے لہٰذا جزء کی بیع بھی جائز ہونی چاہیے اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ بیع اس کی جائز ہوگی جس میں رقیت آسکے اور رقیت دودھ میں نہیں آسکتی لہٰذا اس کی بیع جائز نہ ہوگی۔باقی دودھ میں رقیت اس لیے نہیں آسکتی کہ رقیت اس میں آسکتی ہے جس میں اس کی ضد یعنی آزادی آسکے دودھ میں آزادی نہیں آسکتی پس اس میں رقیت بھی نہیں آئیگی۔باقی دودھ میں آزادی اس لیے نہیں آسکتی کہ آزادی اس میں آسکتی ہے جس میں حیات ہو اور دودھ میں حیات نہیں ہوتی۔

وشعرِالخنزیرِ فانَّ البیعَ فیه باطل وإن حلَّ الانتفاعُ بِه للخرزِ ضرورةً ولا شعرِ الآدميِّ فان بیعَه باطلٌ ولا الانتفاعِ بِهٖ ولا جلدِ المیتةِ قبلَ دبغِه فان بیعَه باطلٌ وان صح بیعُه والانتفاعُ به بعدَه کعظمِها وعصبِها وصوفِها وشعرِها وقرنِها ووبرِها فان بیعَ هذه الاشیاءِ صحیحٌ وکذالاتنفاعُ بها لان الموتَ غیرُ حالٍ فی هذه الاشیاءِ .

ترجمہ: اور جائز نہیں خنزیر کے بالوں کی بیع اسلئے کہ ان کی بیع باطل ہے اگر چہ جائز ہے ان سے نفع حاصل کرنا گانٹھنے کے لیے ضرورت کی بنا پر اور جائز نہیں آدمی کے بالوں کی بیع اس لیے کہ اس کی بیع باطل ہے اور نہ ہی اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے اور جائز نہیں مردار کے چمڑے کی بیع کرنا اس کی دباغت سے پہلے اس لیے کہ اس کی بیع باطل ہے اگر چہ صحیح ہے اس کی بیع اور اس سے نفع حاصل کرنا دباغت کے بعد جیسے اس کی ہڈیاں، اور اس کے پٹھے اور اس کی اون اور اس کے بال اور اس کے سینگ اور اس کی پشم اس لیے کہ ان اشیاء کی بیع صحیح ہے اور اسی طرح ان سے نفع حاصل کرنا بھی (صحیح ہے) اس لیے کہ موت ان اشیاء میں اترنے والی نہیں ہوتی

توضیح: (وشعر... الخ): خنزیر کے بالوں کی بیع اور ان سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے باطل ہے اس لیے کہ آدمی کو کرامت حاصل ہے۔میتہ کی جلد کی بیع دباغت کے بعد جائز ہے دباغت سے پہلے جائز نہیں اس طرح اس سے نفع حاصل کرنا بھی دباغت کے بعد جائز ہے پہلے جائز نہیں اس لیے کہ حدیث میں ہے: **لا تنفعوا المیتة باهاب** (تم مردار کے چمڑے سے نفع حاصل نہ کرو)، اہاب اس چمڑے کو کہتے ہیں جس کو دباغت نہ دی گئی ہو تو اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ دباغت سے پہلے نفع حاصل کرنا جائز نہیں اور دوسری یہ کہ دباغت کے بعد انتفاع جائز ہے

(کعظمہا... الخ): میتہ کی ہڈیاں، پٹھے، اون، بال، سینگ اور پشم کی بیع اور انتفاع جائز ہے۔

(لان الموت... الخ): یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ میتہ کی ہڈیوں وغیرہ کی بیع جائز نہ ہونی چاہیے اس لیے کہ یہ میتہ کے اجزاء ہیں جب میتہ کی بیع جائز نہیں تو اس کے اجزاء کی بیع بھی جائز نہ ہونی چاہیے تو اس کا جواب دیا کہ موت ان چیزوں میں حلول کرنے والی نہیں ہے لہٰذا ان کی بیع جائز نہ ہوگی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

والفیلُ کالسبعِ خلافًا لمحمدٍ ۞ حتی یجوزُ بیعُ عظمِه والانتفاعُ بعظمِه خلافًا لمحمدٍ ۞ فانه کالخنزیرِ عندَه .

01

ترجمہ: اور ہاتھی درندے کی طرح ہے بخلاف امام محمدؒ کے حتی کہ جائز ہے اس کی ہڈیوں کی بیع اور اس کی ہڈیوں کے ساتھ نفع حاصل کرنا۔ بخلاف امام محمدؒ کے اس لیے کہ یہ ہاتھی خنزیر کی طرح ہے ان کے نزدیک۔

توضیح: (والفیل... الخ): ہاتھی کے بارے میں اختلاف ہے شیخین فرماتے ہیں کہ یہ درندے کی طرح ہے جس طرح درندے کی ہڈیوں کی بیع اور ان سے نفع حاصل کرنا جائز ہے اسی طرح ہاتھی کی ہڈیوں کی بیع اور انتفاع بھی جائز ہوگا اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہاتھی خنزیر کی طرح ہے لہذا اس کی ہڈیوں کی بیع اور انتفاع جائز نہ ہوگا۔

ولابیعُ علوٍ بعد سقوطِه ای اذا کان العلوُ لرجلٍ والسفلُ لرجلٍ فسقطا اوسقطَ العلوُ وحدَه فباعَ صاحبُ العلوِ علوَه بطلَ بیعُه اذ بعدَ السقوطِ لم یبقَ الا حقُ التعلّی وهو لیس بمالٍ . وبیعُ شخصٍ علی انه امةٌ وهوعبدٌ فان البیعَ باطلٌ بخلافِ ما اذا اشتری کبشًا فاذا هو نعجةٌ فان البیعَ منعقدٌ وللمشتری الخیارُ والاصلُ فی ذالکَ ان الاشارةَ والتسمیةَ اذا اجتمعتا ففی مختلِفِی الجنسِ یَتعلقُ بالمُسمّٰی ویبطُلُ لانعدامِ المُسَمّٰی وفی متحدَیِ الجنسِ یتعلقُ بالمشارِ الیه ویَنعقِدُ بوجودِ المشارِ الیه لکن المُشتَری بالخیارِ لفواتِ الوصفِ فالذکرُ والُانثی فی بنی آدمَ جنسانِ لفحشِ التفاوتِ واختلافِ الاغراضِ وفی غیرِ بنی آدمَ جنسٌ واحدٌ .

ترجمہ: اور جائز نہیں بالا خانے کی بیع کرنا اس کے گرنے کے بعد یعنی جب بالا خانہ کسی ایک آدمی کا ہو اور نچلی منزل کسی اور کی ہو پھر وہ دونوں گر جائیں یا صرف بالا خانہ گر جائے پھر بالا خانے والا اپنی اوپر کی منزل بیچے تو اس کی بیع باطل ہوگی اس لیے کہ گرنے کے بعد نہیں باقی رہا مگر تعلّی کا حق اور وہ مال نہیں ہے اور جائز نہیں ایک ذات کی بیع کرنا اس بنا پر کہ وہ باندی ہے حالانکہ وہ غلام ہو اس لیے کہ بیع باطل ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب مینڈھا خریدا پس وہ بھیڑ نکلی اس لیے کہ بیع منعقد ہو جائیگی اور مشتری کے لیے خیار ہوگا اور اس میں اصل یہ ہے کہ اشارہ اور تسمیہ جب دونوں جمع ہو جائیں تو دو مختلف جنس والی چیزوں میں تو عقد متعلق ہوگا مسمی کے ساتھ اور باطل ہو جائیگا مسمی کے معدوم ہونے کی وجہ سے اور دو متحد جنسوں والی چیزوں میں عقد متعلق ہوگا مشار الیہ کے ساتھ اور منعقد ہو جائیگا بوجہ مشار الیہ کے موجود ہونے کے لیکن مشتری خیار کے ساتھ ہوگا وصف کے فوت ہونے کی وجہ سے پس بنی آدم میں مذکر اور مونث دو مختلف جنسیں ہیں بہت زیادہ تفاوت اور اغراض کے مختلف ہونے کی وجہ سے اور بنی آدم کے علاوہ میں ایک جنس ہیں۔

توضیح: (ولا بیع... الخ): ایک مکان میں دو آدمی رہتے ہیں ایک نچلی منزل میں اور ایک اوپر والی منزل میں پھر دونوں منزلیں گر گئیں یا صرف اوپر والی منزل گر گئی اس کے بعد اوپر والا اپنی اوپر کی منزل بیچتا ہے تو یہ جائز نہیں۔

(اذ... الخ) یہ دمسئلہ مذکورہ کی دلیل ہے کہ جب سقوط ہو گیا تو اس کے بعد فقط حق تعلی باقی رہ گیا اور حق تعلی کوئی مال نہیں ہے لہٰذا اس کی بیع غیر مال کی بیع ہوگی جو کہ باطل ہے۔

(وبیع... الخ): اگر کسی نے اس شرط کے ساتھ بیع کی کہ مبیع باندی ہے مشتری نے دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ تو غلام ہے تو بیع باطل ہے۔

(بخلاف... الخ): یہ ایک سوال کا جواب ہے کسی نے جانور یہ سمجھتے ہوئے خریدا کہ یہ مینڈھا ہے پھر پتہ چلا کہ وہ بھیڑ ہے تو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یہ بیع منعقد ہوجائیگی اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو بیع کو فسخ کردے، تو چاہیے کہ متن والے مسئلے میں بھی بیع منعقد ہوجائے اور مشتری کو خیار حاصل ہو؟ تو اس کا جواب دیا کہ دونوں مسئلوں میں فرق ہے جس کو سمجھنے سے پہلے ایک ضابطہ جاننا چاہیے کہ اشارہ اور تسمیہ جب دونوں جمع ہوجائیں یعنی بیع میں مبیع حاضر بھی ہو اور اس کا نام بھی لیا جائے کہ یہ غلام ہے یا لونڈی ہے مثلاً، تو اب دو صورتیں ہیں یا تو یہ دونوں مختلف الجنس میں جمع ہونگے یا متحد الجنس میں (یعنی اشارہ اور تسمیہ یا تو ایسی دو چیزوں میں جمع ہونگے جن کی جنس مختلف ہے یا ایسی دو چیزوں میں جمع ہونگے جن کی جنس ایک ہے) اگر مختلف الجنس میں جمع ہوں تو ایجاب وقبول کا تعلق مسمی کے ساتھ ہوتا ہے یعنی اس چیز کے ساتھ عقد متعلق ہوجاتا ہے جس کا نام لیا گیا اور اگر اشارہ اور تسمیہ متحد الجنس میں جمع ہوجائیں تو ایجاب وقبول کا تعلق مشارالیہ کے ساتھ ہوتا ہے یعنی اب عقد اس چیز کے ساتھ متعلق ہوجاتا ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اب دونوں مسئلوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ غلام اور باندی دو مختلف جنسیں ہیں اس لیے کہ ان کے اغراض مختلف ہیں لہٰذا اب عقد کا تعلق مسمی یعنی باندی کے ساتھ ہوگا اور وہ مسمی معدوم ہے کیونکہ موجود تو اس مسئلے میں غلام ہے اور معدوم کی بیع جائز نہیں ہوتی لہٰذا یہ بیع جائز نہ ہوگی اور دوسرے مسئلے میں مینڈھا اور بھیڑ جنس واحد ہیں اس لیے کہ ان کے اغراض ایک ہیں لہٰذا عقد کا تعلق مشارالیہ کے ساتھ ہوگا اور مشارالیہ موجود ہے جو کہ بھیڑ ہے لہٰذا بیع منعقد ہوجائیگی لیکن مشتری کو خیار ہوگا کہ چاہے تو بیع کو فسخ کردے اس لیے کہ مبیع میں وصف فوت ہوگئی ہے یعنی مینڈھا ہونا اور جس بیع میں وصف فوت ہوجائے وہاں مشتری کو فسخ کا خیار ہوتا ہے۔

وشراءُ ماباعَ باقلَّ مما باعَ قبلَ نقدِ ثمنِه الاولِ باعَ شيئًا بخمسةَ عشرَ ولم يأخُذِ الثمنَ ثم اشتراه بعشرةٍ فتقاصَّ العشرةُ بعشرة من خمسةَ عشرَ فبَقِيَ للبائعِ على المشترى خمسةٌ فهى ربحُ مالم يضمَنه اى الثمنَ وهو خمسةَ عشرَ لانَّه لمَّا لم يَقبِضه البائعُ لم يَدخُل فى ضِمانِه وانما الغنمُ بازاءِ الغرمِ فيكونُ الربحُ حراماً فيكونُ هذاالبيعُ فاسداً خلافًا للشافعيؒ وشراءُ ماباعَ مع شئٌ آخرَ لم يبِعه بثمنه الاولِ فيما باعَ وان صح فيما لم يَبِع باع شيئاً بخمسةَ عشرَ ولم يَاخُذِ الثمنَ ثم اشتراه معَ شئٌ آخرَ بخمسةَ عشرَ فالبيعُ فاسدٌ فى المبيعِ الاولِ وجائزٌ فى الآخَرِ فيُقسَّم الثمنُ على قيمتِهما فيجوزُ فى الشئُ الآخرِ بحصتِه من الثمنِ وهو خمسةَ عشرَ .

ترجمہ: اور جائز نہیں بیچی ہوئی چیز خریدنا اس ثمن سے کم کے ساتھ جس ثمن کے ساتھ بیچا تھا ثمن اول کی ادائیگی سے پہلے، ایک چیز بیچی پندرہ کے بدلے میں اور ثمن نہیں لیا پھر اسی چیز کو خرید لیا دس کے بدلے، پھر ادلہ بدلہ ہوگیا دس کا اس دس کے ساتھ جو پندرہ میں سے ہے پس باقی رہے بائع کے لیے مشتری پر پانچ درہم تو یہ نفع ہوگا اس چیز کا جس کا بائع ضامن نہیں ہے یعنی ثمن کا اور وہ پندرہ ہیں اس لیے کہ جب قبضہ نہیں کیا اس پر بائع نے تو وہ اس کی ضمان میں نہیں ہوئے اور جزیں نیست کہ نفع تاوان کے مقابلے میں ہوتا ہے پس نفع حرام ہوگا لہٰذا یہ بیع فاسد ہوگی بخلاف امام شافعیؒ کے اور جائز نہیں خریدنا اس چیز کو جس کو بیچا تھا دوسری شے سمیت (جس کو نہیں بیچا تھا) ثمن اول کے ساتھ اس چیز میں جس کو بیچا تھا، اگرچہ صحیح ہے اس چیز میں جس کو نہیں بیچا تھا، ایک چیز بیچی پندرہ درہم کے عوض میں اور ثمن نہیں لیا پھر اس کو خرید لیا دوسری شے سمیت پندرہ کے عوض میں تو بیع فاسد ہوگی مبیع اول میں اور جائز ہوگی دوسری میں پس ثمن تقسیم کیا جائے گا ان دونوں کی قیمت پر پس جائز ہوگی بیع دوسری شے میں اس کے حصے کے ثمن کے ساتھ اور وہ ثمن پندرہ ہیں۔

توضیح: (وشراء... الخ): کسی ایسی چیز کو کم ثمن کے بدلے میں خریدنا جس کو زائد ثمن کے عوض بیچا ہو اور ابھی تک اس بیع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا ثمن ادا نہ کیا ہو تو یہ جائز نہیں۔اس کی صورت یوں ہے کہ ایک آدمی نے کوئی چیز پندرہ درہم کے عوض فروخت کی مشتری نے ابھی تک ثمن ادا نہ کیا تھا کہ بائع نے وہی چیز دس کے بدلے میں خرید لی پس دس کا دس کے ساتھ تبادلہ ہو گیا اور مشتری کے ذمے بائع کے لیے پانچ درہم رہ گئے تو یہ جائز نہیں اس لیے کہ بائع نے ایسے ثمن کا نفع حاصل کیا جو اس بائع کی ضمان میں داخل نہیں ہے اور وہ ثمن پندرہ دراہم ہیں اور ایسے ثمن کا نفع جو مضمون نہ ہو وہ حرام ہوتا ہے۔باقی رہی یہ بات کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ ایسے ثمن کا نفع ہے جو مضمون نہیں ہے؟ تو وہ اس طرح کہ بائع نے ثمن پر قبضہ نہیں کیا تھا اور جو چیز قبضہ میں نہ ہو وہ مضمون نہیں ہوتی اور باقی رہی یہ بات کہ ایسا نفع حرام کیوں ہے؟ تو وہ اس لیے کہ ضابطہ ہے: **الغنم بازاء الغرم**، یعنی نفع ضمان کے مقابلے میں ہوتا ہے پس نفع وہ حاصل کر سکتا ہے جس کی ضمان میں وہ چیز ہو جس پر وہ نفع حاصل کرتا ہے۔

(وشراء... الخ): اگر کسی نے کوئی شے فروخت کی اور مشتری نے ابھی تک ثمن ادا نہیں کیا کہ وہی چیز دوسری شے سمیت پہلے والے ثمن کے بدلے میں خرید لی تو بیع پہلی شے میں ناجائز ہوگی اور دوسری میں جائز ہوگی۔مثلاً پندرہ کے عوض میں ایک غلام بیچا اور ثمن پر قبضہ نہیں کیا اس کے بعد اس شے کو مشتری سے باندی کے ساتھ اسی پہلے ثمن یعنی پندرہ کے عوض میں خرید لیا تو اب یہ بیع اس غلام میں فاسد ہوگی جس کو اس نے پہلے مشتری کے ہاتھ بیچا تھا اور باندی میں جائز ہوگی لہٰذا ثمن کو ان دونوں مبیعوں پر تقسیم کیا جائیگا دوسری شے یعنی باندی کے مقابلے میں جتنا ثمن آتا ہے اس کے عوض میں یہ بیع صحیح ہوگی۔وجہ اس کی یہ ہے کہ پہلی شے پر **شراء مابا ع باقل مما باع قبل نقد ثمنه الاول** صادق ہے جس کا بیان ابھی پیچھے گزرا لہٰذا اس میں بیع جائز نہیں اور دوسری شے پر یہ بات صادق نہیں آتی لہٰذا اس میں جائز ہوگی۔

وزيتٍ على اَن يوزنَ بظرفِه ويَطرَحُ عنه بكلِ ظرفٍ كذا رطلًا انما يفسدُ لانه شرطٌ لا يقتضيهِ العقدُ بل مقتضى العقدِ ان يطَرَحَ بازاءِ الظرفِ مقدارَ وزنِه كمافى المسئالةِ الثانيةِ وهى ماقال بخلافِ شرطِ طرحِ وزنِ الظرفِ عنه وان اختلفا فى نفسِ الظرفِ وبقَدرِه فالقولُ للمشتَرِى اى اشترى سمناً فى زقٍ ورَدَّ الظرفَ وعشرةَ ارطالٍ فقال البائعُ الزقُّ غيرُ هذا وهو خمسةُ ارطالٍ فالقولُ لِلمشتَرِى .

ترجمہ: اور جائز نہیں زیتون کی بیع اس شرط کے ساتھ کہ وزن کیا جائیگا اس کا اس کے برتن سمیت اور منہا کیا جائیگا اس سے ہر برتن کے بدلے میں اتنے رطل، جزیں نیست کہ یہ فاسد ہے اس لیے کہ یہ ایسی شرط ہے جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا بلکہ عقد کا مقتضی یہ ہے کہ منہا کیا جائے برتن کے مقابلے میں اس کے وزن کی مقدار کو جیسا کہ دوسرے مسئلے میں ہے اور وہ وہ ہے جو مصنف نے بیان کیا بخلاف سے کہ بخلاف برتن کے وزن کے اس سے منہا کرنے کی شرط کے، اور اگر دونوں کا اختلاف ہو گیا نفس برتن اور اس کی مقدار میں تو قول مشتری کا ہوگا یعنی مشکیزے میں گھی خریدا اور واپس کر دیا ظرف اور دس رطل، تو بائع نے کہا مشکیزہ اس کے علاوہ تھا اور وہ پانچ رطل کا تھا تو قول مشتری کا ہوگا۔

توضیح: (وزیت..... الخ): زیتوں کے تیل کی بیع اس شرط کیساتھ کہ اس تیل کا وزن برتن سمیت ہوگا اور ہر برتن کے عوض اتنے رطل مجرا کریں گے مثلاً ہر برتن کے عوض آٹھ رطل منہا کریں گے تو یہ ٹھیک نہیں ہے فاسد ہے اسلئے کہ اس میں ایسی شرط لگائی گئی ہے جسکا عقد تقاضا نہیں کرتا کیونکہ عقد کا مقتضی یہ ہے کہ ہر برتن کے عوض اسکے برتن کی مقدار منہا کی جائے جیسا کہ دوسرے مسئلے میں ہے کہ اگر کسی نے تیل اس شرط کے ساتھ بیچا کہ اس کا وزن برتن سمیت ہوگا اور ہر برتن کے عوض اس کے وزن کی مقدار مجرا کی جائیگی تو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اب یہ صحیح ہے۔مثلاً آٹھ رطل گھی ایک برتن میں بیچا اور ثمن سولہ درہم طے کیے، برتن کا وزن دو رطل ہے اور شرط لگائی گئی کہ برتن کے وزن کے برابر مقدار منہا کی جائیگی تو اب جائز ہے، لہٰذا اب چھ رطل گھی چودہ درہم کے عوض ہو جائیگا۔

(واختلفا... الخ): مشکیزہ میں گھی بیچا جب مشتری مشکیزہ واپس کرنے لگا تو اس نے وہ مشکیزہ واپس کیا تو دس رطل کا تھا اور بائع نے کہا یہ میں نے تمہیں اس مشکیزے میں گھی نہیں دیا تھا بلکہ میں نے تمہیں جس مشکیزے میں گھی دیا تھا وہ پانچ رطل کا تھا تو اب مشتری کی بات معتبر ہوگی اس لیے کہ یہاں دو احتمال ہیں یا تو یہ مقبوض کی مقدار میں اختلاف ہے کہ مشتری نے کتنے رطل والے مشکیزہ پر قبضہ کیا تھا اور یا یہ گھی کی مقدار میں اختلاف ہے اگر ہم یہ کہیں کہ مقبوض کی مقدار میں اختلاف ہے کہ بائع کہتا ہے تم نے پانچ رطل والے مشکیزہ پر قبضہ کیا تھا اور مشتری کہتا ہے کہ میں نے دس رطل والے مشکیزہ پر قبضہ کیا تھا تو مشتری کی بات معتبر ہونی چاہیے اس لیے کہ مشتری قابض ہے اور مقدار مقبوض میں اختلاف کی صورت میں قابض کی بات معتبر ہوتی ہے اور اگر ہم کہیں کہ یہ گھی کی مقدار میں اختلاف ہے تو یہ دراصل ثمن کی مقدار میں اختلاف ہے کیونکہ جب بائع یہ کہتا ہے کہ میں نے تمہیں پانچ رطل والا مشکیزہ دیا تھا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے تمہیں گھی زیادہ دیا تھا لہٰذا تم پر زائد ثمن لازم ہوگا جبکہ مشتری جب یہ کہتا ہے کہ تم نے دس رطل والا مشکیزہ دیا تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بائع نے گھی کم دیا تھا لہٰذا ثمن کم لازم ہوگا، پس جب یہ اختلاف ثمن کی مقدار میں ہے تو بھی مشتری کی بات ماننی چاہیے اس لیے کہ مشتری زیادتی ثمن کا منکر ہے اور قول منکر کا معتبر ہوتا ہے۔

وبطلَ بيعُ المسيلِ وهبتُه وصَحا فی الطريقِ ای صح البيعُ والهبةُ فی الطريقِ قيلَ اِن اُريد رقبةُ المسيلِ والطريقِ فمقدارُ ما يسيلُ الماءُ مجهولٌ فلا يجوزُ فيه البيعُ والهبةُ وامَّا الطريقُ فمعلومٌ وان لم يُبَّن فهومقدرٌ بعرضِ بابِ الدارِ كذا فی بابِ القسمةِ فيجوزُ فيه البيعُ والهبةُ واِن اُريد حقُّ التسييلِ فاِن كانَ علی الارضِ فمجهولٌ لما مَر واِن كا نَ علی السطحِ فهو حقُّ التعلّی وهو حقٌ متعلقٌ بعينٍ لا يَبقٰی وحقُّ المرورِ فيه روايَتانِ وجهُ البطلانِ انه غيرُ مالٍ وجهُ الصحةِ الاحتياجُ به وهو حقٌ معلومٌ متعلقٌ بعينٍ باقٍ .

ترجمہ: اور باطل ہے مسیل (پانی بہانے کی جگہ) کی بیع اور اس کا ہبہ اور صحیح ہیں وہ دونوں (بیع اور ہبہ) راستے میں یعنی صحیح ہے بیع اور ہبہ راستے میں، کہا گیا کہ اگر مراد مسیل اور طریق کی ذات ہو تو وہ مقدار جس میں پانی بہے گا، مجہول ہے پس جائز نہ ہوگی اس میں بیع اور ہبہ، بہر حال طریق تو وہ معلوم ہوتا ہے اور اگر بیان نہ کیا جائے تو اسے مقرر کیا جاتا ہے دار کے دروازے کی چوڑائی کے برابر، اسی طرح ہے باب القسمۃ میں، پس جائز ہے اس میں بیع اور ہبہ اور اگر مراد پانی بہانے کا حق ہو۔ پس اگر یہ بہنا زمین پر ہو تو مجہول ہے اس بات کی وجہ سے جو گزری اور اگر یہ بہنا چھت پر ہو تو وہ تعلی کا حق ہے اور وہ ایسا حق ہے جو متعلق ہے ایسے عین کے ساتھ جو باقی نہیں رہتا اور گزرنے کا حق، اس میں دو روایتیں ہیں، باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ غیر مال ہے اور صحیح ہونے کی وجہ اس کی ضرورت و حاجت ہے اور وہ ایسا حق ہے جو معلوم ہے، متعلق ہے ایسے عین کیساتھ جو باقی رہنے والا ہے۔

توضیح: (وبطل... الخ): مسیل کی بیع اور ہبہ باطل ہے اور طریق کی بیع اور ہبہ جائز ہے. مسیل اور طریق کے مصداق میں دو احتمال ہیں ایک یہ ہے کہ طریق سے مراد نفس طریق ہو یعنی راستہ اور مسیل سے مراد نفس مسیل ہو۔ یعنی پانی بہانے کے لیے نالی وغیرہ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ طریق سے مراد حق مرور ہو۔ یعنی اس راستے پر چلنے کا حق اور مسیل سے مراد حق تسییل ہو یعنی اس پر اپنا پانی بہانے کا حق۔ اگر طریق اور مسیل سے مراد نفس طریق اور نفس مسیل ہو تو مصنف کی عبارت کا معنی یہ ہوگا کہ نفس مسیل کی بیع اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہبہ جائز نہیں اور نفس طریق کی بیع اور ہبہ جائز ہے، نفس مسیل میں اس لیے بیع اور ہبہ جائز نہیں کہ اس جگہ کی مقدار مجہول ہے جس کو پانی گھیرے گا (یعنی یہ معلوم نہیں کہ جب پانی بہے گا تو وہ کتنی جگہ گھیرے گا) اور مجہول میں بیع اور ہبہ جائز نہیں ہوا کرتا اور نفس طریق میں بیع اور ہبہ اس لیے جائز ہے کہ طریق یعنی راستہ کو اگر عقد میں بیان کر دیا جائے کہ اس کی کیا مقدار ہے تو ظاہر ہے وہ معلوم ہو جائیگا اور اگر اس کو عقد میں بیان نہ کیا جائے تو اس کو گھر کے دروازے کی چوڑائی کے برابر مقرر کیا جاتا ہے جیسے باب تقسیم میں ہوتا ہے کہ زمینوں کی تقسیم کے وقت راستہ اتنا دیا جاتا ہے جتنا کہ دروازے کی چوڑائی ہوتی ہے۔ لہٰذا طریق میں بیع و ہبہ جائز ہوگا۔

اور اگر مسیل اور طریق سے مراد حق تسییل اور حق مرور ہو تو معنی یہ ہوگا کہ حق تسییل کی بیع اور ہبہ جائز نہیں اور حق مرور کی بیع اور ہبہ جائز ہے حق تسییل کی بیع اور ہبہ اس لیے درست نہیں کہ سیلان (پانی کا بہاؤ) یا تو چھت پر ہوگا یا زمین پر اگر زمین پر ہو تو اس لیے جائز نہیں کہ یہ مجہول ہے اس لیے کہ یہ معلوم نہیں ہے کہ پانی کتنی جگہ گھیرے گا اور اگر سیلان چھت پر ہو تو یہ اسلیے جائز نہیں کہ یہ حق تعلی ہے اور یہ ایسا حق ہے جو ایسے عین کے ساتھ قائم ہے جو باقی رہنے والا نہیں ہے اس لیے کہ چھت ہمیشہ قائم نہیں رہتی اور اس قسم کے حق میں بیع اور ہبہ جائز نہیں ہوتا ہے۔

اور حق مرور میں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ اس کی بیع اور ہبہ جائز نہیں اور دوسری روایت ہے کہ اس کی بیع اور ہبہ جائز ہے، جواز والی روایت کی دلیل یہ ہے کہ مرور (گزرنا) ایک ضرورت کی چیز ہے اور مرور ایسا حق ہے جو ایسے عین کے ساتھ قائم ہے جو باقی رہنے والا ہے اس لیے کہ مرور تو زمین پر ہوتا ہے اور زمین ہمیشہ باقی رہتی ہے اور اس قسم کے حق میں بیع اور ہبہ جائز ہوا کرتے ہیں۔

و امرُ المسلمِ ببیعِ خمرٍ او خنزیرٍ وشرائِهما ذمیًا وامرُ المحرمِ غیرَہ ببیعِ صیدِہ فقولُه وامرٌ عطفٌ علی الضمیرِ المرفوعِ المتصلِ فی قوله وصحا وهذا العطفُ جائزٌ لوجودِ الفصلِ وهوقولُه فی الطریقِ وهذا عند ابی حنیفةؒ وعندهما لا یجوزُ لان الموکلَ لا یَلِیهِ بنفسِه فلا یُوَلِّی غیرَہ ولَه ان العاقدَ وهو الوکیلُ یتصرفُ باهلیتِه.

ترجمہ: اور صحیح ہے مسلمان کا امر کرنا شراب یا خنزیر کی بیع کا یا ان دونوں کی شراء کا کسی ذمی کو اور صحیح ہے محرم کا اپنے غیر کو امر کرنا اپنے شکار کی بیع کا۔ پس مصنف کا قول و امر معطوف ہے ضمیر مرفوع متصل پر جو واقع ہے مصنف کے اس قول **وصحا** میں، اور یہ عطف جائز ہے بوجہ فصل کے موجود ہونے کے اور وہ مصنف کا قول فی الطریق ہے اور یہ امام صاحب کے نزدیک ہے، اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں اس لیے کہ موکل مالک نہیں یہ کام کرنا بذات خود، پس دوسرے کو بھی اس کا مالک نہیں بنا سکتا اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ عاقد وہ وکیل ہے جو تصرف کرتا ہے اپنی اہلیت کے ساتھ۔

توضیح: (وامر المسلم... الخ): اگر مسلم نے ذمی کو حکم دیا کہ وہ شراب یا خنزیر کو بیچے یا ان دونوں کو خریدے تو یہ صحیح ہے اس طرح اگر محرم نے احرام سے پہلے شکار کیا تھا اس کے بعد احرام باندھ لیا پھر غیر محرم کو حکم دیا کہ اس شکار کی بیع کرو تو یہ بھی جائز ہے۔

(فقولہ... الخ): یہ ترکیب کا بیان ہے کہ **امر المسلم** مرفوع ہے اسلئے کہ اس کا عطف ہے **صحا** کی ضمیر مرفوع متصل پر۔

(وھذا... الخ): یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ ضمیر مرفوع متصل پر کسی لفظ کے عطف کی شرط یہ ہے کہ پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لائی جائے اور بعد میں اس پر عطف کیا جائے اور یہاں تاکید نہیں ہے تو امر کا اس ضمیر متصل پر عطف کرنا کیسے جائز ہوگا؟ تو اس کا جواب دیا کہ یہ ضابطہ وہاں ہے جہاں ضمیر مرفوع متصل اور اس دوسرے لفظ معطوف کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو اور یہاں فاصلہ ہے اور وہ فاصلہ ہے **فی الطریق** کا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

(وھذا... الخ): مسئلہ مذکورہ کا یہ حکم امام صاحب کے نزدیک ہے جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ مسلمان کا امر کرنا اور محرم کا مذکورہ باتوں کا امر کرنا جائز نہیں ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مسلم اور محرم ان مسئلوں میں موکل ہیں جو کہ خود یہ کام نہیں کر سکتے اس لیے کہ مسلم شراب وخنزیر کی بیع وشراء نہیں کر سکتا ہے۔ اس طرح محرم شکار کی بیع نہیں کر سکتا اور ضابطہ یہ ہے کہ: جو کام انسان خود نہ کر سکے اس کا دوسرے کو وکیل بھی نہیں بنا سکتا لہٰذا یہ امر کرنا درست نہیں ہے۔ امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ یہاں عاقد وکیل ہے نہ کہ موکل، اور وکیل اپنی اہلیت کے ساتھ کام کرتا ہے اور وکیل جو کہ ذمی ہے یا غیر محرم ہے اس میں یہ کام کرنے کی اہلیت ہے اس لیے کہ ذمی شراب کی بیع وشراء کر سکتا ہے اس طرح غیر محرم شکار کی بیع کر سکتا ہے۔ لہٰذا مسلم یا محرم کا یہ امر کرنا جائز ہو جائیگا۔

والبیعُ بشرطٍ یقتضیه العقدُ کشرطِ الملکِ للمشتری او لا یقتضیه ولا نفعَ فیه لاحدٍ کشرطِ ان لا یبیعَ الدابةَ المبیعةَ بخلافِ شرطٍ لا تقتضیه العقدُ وفیه نفعٌ لا حدِ العاقدینِ ولمبیعٍ یستحقُّه ای یکونُ المبیعُ اهلًا لا ستحقاقِ النفعِ بان یکونَ آدمیًا فظهَر ان قولَه ولا نفعَ فیه لاحدٍ اراد به لاحدٍ من العاقدینِ والمبیعِ المستحقِ حتی لو کان النفعُ للمبیعِ الذی لا یستحقُّ النفعَ کشرطِ ان لا یبیعَ الدابةَ المبیعةَ لا یکونُ هذا الشرطُ مفسِداً کشرطِ ان یقطعَه البائعُ اویخیطَه قباءً اویحذوَ ه نعلاً اویَشرِکَه ای یجعلَ للنعلِ شراکًا هذا نظیرُ شرطٍ لا یقتضیه العقدُ وفیه نفعٌ للمُشتری وصَح فی النعلِ استحسانًا انما یجوزُ فی النعلِ للتعاملِ والقیاسُ ان لایجوزَ اویَستَخدِمَه شهراً ای یستَخدِمَه البائعُ شهراً وهذا نظیرُ شرط لا یقتضیه العقدُ وفیه نفعٌ للبائعِ اویُعتِقَه اویُدبّرَه اویُکاتِبَه هذا نظیرُ شرطٍ لا یقتضیه العقد وُفیه نفعٌ للمبیعِ وهو اهلٌ لاتسحقاقِ النفعِ.

ترجمہ: اور جائز ہے بیع کرنا ایسی شرط کے ساتھ جس کا عقد تقاضا کرتا ہے جیسے مشتری کے لیے ملک کی شرط یا عقد اس کا تقاضا نہیں کرتا اور اس میں کسی ایک کا نفع نہیں ہے جیسے اس شرط کے ساتھ کہ مشتری اس جانور کو فروخت نہیں کریگا جس کو بیچا جا رہا ہے بخلاف ایسی شرط کے جس کا عقد تقاضہ نہیں کرتا اور اس میں نفع ہے عاقدین میں سے کسی ایک کا یا اس مبیع کا جو مستحق ہے اس نفع کی یعنی مبیع نفع کے استحقاق کی اہل ہو بایں طور کہ وہ آدمی ہو پس ظاہر ہو گئی یہ بات کہ مصنف کا قول ولا نفع فیه لاحد، سے مصنف نے ارادہ کیا عاقدین میں سے کسی ایک کا اور اس مبیع کا جو مستحق ہو حتی کہ اگر نفع اس مبیع کا ہو جو نفع کی مستحق نہیں ہے جیسے یہ شرط کہ مشتری اس جانور کو فروخت نہیں کریگا جس کو بیچا جا رہا ہے تو یہ شرط مفسد نہیں ہوگی جیسے یہ شرط کہ بائع اس کو کاٹے گا یا اس کی قباء سی کر دیگا یا اس کا جوتا بنا کر دیگا یا اس میں تسمہ لگا کر دیگا یعنی جوتے کے لیے تسمہ بنائیگا اور یہ نظیر ہے اس شرط کی جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا اور اس میں مشتری کا نفع ہے اور صحیح ہے جوتے میں استحساناً، جزیں نیست کہ جائز ہے جوتے میں تعامل کی وجہ سے اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہ ہو، یا اس سے خدمت لے گا ایک ماہ یعنی بائع اس سے ایک ماہ خدمت لے گا اور یہ نظیر ہے ایسی شرط کی جسکا عقد تقاضا نہیں کرتا ہے اور اس میں بائع کا نفع ہے یا اس کو آزاد کریگا یا مدبر بنائیگا یا اس کو مکاتب بنائیگا یہ نظیر ہے اس شرط کی جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا اور اس میں نفع ہے مبیع کا اور وہ مبیع اہل استحقاق میں سے ہے۔

توضیح: (والبیع... الخ): اگر بیع میں کوئی شرط لگا دی جائے تو وہ شرط یا تو عقد کے مقتضی کے مطابق ہوگی یا نہیں اگر عقد کے مقتضی کے مطابق ہو تو ایسی بیع جائز ہے جیسے بیع کے وقت یہ شرط ہو کہ مشتری اس مبیع کا مالک ہوگا اور اگر وہ شرط ایسی ہو جس کا عقد تقاضا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں کرتا تو اس شرط میں کسی کا نفع ہوگا یا نہیں، اگر کسی کا نفع نہ ہو تو ایسی بیع بھی جائز ہے جیسے جانور بیچا اس شرط کے ساتھ کہ مشتری اس کو آگے فروخت نہیں کریگا اور اگر شرط ایسی ہو جس کا عقد تقاضا نہ کرتا ہو اور اس میں عاقدین میں سے کسی ایک کا نفع ہو یا مبیع کا نفع ہو اور وہ مبیع نفع کے استحقاق کی اہل ہو بایں طور کہ وہ آدمی ہو تو یہ جائز نہیں، اس کی مثالیں آگے آئیں گی، پس اگر بیع میں شرط ایسی ہو جس میں نفع مبیع کا ہو اور وہ مبیع نفع کے استحقاق کی اہل نہ ہو تو یہ بیع جائز ہے جیسے جانور کی بیع اس شرط کے ساتھ کی کہ مشتری اس کو آگے فروخت نہیں کریگا تو یہ بیع جائز ہے اس لیے کہ جانور نفع کے استحقاق کا اہل نہیں ہے اگرچہ اس جانور کا اس بات میں نفع ہے کہ اس کو آگے فروخت نہ کیا جائے۔

(کشرط... الخ): یہ اس شرط کی نظیر ہے جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا اور اس میں مشتری کا نفع ہے کہ ایک آدمی نے کپڑا خریدا اور یہ شرط لگائی کہ بائع اس کو کاٹ کر دیگا یا اس کی قباء بنا کر دیگا یا چمڑا خریدا اور یہ شرط لگائی کہ بائع اس کو جوتا بنا کر دیگا یا جوتا خریدا اور یہ شرط لگائی کہ بائع اس میں تسمہ لگا کر دیگا تو اب یہ جائز نہیں ہے اس لیے کہ اس میں مشتری کا نفع ہے اور یہ شرط عقد کے مقتضی کے خلاف ہے۔

(وصح ... الخ): اگر چمڑا اس شرط کے ساتھ خریدا کہ بائع اس کو جوتا بنا کر دیگا تو یہ استحساناً جائز ہے قیاساً ناجائز ہونا تو ظاہر ہے کہ یہ ایسی شرط ہے جو عقد کے مقتضی کے خلاف ہے اور استحساناً جائز اس لیے کہ ہے کہ اس پر لوگوں کا تعامل ہے اور بسا اوقات تعامل ناس کی وجہ سے بیع استحساناً جائز ہوتی ہے۔

(اویستخدمہ... الخ): یہ اس شرط کی نظیر ہے جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا اور اس میں مبیع کے لیے نفع ہے جو مبیع نفع کے استحقاق کی اہل ہے کہ غلام اس شرط کے ساتھ بیچا کہ مشتری اس کو آزاد کریگا یا مدبر بنائیگا یا مکاتب بنائیگا۔ ظاہر ہے کہ غلام کو آزاد کرنے، مکاتب بنانے یا مدبر بنانے میں اس کا نفع ہے اور وہ نفع کے استحقاق کا اہل بھی ہے اس لیے کہ وہ آدمی ہے۔

وبیعُ امۃٍ الا حملَها عطفٌ علی شرطٍ لا یقتضیه العقدُ والاصلُ ان کلَّ ما لایصح اِفرادُہ بالعقدِ لا یجوزُ استثناءُ ہ من العقدِ فانه من توابعِ الشئُ فیکونُ داخلاً فی المبیعِ تبعًا له فاستثناءُ ہ من العقدِ شرطٌلا یقتضیه العقدُ فیکونُ مُفسِدًا ، والی النیروزِ والمهرجانِ وصومِ النصاری وفطرِ الیهودِ ان لم یَعرِفا ذالک وقدومِ الحاجِّ والحصادِ والدیاسِ والقطافِ والجزارِ القطافُ جنیُ الثمرِ عن الاشجارِ والجزارُ قطعُ الصوفِ عن ظهرِ الغنمِ ویُکَفَّلُ الیها ای یجوزُ الکفالۃُ الی هذہ الاوقاتِ لان الجهالَۃَ الیسیرۃَ متحمَّلۃٌ فی الکفالۃِ و صح ا ن اُسقِطَ الاجلُ قبلَ حلُولِه ای اِن اُسقِط هذہ الاجالُ المجهولۃُ قبلَ حلولِهایَنقَلِبُ البیعُ صحیحًا ثم اِعلَم اَنَّ الحکمَ فی البیعِ الباطلِ ان المبیعَ ان هلَک فی یدِ المشترِی فعندَ البعضِ امانۃٌ وعند البعضِ مضمونٌ بالقیمۃِ کالمقبوضِ علی سومِ الشراءِ .

ترجمہ: بخلاف باندی کی بیع کے مگر اس کا حمل، یہ معطوف ہے شرط لایقتضیه العقد پر اور اصل یہ ہے کہ ہر وہ چیز کہ اکیلے اس کا عقد کرنا جائز نہ ہو اس کا عقد سے استثناء کرنا جائز نہیں ہوتا اس لیے کہ وہ شے کے توابع میں سے ہوتی ہے پس وہ مبیع میں داخل ہوگی اس کے تابع ہوتے ہوئے پس اس کا استثناء عقد سے ایسی شرط ہے جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا پس یہ استثناء عقد کو فاسد کرنے والا ہوگا اور جائز نہیں بیع نیروز اور مہرجان اور نصاری کے روزوں اور یہود کے افطار تک اگر متعاقدین اس کو نہ جانتے ہوں اور حاجیوں کے آنے تک اور کٹائی اور گہائی اور قطاف اور جزار تک، قطاف پھلوں کا چننا ہے درختوں سے اور جزار اون کا کاٹنا ہے بھیڑوں کی پشت سے اور ان تک کفالت کی جاسکتی ہے یعنی ان اوقات کی کفالت جائز ہے اس لیے کہ تھوڑی جہالت کو کفالت میں برداشت کرلیا جاتا ہے اور صحیح

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے اگر اجل کو ساقط کر دیا اس کے آنے سے پہلے یعنی اگر ان آجال (مدتوں) کو ساقط کر دیا جو مجہول ہیں ان کے آنے سے پہلے تو بیع صحیح ہو جائیگی، پھر جان تو کہ بیع باطل میں حکم یہ ہے کہ مبیع اگر مشتری کے قبضہ میں ہلاک ہوگئی تو بعض کے نزدیک یہ امانت ہے اور بعض کے نزدیک یہ مضمون ہے قیمت کے ساتھ جیسے **مقبوض علی سوم الشراء**۔

توضیح: (وبیع الامۃ... الخ): عطف سے شارح ترکیب کو بیان کرتے ہیں کہ **وبیع امة** مجرور ہے اس کا عطف **بشرط لا یقتضیه العقد** پر ہے، معنی یہ ہے کہ اگر باندی کی بیع کی اور اس کے حمل کا استثناء کیا مثلاً کہا: **بعت هذه الامة الا حملها** (میں نے اس باندی کی بیع کی مگر اس کا حمل) تو یہ جائز نہیں دلیل کو سمجھنے سے پہلے ایک ضابطہ سمجھنا چاہیے کہ: ہر وہ چیز جس کا علیحدہ عقد کرنا صحیح نہ ہو اس کا عقد سے استثناء درست نہیں ہوتا، اس لیے کہ ایسی چیز مبیع کے توابع میں سے ہوتی ہے لہٰذا وہ مبیع میں داخل ہوگی پس اس کا عقد سے استثناء ایسی شرط ہوگی جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا۔

(والی... الخ): نیروز موسم بہار کی طرف (کنارے) میں ایک دن ہوتا ہے اور مہرجان موسم خزاں کی طرف میں ایک دن کو کہتے ہیں حاصل یہ ہے کہ اگر بیع ادھار کے ساتھ کی اور اجل نیروز یا مہرجان کو مقرر کیا کہ میں ثمن نیروز والے دن یا مہرجان والے دن ادا کرونگا یا اجل صوم نصاری یا فطر یہود کو مقرر کیا، یوں کہا کہ میں ثمن اس دن ادا کرونگا جس دن سے نصاری روزے رکھتے ہیں یا یہود جس دن افطار کرتے ہیں تو یہ جائز نہیں بشرطیکہ کہ متعاقدین کو ان کا پتہ نہ ہو کہ نیروز کب ہے اور مہرجان والا دن کونسا ہوتا ہے اور نصاری کب روزے رکھتے ہیں اور یہود کب عید مناتے ہیں. اگر پتہ ہو تو یہ عقد صحیح ہوگا، انکے بارے میں اگر پتہ نہ ہو تو عقد اسلئے ناجائز ہوگا کہ اس صورت میں ثمن کی ادائیگی کی مدت مجہول ہوگی اور اجل جب ادھار والی بیع میں مجہول ہو تو بیع جائز نہیں ہوتی، اسی طرح اگر ادھار کے ساتھ بیع کی اور **قدوم حاج** کو اجل مقرر کیا یعنی مشتری نے یہ کہا کہ میں ثمن اس وقت ادا کرونگا جب حاجی صاحبان آئیں گے یا گندم کی کٹائی یا گہائی یا قطاف یا جزار کو اجل مقرر کیا یعنی یہ کہا کہ میں ثمن اس وقت ادا کرونگا جب گندم کی کٹائی ہوگی یا جب گندم کی گہائی ہوگی یا جب قطاف ہوگا یعنی پھلوں کو درختوں سے چنا جائیگا یا جزار ہوگا یعنی جب بھیڑوں کی پشت سے اون کاٹی جائیگی۔ تو ایسا عقد بھی جائز نہیں اس لیے کہ اس میں اجل مجہول ہے کیونکہ حجاج کا آنا، گندم کی کٹائی، گہائی، وغیرہ یہ تو ایک مدت تک جاری رہتے ہیں تو اب بائع اور مشتری کے درمیان منازعت ہوگی بائع مدت کے اوائل میں ثمن کا مطالبہ کریگا جبکہ مشتری آخر مدت میں ثمن کی ادائیگی پر راضی ہوگا لہٰذا منازعت ہوگی۔

(ویکفل... الخ): پیچھے جو آجال گزری ہیں یعنی قدوم حاج اور گندم کی کٹائی وغیرہ کے اوقات ان تک کفالت درست ہے مثلاً ایک آدمی مشتری کا ان آجال تک کفیل بن جاتا ہے جیسے یوں کہتا ہے اگر مشتری نے گندم کی کٹائی تک ثمن ادا نہ کیا تو میں ضامن ہوں تو یہ جائز ہے اس لیے کہ اگرچہ یہاں جہالت ہے لیکن یہ جہالت یسیرہ (معمولی جہالت) ہے اور جہالت یسیرہ کفالت میں برداشت کر لی جاتی ہے اور بیع میں برداشت نہیں کی جاتی۔

(وصح... الخ): اگر ثمن کی ادائیگی ان آجال تک موجل ہو یعنی مشتری نے مثلاً یہ کہا ہو کہ ثمن اس وقت ادا کرونگا جب گندم کی کٹائی ہوگی، پھر اجل یعنی گندم کی کٹائی کے وقت سے پہلے اس کو ساقط کر دیا گیا اور مشتری نے ثمن کی ادائیگی کر دی تو یہ صحیح ہے اور بیع جائز ہو جائیگی اس لیے کہ اس بیع میں اگرچہ فساد تھا لیکن اس فساد کے پختہ ہونے سے پہلے اس کو ساقط کر دیا گیا اور وہ بیع جس میں فساد ہو اور فساد کے پختہ ہونے سے پہلے اس کو ختم کر دیا گیا تو وہ بیع جائز ہوتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

(ثم اعلم... الخ): یہاں سے بیع باطل کے حکم کو بیان کرتے ہیں کہ اگر مشتری نے بیع باطل میں مبیع پر قبضہ کرلیا پھر وہ اسکے ہاتھ میں ہلاک ہوگئی تو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ کوئی ضمان نہ ہوگا اسلئے کہ بیع باطل کوئی شے نہیں ہے لہٰذا بیع باطل میں مبیع پر مشتری کا قبضہ امانت کا قبضہ ہوگا اور امانت کے قبضہ میں اگر مقبوض ہلاک ہوجائے تو اسکا ضمان واجب نہیں ہوتا اور بعض کہتے ہیں مشتری اس صورت میں مبیع کی قیمت کا ضمان ادا کریگا اسلئے کہ بیع باطل میں مبیع مقبوض علی سوم الشراء سے کم حیثیت نہیں رکھتی اور مقبوض علی سوم الشراء اگر ہلاک ہوجائے تو قیمت واجب ہوا کرتی ہے لہٰذا یہاں بھی قیمت واجب ہوگی (مقبوض علی سوم الشراء کا معنی پہلے بیان ہوچکا ہے)

وامَّا حکمُ البیعِ الفاسدِ ففی المتنِ شرع فی احکامِه فقال: فان قَبَضَ المشتری المبیعَ بیعًافاسدًا برضاءِ بائعِه صریحًا اودلالةً کقبضِه فی مجلسِ عقدِه وکلٌ من العوضینِ مالٌ یَملِکُه فان قِیلَ: کلامُنا فی البیعِ الفاسد فِیکونُ کلٌ من العوضینِ مالًا البتةَ اِذ لولم یکُن لکان البیعُ باطلًا؟ قلنا قد. یُذکَرُ الفاسدُ ویُرادُ به الباطلُ کما اَنَّ فی اولِ کتابِ القدوری جُعِلَ البیعُ بالمیتةِ فاسداً وھوباطلٌ فلھذا قال وکلٌمن عوضیه مالٌ احتیاطاً حتی لو یَشمَلُ الفاسدُ الباطلَ یکونُ ھذا القیدُ مخرِجًا له عن ھذالحکمِ وھوان یصیرَ ملکًا علی انه قد یَکونُ البیعُ فاسدًامع انَّه لا یکونُ کلٌ من عوضیه مالًا کما اذا باعَ وسَکتَ عن الثمنِ فالبیعُ فاسدٌ عندھما حتی یَملِکُ بالقبضِ ویجبُ الثمنُ ای القیمةُ ولزمه مثلُه حقیقةً اومعنًی ای اِن ھَلَکَ فی یدِ المشتری وجبَ علیه المثلُ حقیقةً فی ذواتِ الامثالِ والمثلُ معنًی وھو القیمةُ فی ذواتِ القِیَمِ .

ترجمہ: اور بہرحال بیع فاسد کا حکم پس متن میں مصنف شروع ہوئے اس کے احکام میں پس کہا: فان الخ، پس اگر قبضہ کرلیا مشتری نے اس چیز پر جس کو بیچا گیا تھا بیع فاسد کے ساتھ اس کے بائع کی رضاء کے ساتھ صراحۃً یا دلالۃً جیسے کہ اس کا قبضہ کرلینا مجلس عقد میں درآں حالیکہ عوضین میں سے ہر ایک عوض مال ہو تو مشتری اس کا مالک ہوجائیگا پس اگر کہا جائے کہ ہمارا کلام بیع فاسد میں ہے پس عوضین میں سے ہر ایک عوض مال ہوگا ہر حال میں اس لیے کہ اگر نہ ہو تو بیع باطل ہوگی تو ہم کہیں گے کہ کبھی فاسد کو ذکر کیا جاتا ہے اور مراد باطل کو لیا جاتا ہے جیسے کہ کتاب قدوری کے شروع میں صاحب قدوری نے بیع بالمیتہ کو فاسد قرار دیا حالانکہ یہ باطل ہے پس اس وجہ سے مصنف نے کہا "وکل من عوضیه مال" احتیاطاً حتیٰ کہ اگر فاسد باطل کو شامل ہو بھی جائے تو یہ قید اس کو خارج کرنے والی ہو اس حکم سے، اور وہ حکم یہ ہے کہ مبیع ملک میں آجائے گی (مشتری کی) علاوہ ازیں کبھی بیع فاسد ہوتی ہے حالانکہ عوضین میں سے ہر ایک عوض مال نہیں ہوتا جیسے کہ بیع کی اور ثمن سے خاموشی اختیار کرلی تو بیع فاسد ہوگی صاحبین کے نزدیک حتی کہ اس میں ملک آجائیگی قبضہ کی وجہ سے اور واجب ہونگے ثمن یعنی قیمت اور لازم ہوگی اس کو اس کی مثل حقیقۃً یا معناً یعنی اگر مشتری کے قبضہ میں وہ ہلاک ہوجائے تو اس پر واجب ہوگی مثل حقیقۃً ذوات الامثال میں اور واجب ہوگی مثل معناً ذوات القیم میں۔

توضیح: (واما... الخ): یہ مابعد کی تمہید ہے کہ متن میں مصنف بیع فاسد کے حکم کو بیان کرتے ہیں کہ اگر بیع فاسد میں مشتری نے بائع کی اجازت کے ساتھ قبضہ کرلیا خواہ بائع کی اجازت صراحۃً ہو یا دلالۃً ہو اور عوضین میں سے ہر ایک عوض مال ہو تو مشتری اس مبیع کا مالک ہوجائیگا اجازت بائع کی طرف سے صراحۃً ہو یہ تو ظاہر ہے اور دلالۃً اجازت ہو جیسا کہ مشتری نے مجلس عقد میں مبیع پر قبضہ کرلیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تو یہ بائع کی طرف سے دلالۃ اجازت ہے۔

01 (فان قیل... الخ): یہاں سے ایک اعتراض کونقل کر کے اس کا جواب دیتے ہیں کہ وکل من عوضیه مال کہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اسلئے کہ ہمارا کلام بیع فاسد میں ہے اور بیع فاسد میں عوضین میں سے ہر ایک عوض مال ہی ہوتا ہے کیونکہ اگر عوض مال نہ ہو تو بیع فاسد نہ ہوگی بلکہ باطل ہوگی۔اس کا جواب دیا کہ مصنف نے وکل من عوضیه مال اس لیے کہا کہ کبھی فاسد کو ذکر کیا جاتا ہے لیکن اس سے مراد باطل ہوتی ہے جیسے قدوری میں مذکور ہے کہ اگر مردار کے بدلے کسی شے کی بیع ہو تو یہ فاسد ہے، تو دیکھیں صاحب قدوری نے اس کو فاسد کہا حالانکہ یہ بیع باطل ہے تو یہاں بھی احتمال تھا کہ شاید فاسد کو ذکر کیا اور باطل کو مراد لیا لیکن جب کہا وکل من عوضیه مال تو یہ احتمال ختم ہو گیا کہ یہاں باطل مراد ہو اس لیے کہ عوضین میں سے ہر ایک عوض مال ہو تو بیع باطل نہیں ہو سکتی

(علی... الخ): یہ دوسرا جواب ہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ بیع فاسد میں عوضین میں سے ہر ایک عوض مال ہوتا ہے جیسے کوئی بیع کرے اور ثمن کے ذکر سے خاموشی اختیار کرے تو یہ بیع فاسد ہے لیکن عوضین میں سے ہر ایک عوض مال نہیں ہے کیونکہ یہاں ایک عوض یعنی ثمن کے ذکر سے خاموشی اختیار کی گئی ہے، لہٰذا وکل من عوضیه مال کہنا بے فائدہ نہیں ہے۔

(ولزمه... الخ): بیع فاسد میں مبیع پر اگر مشتری قبضہ کر لے اور وہ مبیع اس کے پاس سے ہلاک ہو جائے تو دیکھیں گے اگر وہ مبیع ذوات الامثال میں سے ہے تو مثل واجب ہوگی اور اگر وہ ذوات القیم میں سے ہے تو اس کی قیمت واجب ہوگی۔(ذوات الامثال ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی مثل پائی جائے جیسے دراہم اور ذوات القیم ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی مثل نہ پائی جائے، جیسے بکری اور گائے)

ولكلٍ منهما فسخُه قبلَ القبضِ وكذا بعدَه مادام فی ملكِ المشتری ان كان الفسادُ فی صلبِ العقدِ كبيعِ درهمٍ بدرهمينِ ارادَ بالفسادِفی صلبِ العقدِ الفسادَ الذی يكونُ فی احدِ العوضينِ ولِمَن لَه الشرطُ ان كان بشرطٍ زائدٍ كشرطِ ان يُهدِیَ له هديةً ذُكِرَ فی الذخيرةِ ان هذا قولُ محمدٍؒ اما عندهما فلِكُل واحدٍ حقُ الفسخِ لان الفسخَ لحقِ الشرعِ لا لحقِ احدِالمتبايعين فانهما راضيانِ بالعقدِ .فان باعَه المشتری اووهَبه وسلَّمه اواَعتقَه صح وعليه قيمتُه وسقط حقُ الفسخِ لانه تعلَّق به حقُ العبدِ وانما يُفسَخُ حقًاللّٰه تعالٰی واذا اجتمَع حقُّ اللّٰهِ وحقُّ العبدِ يُرَجَّحُ حقُّ العبدِ لحاجتِه .ولا ياخذُهُ البائعُ حتی يَرُدَّ ثمنَه ای البائعُ اذا فسخَ البيعَ الفاسدَ لا ياخُذُالمبيعَ حتی يَرُدُّ الثمنَ لان المبيعَ محبوسٌ بالثمنِ بعدَ الفسخِ .فان مات هو فالمشتری احقُّ به حتی ياخُذَالثمنَ ای با ع شيئًا بيعاً فاسداً ووقع التقابضُ ثم فُسخ البيعُ ثم مات البائعُ فللمشتری حقُّ حبسِ المبيعِ حتی يَاخُذَ الثمنَ ولا يكونُ اسوةً لغرماءِ البائعِ .

ترجمہ: اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو فسخ کا حق ہوگا قبضہ سے پہلے اور اسی طرح اس کے بعد جب تک وہ مشتری کی ملک میں رہے اگر فساد صلب عقد میں ہو جیسے ایک درہم کی دو درہموں کے بدلے میں بیع کرنا، ارادہ کیا صلب عقد میں فساد سے اس فساد کا جو عوضین میں سے کسی ایک عوض میں ہو اور اس شخص کے لیے (فسخ کا حق ہوگا) جس کے لیے شرط لگائی گئی ہو اگر شرط زائد کے ساتھ ہو جیسے یہ شرط کہ مشتری اس بائع کو کوئی ہدیہ دے گا ذکر کیا ذخیرہ میں کہ یہ امام محمدؒ کا قول ہے۔بہر حال صاحبین کے نزدیک پس ہر ایک کے لیے فسخ کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حق ہوگا اس لیے کہ فسخ شرع کے حق کی وجہ سے ہے نہ کہ متبایعین میں سے کسی ایک کے حق کی وجہ سے کیونکہ وہ دونوں عقد پر راضی ہیں۔ 01
پس اگر مشتری نے اس کو بیچ دیا یا وہ چیز ہبہ کردی اور اس کی سپردگی کردی یا اس کو آزاد کردیا تو صحیح ہے اور اس پر اس کی قیمت لازم ہوگی اور فسخ کا حق ساقط ہوجائیگا اس لیے کہ متعلق ہوگیا اس کے ساتھ بندے کا حق اور جزیں نیست کہ فسخ کیا جاتا ہے اللہ تعالی کے حق کی وجہ سے اور جب جمع ہوجائیں اللہ تعالی کا حق اور بندے کا حق تو راجح کیا جاتا ہے بندے کے حق کو اس کے ضرورت مند ہونے کی وجہ سے اور بائع اس کو نہیں لے گا حتی کہ اس کا ثمن لوٹادے یعنی بائع جب بیع فاسد کو فسخ کرے تو مبیع نہیں لے سکتا تاوقتیکہ ثمن لوٹادے اس لیے کہ مبیع محبوس ہوگی ثمن کی وجہ سے فسخ کے بعد، پس اگر وہ (بائع) مرگیا تو مشتری زیادہ حق دار ہوگا اس مبیع کا تاوقتیکہ اپنا ثمن لے لے ۔یعنی بیع کی کسی شے کی بیع فاسد کے ساتھ اور باہمی قبضہ ہوگیا پھر بیع فسخ ہوگئی پھر بائع مرگیا تو مشتری کے لیے مبیع کو محبوس کرنے کا حق ہے تاوقتیکہ ثمن وصول کرلے اور وہ مشتری بائع کے قرض خواہوں کے برابر نہ ہوگا۔

توضیح: (ولکل... الخ) بیع فاسد میں اگر مبیع پر قبضہ نہیں ہوا تو بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کو بیع فسخ کرنے کا حق ہوگا اور اگر مبیع پر مشتری نے قبضہ کرلیا تو دونوں کو فسخ کا حق حاصل ہوگا جبکہ دو باتیں پائی جائیں ایک یہ کہ مبیع مشتری کی ملک میں ہو اور دوسری یہ کہ فساد صلب عقد میں ہو، صلب عقد میں فساد کا مطلب یہ ہے کہ عوضین یعنی مبیع اور ثمن میں سے کسی ایک عوض میں فساد ہو۔

(ولسن... الخ): اگر بیع شرط زائد کے ساتھ ہو مثلا بائع نے بیع اس شرط کے ساتھ کی کہ مشتری اس کو ہدیہ دے گا تو امام محمدؒ کے ہاں بیع کو فسخ کرنے کا حق اس کو ہوگا جس کے لیے شرط لگائی گئی ہے، مثلا اس صورت میں بائع کو فسخ کرنے کا حق ہوگا جبکہ شیخین کے نزدیک دونوں کو حق فسخ حاصل ہوگا اس لیے کہ فسخ شرع کا حق ہے متعاقدین کا حق نہیں ہے کیونکہ متعاقدین تو عقد پر راضی ہیں جب یہ شرع کا حق ہے تو شرع میں دونوں برابر ہیں لہٰذا دونوں کو فسخ کا حق حاصل ہوگا۔

(فان باعہ... الخ): اگر مشتری نے بیع فاسد میں ایک چیز خریدی پھر اس کو آگے بیچ دیا یا اس کو ہبہ کردیا اور موھوب لہ نے اس پر قبضہ کرلیا یا بیع فاسد کے ساتھ غلام خریدا اور پھر اس کو آزاد کردیا تو یہ صحیح ہے اور مشتری پر مبیع کی قیمت واجب ہوگی اور فسخ کا حق ساقط ہوجائیگا اس لیے کہ اب مبیع کے ساتھ بندے یعنی مشتری ثانی یا غلام کا حق متعلق ہوچکا ہے اور بیع فاسد کو فسخ اس وقت کیا جاسکتا ہے جب مبیع کے ساتھ کسی کا حق متعلق نہ ہو۔

(وانما... الخ): یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ فسخ تو اللہ تعالیٰ کا حق ہے لہٰذا پیچھے بیان کردہ صورتوں میں بھی فسخ ہونا چاہیے؟ تو اس کا جواب دیا کہ یہاں اللہ تعالی اور بندے کا حق دونوں جمع ہوگئے اللہ تعالی کا حق تقاضا کرتا ہے اس بات کا کہ ان صورتوں میں فسخ ہو اور بندے کا حق اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ فسخ نہ ہو اور اس جیسی صورتحال میں بندے کے حق کو ترجیح دی جاتی ہے اس لیے کہ بندہ محتاج ہے اور اللہ تعالی محتاج نہیں ہیں۔

(ولا یاخذہ... الخ): جب بیع فسخ ہوجائے تو بائع مبیع کو اس وقت تک واپس نہیں لے سکتا جب تک بائع مشتری کو ثمن واپس نہ کرے اس لیے کہ مبیع ثمن کی وجہ سے محبوس ہے (یعنی مشتری اس مبیع پر اس لیے قابض ہے کہ وہ اپنا ثمن بائع سے وصول کرنا چاہتا ہے) اور جب مبیع ثمن کی وجہ سے محبوس ہو تو پہلے ثمن کی واپسی ہوتی ہے اس کے بعد مبیع لوٹائی جاتی ہے۔

(فان مات ...الخ): بیع فاسد میں مشتری نے مبیع پر قبضہ کرلیا اور بائع نے ثمن پر قبضہ کرلیا پھر بیع فسخ ہوگئی اس کے بعد بائع مرگیا تو مشتری اپنے پاس مبیع کو اس وقت تک روک سکتا ہے جب تک کہ بائع کے ترکہ میں سے ثمن وصول نہ کرلے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

(ولا یکون... الخ): یعنی صورت مذکورہ میں جب بائع فوت ہوجائے تو مشتری بائع کے دوسرے قرض خواہوں کے برابر نہ ہوگا جس طرح بائع کے دوسرے غرماء کو بائع کے ترکہ میں سے ان غرماء میں سے ہرایک کو اس کے دین کے تناسب کے ساتھ دیا جائیگا، مشتری کے ساتھ بھی یہ معاملہ ہو کہ اس سے مبیع لیکر اس کو اس کے ثمن کے تناسب سے کچھ مال دے دیا جائے، ایسا نہ ہوگا بلکہ مشتری اس مبیع کا زیادہ حق دار ہوگا جب تک کہ ثمن پر قبضہ نہ کرلے اس لیے کہ مشتری کا حق عین میں یعنی مبیع میں بنتا ہے اور باقی غرماء کا حق میت کے ذمہ میں ہے ظاہر ہے کہ عین میں جو حق ہوتا ہے وہ قوی ہوتا ہے بنسبت اس حق کے جو فقط ذمہ میں ہو اس لیے مشتری اپنی اس مبیع کا زیادہ حق دار ہوگا جب تک کہ وہ ثمن وصول نہ کرلے۔

فطابَ للبائعِ ربحُ ثمنِه بعدَ التقابضِ لا لِلمشترى ربحُ مبيعِه فيتصدقُ به صورةُ المسئلةِ باع جَاريةً بيعاًفاسداً بالدراهمِ اوبالدنانيرِ وتقابضَا فباع المشترى الجاريةَ ورَبِحَ لا يطيبُ لَه الربحُ وإن رَبِحَ البائعُ فى الثمنِ يَطِيبُ له الربحُ والفرقُ ان المبيعَ متعينٌ فى العقدِ فيكونُ فيه خبثٌ بسببِ فسادِ الملكِ وفى فسادِ الملكِ شبهةُ عدمِ الملكِ والشبهةُ ملحقةٌ بالحقيقةِ فى الحرمةِ فان النبىَّ عليه السلام نهى عن الربوا والريبةِ وامَّا الدراهمُ والدنانيرُ فغيرُ متعينةٍ فى العقدِ ولوكانت متعينة كانت فيه شبهةُ الخبثِ بسببِ الفسادِ فعند عدمِ التعينِ يكونُ فى تعلقِ العقدِ بها شبهةٌ فيكونُ فيها شبهةُ الشبهةِ ولا اعتبارَ لها هذا فى الخبثِ بسببِ فسادِ الملكِ واما الخبثُ بسبب عدمِ الملكِ فيشمَلُ النوعينِ عند ابى حنيفةؒ يَعنِى ان الربحَ فى المغصوبِ لا يَطِيبُ لَه سوا ءٌ كان المغصوبُ مما يَتَعَيّنُ كالجاريةِ مثلًا اومِمَّالا يَتَعيَّنُ كالدراهمِ والدنانيرِ حتى اِن باعَ الدراهمَ المغصوبةَ وحصلَ فيها ربحٌ لا يكون طيّباً لان فى الاولِ حقيقةَ الخبثِ وفى الثانى شبهةَ الخبثِ والشبهةُ ملحقةٌ بالحقيقةِ فى الحرمةِ .

ترجمہ: پس حلال ہوگا بائع کے لیے اس کے ثمن کا نفع باہمی قبضہ کے بعد نہ کہ مشتری کے لیے اس کے مبیع کا نفع، پس وہ اس کا صدقہ کریگا۔ مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک باندی بیچی بیع فاسد کے ساتھ دنانیر یا دراہم کے بدلے میں اور باہمی قبضہ کرلیا پھر مشتری نے باندی کو بیچ دیا اور اس کو نفع حاصل ہوا تو اس کے لیے نفع حلال نہ ہوگا اور اگر بائع نے ثمن میں نفع حاصل کیا تو اس کے لیے حلال ہوگا اور فرق یہ ہے کہ مبیع عقد میں متعین ہوتی ہے پس اس میں خبث ہوگا فساد ملک کے سبب سے اور فساد ملک میں عدم ملک کا شبہ ہوتا ہے اور شبہ حقیت کے ساتھ ملحق ہوتا ہے حرمت میں، اس لیے کہ نبی ﷺ نے منع کیا ہے سود اور شک سے اور بہرحال دراہم اور دنانیر تو وہ غیر متعین ہوتے ہیں عقد میں اور اگر متعین ہوں تو ان میں خبث کا شبہ ہوگا فساد کے سبب سے اور عدم تعین کے وقت عقد کے ان کے ساتھ متعلق ہونے میں شبہ ہوگا پس ان میں شبہ کا شبہ ہوگا اور اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ یہ تفصیل اس خبث میں ہے جو فساد ملک کے سبب سے ہو بہرحال وہ خبث جو عدم ملک کے سبب سے ہو تو وہ دونوں قسموں کو شامل ہوگا امام صاحب کے نزدیک یعنی مغصوب میں نفع حلال نہیں ہوگا اس کے لیے۔ برابر ہے خواہ مغصوب ان چیزوں میں سے ہو جو متعین ہوجاتی ہیں جیسے باندی مثلاً، یا ان چیزوں میں سے ہو جو متعین نہیں ہوتیں جیسے دراہم اور دنانیر حتی کہ ان دراہم کی بیع کی جو غصب کیے گئے تھے اور انمیں نفع حاصل ہوگا تو یہ حلال نہ ہوا اس لیے کہ اول میں حقیقت خبث ہے اور ثانی میں خبث کا شبہ ہے اور شبہ حقیقت کے ساتھ ملحق ہوتا ہے حرمت میں۔

توضیح: (فطاب... الخ): بائع کو بیع فاسد میں جو نفع ثمن سے حاصل ہو وہ اس کے لیے حلال ہوگا اور مشتری کو اس بیع فاسد

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں مبیع سے جو نفع حاصل ہو وہ اس کے لیے حلال نہ ہوگا۔صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے بیع فاسد کے ساتھ باندی دراہم یا دنانیر کے بدلے میں بیچی اس کے بعد مشتری نے مبیع پر اور بائع نے ثمن پر قبضہ کرلیا پھر مشتری نے وہ باندی بیچ دی اور اس کو نفع حاصل ہوا تو یہ نفع اس کے لیے حلال نہ ہوگا اور اگر بائع کو باندی کے ثمن سے نفع ہو تو یہ نفع اس کے لیے حلال ہے۔

(والفرق... الخ): یہاں سے دونوں کے درمیان فرق کو بیان کرتے ہیں کہ بائع کو ثمن سے حاصل ہونے والا نفع حلال کیوں ہے اور مشتری کو مبیع سے حاصل ہونے والا نفع حرام کیوں ہے حاصل یہ ہے کہ مبیع میں بائع کے لیے نفع اس لیے حلال نہیں ہے کہ مبیع عقد میں متعین ہوتی ہے لہٰذا مبیع کے عین میں خبث ہوگا اور چونکہ یہ بیع فاسد ہے اس لیے خبث فساد ملک کی وجہ سے ہوگا اس لیے کہ بیع فاسد میں مشتری کو ملک حاصل تو ہو جاتی ہے لیکن اس میں فساد ہوتا ہے اور وہ خبث جو فساد ملک کی وجہ سے ہو اس میں عدم ملک کا شبہ ہوتا ہے اور شبہ، حرمت میں حقیقت کے ساتھ ملحق ہوتا ہے (یعنی جس چیز میں حرام ہونے کا شبہ ہو تو گویا وہ چیز حرام ہوتی ہے) پس گویا مشتری مبیع کا مالک نہیں ہوا جب مشتری مبیع کا مالک نہیں ہے تو اس سے حاصل ہونے والا نفع اس کے لیے کیسے حلال ہو سکتا ہے؟ باقی رہی یہ بات کہ شبہ حرمت میں حقیقت کے ساتھ کیوں ملحق ہوتا ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ربوا اور ریبہ دونوں سے منع فرمایا، ریبہ کا معنی ہے شبہ اس سے معلوم ہوا کہ حرمت میں شبہ کا حکم بھی وہی ہے جو حقیقت حرمت کا ہے۔

(واما الدراهم... الخ): بائع کے لیے دراہم ودنانیر کا نفع حلال اس لیے ہے کہ دراہم اور دنانیر عقد میں غیر متعین ہوتے ہیں اگر یہ متعین ہوتے تو ان میں خبث کا شبہ فساد ملک کی وجہ سے ہوتا، جب یہ متعین نہیں ہیں تو ان میں خبث کا شبہ بھی نہیں ہے ہاں اتنی بات ہے کہ اس بات میں شبہ ہے کہ عقد ان دراہم کے ساتھ واقع ہوا تھا اس لیے کہ بائع نے جب مشتری سے وہ ثمن وصول کیے اور پھر نفع حاصل ہوا تو یہ بات تو ظاہر ہے کہ وہ نفع اسی ثمن کا ہے جو اس کو بیع فاسد میں مشتری کے ہاتھوں ملا اگرچہ وہ ثمن متعین نہیں ہے، لہٰذا اس بات کا شبہ ہے کہ عقد انہی ثمن یعنی دراہم کے ساتھ متعلق ہے جو مشتری نے بائع کو دیئے ہیں لیکن چونکہ یہ متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے اسی لیے اس شبہ کو بمنزلہ شبة الشبه کے قرار دیں گے اور شبهة الشبه کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا لہٰذا بائع کے لیے ان دراہم سے حاصل ہونے والا نفع حلال ہوگا۔

(وهذا... الخ): یہ تفصیل مذکور اس خبث کی ہے جو فساد ملک کے سبب سے ہو کہ وہ مبیع میں تو موثر ہے کہ اس سے حاصل ہونے والا نفع حلال نہیں ثمن مین موثر نہیں لہذا اس سے حاصل ہونے والا نفع حلال ہوگا، ایک خبث عدم ملک کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے کسی نے کوئی شے غصب کی تو اس شے میں خبث ہوگا اور اس کا سبب عدم ملک ہے اس لیے کہ مغصوبہ شے میں غاصب کی سرے سے ملک نہیں ہوتی۔ وہ خبث جو عدم ملک کی وجہ سے ہو وہ ثمن میں بھی موثر ہوگا اور مبیع میں بھی موثر ہوگا پس دراہم ودنانیر اور مبیع ان دونوں سے حاصل ہونے والا نفع حرام ہوگا۔ جیسے کسی نے کوئی شے غصب کی پھر اس کو اس میں نفع حاصل ہوا تو یہ نفع حرام ہوگا خواہ یہ مغصوبہ شے متعین ہو یا نہ ہو، متعین ہو جیسے کسی نے باندی غصب کی پھر اس کی بیع کر دی اور اس کو نفع ہوا تو یہ حرام ہوگا، اور غیر متعین ہو جیسے کسی نے دراہم غصب کیے پھر ان میں تجارت کی اور اس غاصب کو نفع ہوا تو یہ نفع بھی حرام ہوگا مغصوبہ چیز اگر متعین ہو تو اس میں نفع کا حرام ہونا تو ظاہر ہے اس لیے کہ باندی متعین ہو جاتی ہے لہٰذا اس کے عین میں خبث ہوگا اگر وہ غیر متعین ہو جیسے دراہم ودنانیر تو ان سے حاصل ہونے والا نفع اس لیے حرام ہوگا کہ وہ دراہم جو غاصب نے غصب کیے تھے ان میں حقیقت خبث ہے اور وہ دراہم جو اس کو نفع کی صورت میں حاصل ہوئے ان میں خبث کا شبہ ہے اور پہلے یہ گزر چکا ہے کہ شبہ حرمت میں حقیقت کے ساتھ ملحق ہوتا ہے لہٰذا ہم یوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سمجھیں گے کہ ان دراہم میں بھی حقیقت خبث ہے پس یہ نفع بھی حرام ہوگا۔

01

کما طابَ ربحُ مالٍ ادعاه فقُضِیَ به ثم ظهَر عدمُه بالتصادقِ ای ادّعی علی رجلٍ مالًا فقضاه فربِحَ فیه المدعی ثم تصادَقا علی ان هذا المالَ لم یکن علی المدعٰی علیه فالربحُ طیّبٌ لان المالَ المَقضِیَّ به بدلُ الدینِ الذی هو حقُّ المدعِی والمدعِی باع دینَه بمااَخَذَفاذا تصادقا علی عدمِ الدینِ صار کانه استُحقَّ ملکُ البائعِ وبدلُ المستحقِّ مملوکٌ ملکًا فاسدًا فیکونُ البیعُ فی حقِّ البدلِ بیعًافاسدًا فلا یُوثّرُ الخبثُ فیما لا یَتعیَّنُ بالتعیینِ .فان قیل ذَکَرَ فی الهدایةِ فی المسئالةِ السابقهِ ثم اذا کانَت دراهمُ الثمنِ قائمةً یَاخُذُهَا بعینِها لانّها تَتَعَیَّنُ بالتعیینِ فی البیعِ الفاسدِ وهو الاصحُّ لانه بمنزلةِ الغصَبِ فهذا یُنَاقِضُ ماقلتم من عدمِ تعیینِ الدراهمِ والدنانیرِ.قلنا:یُمکِنُ التَوفیقُ بینَهُمَا بانَّ لهذا العقدِ شبهینِ شبهُ الغصبِ وشبهُ البیعِ فاذا کانت قائمةً اُعتُبرَ شبهُ الغصبِ سعیًا فی رفعِ العقدِ الفاسدِ واذا لم تکُن قائمةً فاشتری بها شیئاً یُعتَبَرُ شبهُ البیعِ حتی لا یَسرِی الفسادُ الی بَدلِه لِما ذَکَرنا من شِبهَةِ الشبهةِ وایضا لتداولُ الاَیدی تاثیرٌ فی رفعِ الحرمةِ علی مَاعُرِفَ .

ترجمہ: جیسا کہ حلال ہے اس مال کا نفع جس کا دعوی کیا ہو پس قاضی نے اس کا فیصلہ کر دیا ہو پھر اس کا عدم ظاہر ہوا ہو تصادق کی وجہ سے یعنی دعوی کیا ایک آدمی پر مال کا پس قاضی نے اس کا فیصلہ کر دیا پھر اس میں مدعی کو نفع ہوا پھر دونوں نے آپس میں تصدیق کر لی کہ یہ مال مدعی علیہ پر لازم نہیں تھا تو نفع حلال ہوگا اس لیے کہ وہ مال جس کا فیصلہ کیا گیا تھا وہ اس دین کا بدل تھا جو مدعی کا حق ہے اور مدعی نے اپنا دین بیچ دیا تھا اس چیز کے عوض جو وہ لے چکا ہے پس جب دونوں نے تصدیق کر لی دین کے نہ ہونے پر تو یہ ایسے ہو گیا جیسے کہ بائع کی ملک کا استحقاق ہو گیا ہو اور استحقاق شدہ چیز کا بدل مملوک ہوتا ہے ملکیت فاسدہ کے ساتھ پس بدل کے حق میں بیع، بیع فاسد ہوگی لہٰذا خبث اس چیز میں موثر نہ ہوگا جو متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتی پس اگر کہا جائے کہ ہدایہ میں مسئلہ سابقہ میں مذکور ہے کہ ''پھر اگر دراہم ثمن موجود ہوں تو بائع انہی کو بعینہا وصول کر لے اسلئے کہ وہ متعین ہو جاتے ہیں متعین کرنے کیساتھ بیع فاسد میں اور یہی اصح ہے اسلئے کہ یہ بمنزلہ غصب کے ہے'' تو یہ مناقض ہے اس بات کہ جو تم نے کہی یعنی دراہم اور دنانیر کا متعین نہ ہونا، تو ہم کہیں گے کہ ان دونوں کے درمیان تطبیق ممکن ہے بایں طور کہ اس عقد کی دو مشابہتیں ہیں، غصب کے ساتھ مشابہت اور بیع کے ساتھ مشابہت، پس جب دراہم ودنانیر موجود ہوں تو غصب والی مشابہت کا اعتبار کیا جائیگا عقد فاسد کو ختم کرنے میں، اور جب یہ موجود نہ ہوں پھر اس کے بدلے کوئی شے خرید لے تو بیع والی مشابہت کا اعتبار کیا جائیگا تا کہ فساد اس کے بدل کی طرف سرایت نہ کرے اس بات کہ وجہ سے جو ہم نے ذکر کی یعنی شبہ کا شبہ اور نیز قبضوں کے یکے بعد دیگرے بدلنے کی تاثیر ہے حرمت کو ختم کرنے میں جیسا کہ یہ بات معروف ہے۔

توضیح: (کما طاب... الخ): ایک آدمی نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا اس نے مال ادا کر دیا پھر دونوں نے آپس میں ایک دوسرے کی تصدیق کر لی کہ مدعی علیہ کے ذمے مدعی کا کوئی مال لازم نہ تھا لیکن تصادق (ایک دوسرے کی تصدیق) سے پہلے مدعی نے اس مال سے نفع حاصل کر لیا تھا تو یہ نفع اس کے لیے حلال ہوگا اس لیے کہ وہ مال جو مدعی علیہ نے ادا کیا ہے وہ اس قرضہ کا بدل ہے جو مدعی کا حق بنتا ہے گویا مدعی نے اپنا دین اس مال کے بدلے میں فروخت کر دیا ہے جو وہ مدعی علیہ سے لے چکا ہے جب وہ دونوں ایک دوسرے کی تصدیق کر لیتے ہیں کہ مدعی علیہ کے ذمے کوئی دین نہیں تھا تو گویا بائع یعنی مدعی کی ملک کا استحقاق ہو گیا یعنی یہ بات ظاہر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوگئی کہ مدعی نے جس مال پر قبضہ کیا اس کا مستحق مدعی علیہ ہے تو مدعی کو جو نفع حاصل ہوا مدعی علیہ کے استحقاق شدہ مال کا بدل یعنی نفع تھا اور استحقاق شدہ مال سے جو نفع حاصل ہوا اس میں ملکیت تو آجاتی ہے لیکن ملکیت فاسدہ ہوتی ہے پس مدعی کو ملکیت فاسدہ حاصل ہوگئی تو اب سوال یہ ہے کہ جب مدعی کی ملک اس بدل یعنی نفع میں فاسد ہے تو وہ اس کے لیے حلال کیسے ہے؟ اس لیے کہ ملکیت فاسدہ میں تو خبث ہوتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خبث دراہم ودنانیر میں ہے جو کہ غیر متعین ہوتے ہیں اور غیر متعین میں خبث موثر نہیں ہوتا کما مر لہٰذا یہ نفع مدعی کے لیے حلال ہوگا۔

(فان قیل... الخ): یہاں سے ایک اعتراض کو نقل کر کے اس کا جواب دیتے ہیں کہ صاحب ہدایہ نے پچھلے مسئلے کے بارے میں یہ کہا، بیع فاسد میں مشتری جب مبیع واپس کرے تو اگر بائع کے پاس ثمن موجود ہو تو بعینھا اسی ثمن کو واپس کرے اس لیے کہ بیع فاسد میں ثمن متعین کرنے سے متعین ہوجاتا ہے یہی اصح ہے اس لیے کہ بیع فاسد بمنزلہ غصب کے ہے، تو دیکھیں صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ دراہم وغیرہ متعین کرنے سے متعین ہوجاتے ہیں جبکہ آپ کہتے ہیں کہ متعین نہیں ہوتے تو آپ کی بات صاحب ہدایہ کی بات کے متناقض ہے؟ تو اس کا جواب دیا کہ ان دونوں قولوں میں تطبیق ممکن ہے اس طرح کہ بیع فاسد کی دو مشابہتیں ہیں ایک بیع صحیح کے ساتھ مشابہت ہے اور ایک غصب کے ساتھ مشابہت ہے غصب کے ساتھ مشابہت کا تقاضا یہ ہے کہ یہ دراہم دنانیر متعین ہوں کیونکہ دراہم کو اگر غصب کیا جائے تو وہ متعین ہوتے ہیں اور بیع صحیح کے ساتھ مشابہت کا تقاضا یہ ہے کہ یہ غیر متعین ہوں اس لیے کہ بیع صحیح میں دراہم غیر متعین ہوتے ہیں پس ہم نے دونوں مشابہتوں کا اعتبار کیا اور کہا کہ اگر دراہم بائع کے پاس موجود ہوں تو غصب کے ساتھ مشابہت کا اعتبار کیا جائیگا جس طرح غصب میں مغصوبہ چیز کا عین واپس کیا جاتا ہے اسی طرح دراہم بھی بعینھا مشتری کو واپس لوٹائے جائیں گے تاکہ عقد فاسد بالکلیہ ختم ہوجائے اور اگر دراہم موجود نہ ہوں تو بیع کی مشابہت کا اعتبار کیا جائیگا جس طرح بیع صحیح میں دراہم متعین نہیں ہوتے اس طرح یہاں بھی متعین نہیں ہونگے، لہٰذا فساد دراہم کی طرف سرایت نہیں کریگا اسلئے کہ دراہم میں شبهة الشبه ہے کما مر اور شبهة الشبه موثر نہیں ہوتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب قبضہ ختم ہوجائے تو حرمت ختم ہوجاتی ہے لہٰذا بائع کے پاس جب دراہم موجود نہیں رہیں گے تو ان کی حرمت ختم ہوجائیگی لہٰذا انکے عین کو واپس نہیں کیا جائیگا۔ باقی رہی یہ بات کہ اس بات پر کیا دلیل ہے کہ جب قبضہ ختم ہوجائے تو حرمت ختم ہوجاتی ہے تو وہ دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنھا کے ہاں گوشت تناول فرمایا جب حضرت بریرہؓ نے یہ کہا کہ یہ تو صدقہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرے لئے صدقہ ہے، ہمارے لیے ہدیہ ہے، تو دیکھیں جب اس میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنھا کا قبضہ ختم ہوگیا تو آپ ﷺ کے لیے حرمت ختم ہوگئی۔

ولو بنَی فی دارٍشَراها شراءً فاسدًا لَزِمَه قیمتُها وشَکَّ ابویوسفؒ فیها هذا عند ابی حنیفةؒ وعندهما یَنقُضُ البناءَ وهذه المسئلةُ من المسائلِ التی اَنکَرَ ابویوسفؒ رِوَایَتَها عن ابی حنیفةؒ فاِنَّ ابایوسفؒ قالَ لمحمدٍؒ ماروِیتُ لک عن ابی حنیفةؒ انه یاخُذُهَا بقیمتِها بل رویتُ انه ینقُضُ البناء وَقالَ مُحمدٌؒ بل رویت الاخذَ بالقیمةِ لکن نَسِیتَ وشکَّ ابویوسُفؒ فی روایتِه عن ابی حنیفةؒ ومحمدٌؒ لَم یَرجِع عن ذالک وحَمَلَه علی نسیانِ ابی یوسفؒ فَانه ذَکَرَفی کتابِ الشفعةِ اَنَّ المشتری شراءً فاسدًا اذا بَنَی فیها فلِلشفیعِ الشفعةُ عندَ ابی حنیفةؒ وعندهما لا شفعةَ لَه فَهذا یدلُ علی انقِطَاعِ حقّ البائعِ ببناءِ المُشترِی عندَ ابی حنیفةؒ خلافًالهما .

ترجمہ: اور اگر عمارت کھڑی کی اس دار میں جس کو خریدا تھا شراء فاسد کے ساتھ تو لازم ہوجائیگی اس کو اس کی قیمت اور شک کیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

امام ابو یوسفؒ نے اس میں یہ امام صاحب کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک وہ عمارت کو توڑے گا اور یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جنکی امام صاحب سے روایت کا امام ابو یوسفؒ نے انکار کیا ہے، اسلئے کہ ابو یوسفؒ نے امام محمدؒ کو کہا ''میں نے تمہیں امام صاحب سے یہ روایت نہیں کیا کہ وہ اس دار کو لے لے اسکی قیمت کیساتھ بلکہ میں نے روایت کیا کہ عمارت کو ختم کریگا اور امام محمدؒ نے کہا کہ بلکہ تم نے قیمت کے ساتھ لینے کو روایت کیا ہے لیکن تم بھول گئے۔ پس امام ابو یوسفؒ کو امام صاحب سے روایت کرنے میں شک ہو گیا اور امام محمدؒ نے اس سے رجوع نہیں کیا اور اس کو محمول کیا امام ابو یوسفؒ کے نسیان پر اس لیے کہ انہوں نے کتاب الشفعة میں یہ ذکر کیا کہ وہ شخص جس نے شراء فاسد کے ساتھ شراء کی جب وہ اس دار میں اپنی عمارت کھڑی کردے تو شفیع کے لیے شفعہ جائز ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اس کے لیے کوئی شفعہ نہ ہوگا تو یہ بات دلالت کرتی ہے بائع کے حق کے منقطع ہونے پر مشتری کی عمارت کھڑی کرنے کی وجہ سے امام صاحب کے نزدیک بخلاف صاحبین کے۔

توضیح: (ولو بنی... الخ) اگر کسی نے گھر شراء فاسد کے ساتھ خریدا پھر اس میں عمارت کھڑی کردی تو اب امام صاحب کے نزدیک اس کی قیمت مشتری پر واجب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک وہ عمارت کو منہدم کریگا اور گھر واپس کریگا امام ابو یوسفؒ کو اس مسئلے میں شک ہوا یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن کی امام صاحب سے روایت کا وہ انکار کرتے ہیں اس لیے کہ امام ابو یوسفؒ نے امام محمدؒ کو کہا کہ میں نے تمہیں امام صاحب کی طرف سے یہ نقل نہیں کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ مشتری اس گھر کی قیمت ادا کرے بلکہ میں نے یہ امام صاحب سے تمہارے سامنے یہ روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مشتری عمارت کو منہدم کرے اور گھر بائع کو واپس دے دے، تو جواب میں امام محمدؒ نے کہا کہ نہیں آپ نے امام صاحب سے یہی نقل کیا ہے کہ مشتری اس گھر کی قیمت ادا کرے لیکن آپ بھول گئے تو امام ابو یوسفؒ کو شک ہو گیا کہ اصل حقیقت کیا ہے لیکن امام محمدؒ اپنی بات پر پکے رہے اور اپنی بات سے رجوع نہیں کیا اور اس کو امام ابو یوسفؒ کے نسیان پر محمول کیا۔

(فائدہ... الخ): یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام صاحب کے نزدیک صورت مذکورہ میں عمارت کو منہدم نہ کیا جائیگا بلکہ مشتری پر اس گھر کی قیمت واجب ہوگی حاصل یہ ہے کہ امام محمدؒ نے کتاب الشفعہ میں یہ مسئلہ ذکر کیا کہ اگر کسی نے گھر شراء فاسد کے ساتھ خریدا پھر اس میں عمارت کھڑی کردی تو شفیع اس گھر پر امام صاحب کے نزدیک شفعہ کرسکتا ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک وہ شفعہ نہیں کرسکتا اس سے معلوم ہوا کہ مشتری جب شراء فاسد کے ساتھ خریدے ہوئے گھر میں عمارت کھڑی کردے تو بائع کا حق اس سے منقطع ہوجاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک منقطع نہیں ہوتا جب امام صاحب کے نزدیک بائع کا حق منقطع ہوجاتا ہے تو مشتری پر قیمت واجب ہوجائیگی۔ جب مشتری پر قیمت لازم ہوگی تو اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ امام صاحب کے نزدیک عمارت کو منہدم نہ کیا جائیگا

وَكُرِهَ النَجَشُ نَجشُ الصَيدِ بسكونِ الجيمِ اثارتُه والنَّجَشُ جاءَ بفتحِ الجيمِ وسكونِه وهواَن يَستَامَ سِلعَةً لا يُريدُ شِرَائَهَا باكثرَ من قِيمتِها لِيرَى الآخَرُ فَيَقَعُ فيه والسومُ على سومِ غيرِه اذا رَضِيَابثمنٍ وتَلَقِّى الجلبِ المضرُّ باهلِ البلدِ الجلبُ المجلوبُ فإنَّ المجلوبَ اذا قَرُبَ من البلدِ تعلَّقَ به حقُّ العامَّةِ فيُكرَهُ اَن يَستَقبِلَ البعضُ ويَشتَريهِ و يمنعَ العامَّةَ من شراءِ ه وهذا انما يُكرَه اذا كان مضراً باهلِ البلدِ وقد سمعتُ ابياتاً لطيفةً لمولانا برهانِ الاسلامِ رحمه الله فكتبتُها اِحماضاً وهى ابوبكرٍ الولدُ المنتخبُ ارادَ الخروجَ لامرٍ عجبٍ فقد قالَ اِنى عزمتُ الخروجَ لكفتارةٍ هى لى امٌّ اب فقلتُ له اَلَم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تَسمَعَن یا بُنَیَّ بنهیِ اتٰی عن تلَقی الجلبِ ؟

01

ترجمہ: اورمکروہ ہے نجش ، نجش الصید جیم کے سکون کے ساتھ کہتے ہیں شکار کو ابھارنا اور النجش آیا ہے جیم کے فتح اور اس کے سکون کے ساتھ،اور نجش یہ ہے کہ ایک آدمی سامان کا بھاؤ لگائے حالانکہ وہ اس کو خریدنے کا ارداہ نہ رکھتا ہو اس کے قیمت سے زائد کے ساتھ تا کہ دوسرا دیکھے پس اس میں واقع ہوجائے اور مکروہ ہے بھاؤ لگانا دوسرے کے بھاؤ پر جب کہ دونوں راضی ہوجائیں ایک ثمن پر اور مکروہ ہے تلقی جلب جو مضر ہو شہر والوں کے لیے، الجلب کا معنی مجلوب ہے اس لیے کہ کھینچی ہوئی (لائی ہوئی) چیز (گندم وغیرہ) جب شہر کے قریب ہوجائے تو اس کے ساتھ متعلق ہوجاتا ہے عام لوگوں کا حق پس مکروہ ہے کہ بعض اس کا استقبال کریں اور اس کو خرید لیں اور عام لوگوں کو اس کی شراء سے روک دیں اور یہ جزیں نیست کہ مکروہ ہے جب کہ شہر والوں کے لیے مضر ہو، اور تحقیق میں نے سنے چند لطیف اشعار مولانا برہان الاسلامؒ سے پس میں نے ان اشعار کو لکھ دیا ظرافت کے طور پر، اور وہ یہ ہیں، ابوبکر برگزیدہ بچہ ہے، اس نے ارادہ کیا ایک عجیب کام کے لیے باہر نکلنے کا پس کہا میں نے عزم کرلیا ہے باہر نکلنے کا ایک مادہ بجو کے لیے جو کے میری دادی ہے پس میں نے اسے کہا کیا تو نے سنا نہیں اے بیٹے وہ نہی جو آئی ہے تلقی جلب سے؟

توضیح: (وکرہ... الخ): نجش اس کو بسکون الجیم بھی پڑھا گیا اور بفتح الجیم بھی، یہ نجش الصید سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے شکار کو ابھارنا یہاں مراد یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی چیز کا بھاؤ زائد قیمت کے ساتھ لگائے حالانکہ اس کے خریدنے کا ارادہ نہ ہو وہ ایسا اس لیے کرتا ہے تا کہ دوسرا آدمی اس شے کو مہنگے داموں خرید لے، تو یہ مکروہ ہے اس لیے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: لا تناجشوا۔

(والسوم... الخ): غیر کے بھاؤ پر بھاؤ لگانا مکروہ ہے اس لئے کہ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ مشتری اور بائع آپس میں مبیع کے بھاؤ کے متعلق بات چیت کررہے تھے مشتری نے ایک بھاؤ بتلایا اتنے میں دوسرا آدمی آ گیا اور مشتری سے زائد ثمن کے ساتھ خریدنے کا ارادہ کیا تو یہ مکروہ ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب متعاقدین کوئی ایک ثمن متعین کرچکے ہوں اور اگر انہوں نے ثمن متعین نہیں کیا تو یہ مکروہ نہیں ہے۔

(وتلقی ...الخ): جلب مجلوب کے معنی میں ہے بمعنی لائی ہوئی چیز۔اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی تاجر شہر میں سامان کی فروخت کے سلسلے میں داخل ہونے کے لیے آیا جب وہ شہر کے قریب پہنچا تو شہر کا ایک آدمی وہاں گیا اور اس سے وہ سامان خرید لیا تو ایسا کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ اس سے شہر والوں کو ضرر پہنچتا ہو مکروہ اس لیے ہے کہ جب وہ تاجر شہر کے قریب پہنچا تو اس کے مال کے ساتھ عام لوگوں کا حق متعلق ہوگیا تھا تو یہ بات مکروہ ہے کہ اس سامان کو بعض تو خرید لیں اور باقی لوگوں کو اس سامان سے روک دیا جائے۔

(وقد سمعت ...الخ): یہاں سے شارح کچھ اشعار ظرافت طبع کے طور پر نقل کرتے ہیں جو تلقی جلب کے مناسب ہیں اشعار کا معنی یہ ہے کہ ابوبکر ایک برگزیدہ بچہ ہے اس نے ارادہ کیا ایک عجیب کام کرنے کا، پس کہا میں نے پختہ عزم کرلیا ہے نکلنے کا ،بجو کی مونث کے لیے جو کہ میری دادی ہے پس میں نے کہا کہ تو نے سنا نہیں اے میرے بیٹے اس نہی کو جو وارد ہوئی ہے تلقی جلب سے؟

تو یہاں مناسبت یہ ہے کہ تلقی جلب ملزوم ہے اور خروج اس کو لازم ہے جو حکم ملزوم کا تھا وہ لازم کو دے دیا گیا ملزوم یعنی تلقی جلب کا حکم یہ ہے کہ وہ منهی عنه یعنی ممنوع ہے تو شاعر نے اس کا حکم لازم یعنی خروج کو دے دیا۔(یعنی خروج کو ممنوع قرار دیا)

وبیعُ الحاضرِ للبادِی طمعًا فی الثمنِ الغالی زمانَ القحطِ صورتُه ان البادیَ یَجلِبُ الطعامَ الی البلدِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01 **فیطرَحُه علی رجلٍ یسکُنُ البلدَ لِیَبیعَ من اهلِ البلد بِثمنٍ غالٍ فهذا یُکرَه فی ایامِ العسرةِ والبیعُ عند اذانِ الجمعةِ وتفریقُ صغیرٍ عن ذی رحمٍ محرمٍ منه بلاحقٍ مستَحَقٍ هذا عند ابی حنیفةؒ ومحمدؒ اما عند ابی یوسفؒ اذا کانتِ القرابةُ قرابةَ ولادٍ لا یجوزُ بیعُ احدِهما بدون الآخَرِ فانه علیه السلام قال اَدرِک اَدرِک ولو کان البیعُ نافذاً لا یُمکِنُه الاستدراکُ ولو کان بحقٍ مستَحَقٍ کدفعِ احدِهما بالجنایةِ والرَّدِّ بالعیبِ لا یُکرَه ولابیعُ من یَزیدُ.**

ترجمہ: اور مکروہ ہے شہری کا دیہاتی کے لیے بیع کرنا لالچ کرتے ہوئے مہنگے داموں کا قحط کے زمانے میں اس کی صورت یہ ہے کہ دیہاتی اناج لے آئے شہر کی پس وہ یہ اناج ایک آدمی کے حوالے کردے جو شہر میں رہتا ہوتا کہ وہ شہر والوں کو بیچ دے مہنگے داموں کے ساتھ، تو یہ مکروہ ہے تنگی کے ایام میں، اور مکروہ ہے بیع کرنا اذان جمعہ کے وقت اور مکروہ ہے چھوٹے بچے کو اس کے ذی رحم محرم سے جدا کرنا بغیر حق واجب کے یہ امام صاحب اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر رشتہ داری ولادت کی رشتہ داری ہے تو جائز نہیں ان میں سے ایک کی بیع کرنا دوسرے کے بغیر اس لیے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: واپس لے لے واپس لے لے، اگر بیع نافذ ہوتی تو استدراک ممکن نہ ہوتا اور اگر جدائی کرنا حق واجب کی وجہ سے ہو جیسے ان میں ایک کو ولی جنایت کے سپرد کردینا اور عیب کی وجہ سے واپس کرنا تو یہ مکروہ نہیں ہے اور مکروہ نہیں ہے بیع من یزید۔

توضیح: (وبیع... الخ): اس مسئلے کی صورت یہ ہے کہ ایک دیہاتی شہر میں اپنا غلہ لے آیا اور شہری کو دیا تا کہ وہ اسکو مہنگے داموں فروخت کردے تو ایسا کرنا ایام قحط میں مکروہ ہے۔

اذان جمعہ کے وقت بیع مکروہ ہے یہاں اذان سے مراد اذان اول ہے۔

(وتفریق... الخ): اگر کسی کے دو غلام ہوں اور آپس میں ذی رحم محرم ہوں اور صغیر ہوں یا ایک صغیر ہو اور دوسرا کبیر ہو تو ان کو جدا کرنا بایں طور کہ ایک کی بیع کرے اور دوسرے کی نہ کرے یہ مکروہ ہے ہاں حق واجب کی وجہ سے ان کو جدا کرنا جائز ہے مثلاً ان دونوں میں سے کسی ایک نے قتل کردیا تو صرف قاتل غلام ہی مقتول کے وارث کو دیا جائیگا اب دوسرا غلام ساتھ نہ ہوگا۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر ان دونوں کا رشتہ رشتہ ولاد ہے مثلاً دونوں بھائی ہیں یا ماں بیٹا ہیں وغیرہ تو یہ تفریق (ان کو جدا کرنا) جائز نہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو غلام ہبہ کیے جو صغیر تھے اور آپس میں بھائی تھے حضرت علی نے ان دونوں میں سے ایک کی بیع کردی تو نبی ﷺ نے ان سے بعد میں پوچھا کہ ان دو غلاموں کا کیا ہوا؟ تو جواب دیا کہ میں نے ان میں ایک کو بیچ دیا ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا "ادرک ادرک یعنی وہ غلام مشتری سے واپس لے لے یعنی اس سے معلوم ہوا کہ اس قسم کی بیع نافذ نہیں ہوتی، کیونکہ اگر بیع نافذ ہوجاتی تو اس کا استدراک (واپس لینا) ممکن نہ ہوتا حالانکہ حضور ﷺ نے استدراک کا حکم دیا چنانچہ فرمایا ادرک ادرک معلوم ہوا کہ بیع نافذ نہیں ہوتی۔ اس کا جواب دیا کہ ادرک کا معنی ہے اقالہ کرلے، مطلب یہ ہے کہ بیع تو ہوگئی تو تم اقالہ کرلو اور غلام واپس لے لو۔

(ولوکان ...الخ): یہاں سے بحق مستحق کے فائدے کو بیان کرتے ہیں، کہ اگر ان دو غلاموں کے درمیان حق واجب کی وجہ سے جدائی کرنی پڑے تو مکروہ نہیں جیسے دونوں کو بیچ دیا پھر ایک میں عیب ظاہر ہوگیا اور مشتری نے وہ واپس کردیا تو اب بھی تفریق ہے لیکن یہ جائز ہے اس لیے کہ یہ تفریق حق واجب کی وجہ سے ہے۔ اس طرح ان میں کسی ایک نے جنایت کی جس کی وجہ سے اس کو ولی جنایت کے سپرد کردیا گیا تو اب یہ تفریق ہے لیکن جائز ہے اس لیے کہ یہ تفریق حق واجب کی وجہ سے ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

01

(ولا بیع... الخ): من یزید (نیلامی) جائز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی کوئی چیز فروخت کرے درآں حالیکہ لوگ اس کے گردہوں اور ہرایک دوسرے سے زیادہ بھاؤلگارہا ہو اور وہ بائع یہ کہے: هل من مزید ؟ (کوئی ہے جو زیادہ ثمن ادا کرے؟) اور پھر بائع اس شخص کے ہاتھ اپنا سودا بیچ دے جو زیادہ ثمن ادا کرنے پر راضی ہوجائے۔

﴿باب الاقالة﴾

هيَ فسخٌ فی حق المتعاقدينِ وبيعٌ فی حقِّ الثالثِ الاقالةُ فسخٌ فی حقِ المتعاقدينِ بيعٌ فی حقِّ غيرِهما عند ابی حنيفةؒ فِان لم يُمكِن جعلُها فسخاً فی حقّهما يَبطُلُ وفائدةُ انه بيعٌ فی حقِّ الثالثِ انه يجبُ الشفعةُ بالاقالةِ فان الشفيعَ ثالثُهما ويجبُ الاستبراءُ لانه حقُّ اللهِ تعالی واللهُ ثالثُهما وعند ابی يوسفؒ هی بيعٌ فان لم يُمكِن جعلُها بيعاً تُجعَلُ فسخاً فان لم يُمكِن تبَطُلُ وعند محمدٍؒ عكسُ هذا .

ترجمہ: یہ فسخ ہے متعاقدین کے حق میں اور بیع ہے ثالث کے حق میں اقالہ فسخ ہے متعاقدین کے حق میں اور بیع ہے ان کے غیر کے حق میں امام صاحب کے نزدیک پس اگر ممکن نہ ہو اس کو فسخ قرار دینا تو باطل ہوجائیگا اور اس بات کا فائدہ کہ یہ بیع ہے ثالث کے حق میں، یہ ہے کہ شفعہ ثابت ہوگا اقالہ کے ساتھ اس لیے کہ شفیع ان کا ثالث ہے اور استبراء واجب ہوگا اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اللہ ان دونوں کا ثالث ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ بیع ہے پس اگر اس کو بیع بنانا ممکن نہ ہو تو اس کو فسخ قرار دیا جائیگا پس اگر ممکن نہ ہو تو یہ باطل ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کا عکس ہے۔

توضیح: اقالہ کا لغوی معنی ہے رفع، اور اصطلاحی معنی ہے: رفع العقد الثابت، یعنی اس عقد کو ختم کرنا جو ثابت ہو چکا ہو، اقالہ متعاقدین کے حق میں فسخ ہوتا ہے اور ثالث کے حق میں بیع ہوتا ہے یہ تفصیل امام صاحب کے نزدیک ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر اقالہ کو فسخ بنانا ممکن نہ ہو تو اقالہ باطل ہوجائیگا۔

(وفائدة... الخ): یہاں سے اقالہ کے ثالث کے حق میں بیع ہونے کے فائدے کو بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی نے گھر خریدا اور پھر اقالہ کرکے واپس کردیا تو واپس کرنے پر شفیع شفعہ کرسکتا ہے اس لیے کہ شفیع ثالث ہے اور ثالث کے حق میں اقالہ بیع ہوتا ہے او ربیع کی وجہ سے شفعہ ثابت ہوتا ہے اس طرح اگر کسی نے باندی خریدی اور پھر اقالہ کے ساتھ واپس کردی تو اس کا استبراء واجب ہے اس لیے کہ یہ باندی واپس کرنا اللہ تعالیٰ کے حق میں جو کہ ثالث ہیں، بیع ہے اور بیع کے بعد باندی کا استبراء واجب ہوتا ہے (استبراء کہتے ہیں کہ باندی کا جب ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف انتقال ہو تو اس سے وطی نہ کی جائے تاوقتیکہ اس کا ایک حیض نہ گزر جائے)

(وعند ابی یوسفؒ ... الخ): امام صاحب اور امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کا اقالہ کے بارے میں اختلاف ہے چنانچہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اقالہ اولاً فسخ ہے اگر اس کو فسخ قرار دینا ممکن نہ ہو تو پھر اقالہ باطل ہوگا جیسے کسی نے باندی خریدی اور مشتری کی ملک میں اس کا بچہ پیدا ہوگیا اب اگر اقالہ کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا اس لیے کہ اب اس اقالہ کو فسخ بنانا ممکن نہیں ہے کیونکہ مبیع میں زیادتی ہوچکی ہے اور جب مبیع میں زیادتی ہوجائے تو بیع کا فسخ ممکن نہیں ہوتا، امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اقالہ اولا بیع ہے اگر بیع قرار دینا ممکن نہ ہو تو فسخ ہے اور اگر فسخ قرار دینا ممکن نہ ہو تو پھر باطل ہے جیسے کسی نے منقولی چیز خریدی اور اس پر قبضہ نہیں کیا کہ اقالہ کرلیا تو اب یہ بیع نہیں ہوسکتا اس لیے کہ اگر اس اقالہ کو بیع قرار دیا جائے تو یہ بیع قبل القبض ہوگی اور مبیع پر قبضہ سے کرنے سے پہلے مشتری اس کی بیع نہیں کرسکتا۔ لہٰذا یہ اقالہ فسخ ہوگا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com